13

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۶۹)

تاریخ اسلام

حصۂ چہارم

خلافتِ عباسیہ

جلد دوم

یعنی مستکفی باللہ کے عہد (۳۳۳ھ–۳۳۴ھ) سے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ (۶۴۰ھ–۶۵۶ھ) تک

خلافتِ عباسیہ کے دورِ زوال اور خاتمہ کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ،

مرتبہ

شاہ معین الدین احمد ندوی

باہتمام :- مولوی مسعود علی صاحب ندوی

۱۹۵۳ء — معارف پریس اعظم گڈھ میں چھپی — ۱۳۷۲ھ

(طبع دوم)

فہرست مضامین

تاریخ بنی عباس

(جلد دوم)

قادر باللہ

۳۸۱ھ - ۴۲۲ھ
۹۹۱ء - ۱۰۳۱ء

۴۵ - ۶۴

قائم بامر اللہ

۴۲۲ھ - ۴۶۷ھ
۱۰۳۱ء - ۱۰۷۴ء

۶۵ - ۱۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

یہ جلد تاریخِ اسلام کا چوتھا اور تاریخ بنی عباس کا دوسرا حصہ ہے، اس کے پہلے حصہ مین خلافتِ عباسیہ کے قیام سے لے کر متقی للہ (۳۲۹ھ ۳۳۳ھ) تک دو صدیون کے حالات تھے، اس حصہ مین اس کے بعد سے خلافتِ بغداد کے خاتمہ ۶۵۶ھ تک چار صدیون کی تاریخ ہے، یہ دور تمامتر خلافتِ عباسیہ کے زوال اور دوسری نئی نئی حکومتون کے قیام اور خلافتِ بغداد مین ان کے تسلط و اقتدار کے حالات پر مشتمل ہے، اس دور مین خلافت کا سارا نظم و نسق دیالمہ اور ان کے بعد سلجوقیون کے ہاتھون مین چلا گیا تھا، خلفاء کے اختیارات بہت کم رہ گئے تھے، اور آخر زمانہ مین تو ان کی حیثیت محض ایک وظیفہ خوار کی ہو گئی تھی، خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ سے کچھ دنون پہلے بعض خلفاء ضرور ایسے پیدا ہوئے جنھون نے خلافت کو سلجوقیون کے استبداد سے چھڑایا، اور دولتِ عباسیہ کے رقبہ مین بھی جو اس زمانہ مین بغداد اور آس پاس کے چند اضلاع تک محدود ہو گیا تھا، کچھ اضافہ کیا، اور ایک حد تک انھون نے خلافت کا کھویا ہوا وقار دوبارہ قائم کر دیا، لیکن یہ اس چراغ سحری کا آخری ہی سنبھالا تھا، اس کے بعد تاتاریون کا طوفان اٹھا جس نے عباسی خلافت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا،

یہ تاریخ اسلام کا قابلِ ذکر واقعہ ہے کہ جو زمانہ عباسیون کے زوال کا تھا، وہی دنیاے اسلام کے عروج و ترقی کا تھا، ایک حکومت کے زوال کیساتھ ہی دوسری نئی طاقت اس کی جگہ لے لیتی تھی اور نئی نئی حکومتون کے قیام و ترقی کا ایک سلسلہ قائم تھا، چنانچہ دیلمی، غزنوی، سلجوقی، اتابکی،

ایوبی اور خوارزمی وغیرہ اس زمانہ کی بڑی بڑی حکومتیں اسی دور میں قائم ہوئیں، دیلمی اور سلجوقی خاندان خلافتِ بغداد کے متولی تھے، اور اس کا سارا نظام ان ہی کے ہاتھوں میں تھا، اور اس دور کی تاریخ خلافت ان ہی دونوں حکومتوں کے حالات سے عبارت ہے، اس لیے دولت عباسیہ کے ضمن میں ان کی اجمالی تاریخ آگئی ہے، اتابکی اور ایوبی حکومتوں کو اگرچہ براہ راست خلافت بغداد سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن یہ دونوں خاندان جنگِ صلیبی کے ہیرو تھے، جو تاریخِ اسلام کا نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے، اس لیے جنگ صلیبی کے سلسلہ میں اُن کے مجاہدانہ کارناموں کے ضروری حالات بھی آگئے ہیں، آخر میں عباسیہ مصر کے بھی مختصر حالات لکھدیے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی چھوٹی بڑی حکومتوں کے اُن حالات کا بھی مختصر تذکرہ ہے جن کا تعلق خلافت بغداد یا اس زمانہ کے دنیاے اسلام کے اہم حوادث سے تھا، اس طرح یہ کتاب خلافت بغداد کے ساتھ اس زمانہ کی مشرق کی بڑی بڑی حکومتوں کے اہم حالات و کوائف کی بھی اجمالی تاریخ بن گئی ہے، اور اس کے مطالعہ سے دنیاے اسلام خصوصاً مشرق کے چار صدیوں کے سیاسی مد و جزر کا نقشہ سامنے آجاتا ہے، لیکن تاریخ اسلام میں ان حکومتوں کے مستقل حالات لکھے جائیں گے، اس لیے ان کی تفصیل سے گریز کیا گیا ہے، ہر حکومت کے حال میں حتی الامکان مستند ترین عربی و فارسی ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے، جس کا اندازہ کتاب کے حوالوں سے ہوگا،

فقیر معین الدین احمد ندوی

دارالمصنفین اعظم گڈھ

۶ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء

دیباچہ طبع دوم

سلسلۂ تاریخ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسنِ قبول عطا فرمایا، مختلف یونیورسٹیون نے اس کو اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے نصاب مین داخل کیا، بعض نے اس کو مطالعہ کی کتابون مین رکھا، خود تاریخ اسلام کے طلبہ سہولت کے خیال سے اس سے فائدہ اٹھاتے ہین، تاریخ اسلام کے نئے مصنفین نے اس کی مدد سے مختصرات مرتب کیے اس لیے چند سال کے عرصہ مین اس کے ابتدائی حصون کے کئی اڈیشن نکل گیے اور ہر اڈیشن مین کچھ نہ کچھ اضافے کئے گئے، چوتھے حصہ کا دوسرا اڈیشن اب شائع ہو رہا ہے، اس مین بھی جابجا ترمیمین کی گئی ہین، اور کتاب کے آخر مین عباسیون کے تمدن کا حصہ نیا اضافہ ہے جو اردو مین تاریخی استناد کے ساتھ عباسی تمدن پر بالکل نئی چیز ہے، جس سے امید ہے کہ اسلامک کلچر کے طلبہ کو بہت فائدہ پہنچے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے نافع بنائے۔

فقیر معین الدین احمد ندوی

۷ر جمادی الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۴ر جنوری ۱۹۵۴ء

دار المصنفین اعظم گڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱- ابو القاسم عبد اللہ بن مکتفی باللہ الملقب بہ مستکفی باللہ

۳۳۳ھ تا ۳۳۴ھ مطابق ۹۴۴ء تا ۹۴۵ء

گذشتہ خلفاء کے ساتھ بدسلوکی کی بنا پر ترک اور دیالمہ کو ان کی اولادوں پر اعتماد نہ رہ گیا تھا، اس لیے ایک خلیفہ کی معزولی کے بعد دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے وقت دشواری پیش آتی تھی، اس لیے متقی کی معزولی سے قبل ہی توزون نے مکتفی باللہ کے ایک لڑکے ابو القاسم عبد اللہ کو جو ان کے نزدیک مقصد کے مطابق تھا ڈھونڈھ نکالا تھا، اور اپنے ساتھ سندیہ لیتا گیا تھا چنانچہ متقی کی معزولی کے بعد سندیہ ہی میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی، اور نابینا متقی سے بھی اسکی بیعت لی، اور صفر ۳۳۳ھ میں وہ تخت نشین ہوا، اس وقت اس کا اکتالیسواں سال تھا، نابینا متقی کو قید میں ڈالدیا گیا، اٹھارہ سال قید میں بسر کرنے کے بعد ۳۵۷ھ میں اس نے وفات پائی، ایک اور نابینا خلیفہ قاہر باللہ بغداد میں تھا، اس کو متقی کے اندھا کیے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے یہ ظریفانہ مگر سبق آموز فقرہ کہا کہ "اب ہم دو اندھوں کے لیے ایک تیسرے رفیق کی ضرورت ہے" یہ ظرافت مستکفی کی معزولی کے وقت واقعہ ثابت ہوئی[1]،

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۰

واسط پر معزالدولہ کا قبضہ اور اس کا اخراج

تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد فریب خوردہ مستکفی نے توزون کو خلعت اور تاج پہنایا، اور ابوالفرج محمد بن علی سامری کو وزیر بنایا لیکن وہ محض نام کا وزیر تھا، حکومت کے جملہ کام توزون کا کاتب ابن شیرزاد انجام دیتا تھا، مستکفی کو خلیفہ بنانے میں حرم شاہی کی ایک قہرمانہ علم کا مشورہ بھی شریک تھا، اس لیے مستکفی کے دور میں وہ بھی خلافت پر بہت حاوی ہوگئی۔

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معزالدولہ دیلمی عرصہ سے خوزستان پر قبضہ کی کوشش کر رہا تھا، چنانچہ رجب ۳۳۳ھ میں وہ اس مقصد میں کامیاب ہوگیا، توزون خود مستکفی کو لیکر اسکے مقابلہ کے لیے نکلا، اسے دیکھ کر معزالدولہ نے واسط چھوڑ دیا اور توزون اس کو ابوالقاسم بریدی کے ٹھیکہ میں دے کر بغداد کو لوٹ گیا۔

ناصرالدولہ کی بغاوت اور مصالحت

ناصرالدولہ حمدانی والی موصل نے اس طرف پھر خراج بھیجنا بند کر دیا تھا، اس لیے واسط کو چھڑانے کے بعد توزون مستکفی کو لیکر موصل گیا، لیکن توزون کے کاتب ابن شیرزاد نے دونوں میں صلح کرا دی، جنگ کی نوبت نہیں آئی اور ناصرالدولہ نے خراج ادا کر دیا۔

ابوالحسین بریدی کا قتل

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن بریدی کے بعد اس کا بھائی ابوالحسین جانشین ہوا تھا، مگر فوج نے اسے ہٹا کر اس کے بھتیجے ابوالقاسم کو حاکم بنالیا تھا، ابوالحسین نے قرامطہ کی مدد سے اپنی جگہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جب اس میں بھی اس کو کامیابی نہ ہوئی تو براہ راست بارگاہ خلافت سے کوشش کرنے کے لیے بغداد گیا اور توزون سے درخواست کی کہ اگر وہ اسے بصرہ کی حکومت دلوا دے تو اس کے معاوضہ میں ایک بڑی رقم پیش کریگا، توزون نے اسے مستکفی سے ملاکر سفارش کر دی، اس نے منظور کرلیا لیکن عین وقت پر ابوالقاسم

کو خبر ہو گئی، اس نے چند با اثر اشخاص کے ذریعہ ابو الحسین کی رقم سے بڑی پیشکش توزون کے پاس بھجوا دی، اور ابو الحسین ناکام رہا، اس ناکامی میں ابن شیرزاد کا بھی ہاتھ تھا، اسلیے ابو الحسین نے اسے اسکے منصب سے گرانے کی سازش کی لیکن یہ راز قبل از وقت فاش ہو گیا، اور ابن شیرزاد نے اسے توزون کے ذریعہ گرفتار کر لیا، اتفاق سے ایک معاملہ میں علماء اس کے قتل کا فتویٰ دے چکے تھے، ابن شیرزاد نے اسے مستکفی کے سامنے پیش کر کے قتل کرا دیا[۱]،

توزون کی موت اور ابن شیرزاد کی امیر الامرائی

۳۳۴ھ میں امیر الامراء توزون کا انتقال ہو گیا، اس وقت اس کا نائب ابن شیرزاد ہیت میں تھا، یہیں اس کو توزون کے موت کی خبر ملی، عراق میں سب سے بڑا امیر ناصر الدولہ والی موصل تھا، اس لیے توزون کی جگہ پر کرنے کے لیے ابن شیرزاد کی نگاہ ناصر الدولہ کی طرف اٹھی، لیکن فوج نے اس کی مخالفت کی، اور خود ابن شیرزاد کو اپنا سپہ سالار بنا کر ترکی اور دیلمی امراء اور مستکفی سے اس کی تصدیق کرا لی، اس نے ابن شیرزاد کو امیر الامرائی کا منصب عطا کر دیا،

شیرزاد نے فوج کی اس خدمت کے صلہ میں ان کی تنخواہوں اور مناصب میں بڑا اضافہ کر دیا، لیکن بغداد کا خزانہ بالکل خالی تھا، ابن شیرزاد نے مختلف ذریعوں سے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی، ناصر الدولہ سے ایک بڑی رقم اور سامان رسد منگایا، عمال حکومت، کاتبوں اور تاجروں سے روپیہ وصول کیا، جب ان ذرائع سے بھی کمی پوری نہ ہو سکی تو رعایا کی جیبوں کی طرف ہاتھ بڑھایا، ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا، اس سے بغداد میں بڑی شورش اور دن دہاڑے لوٹ مار شروع ہو گئی، تاجروں نے بغداد چھوڑ دیا اور سارے شہر میں ایک عام بدامنی پھیل گئی،

---

[۱] تجارب الامم ج ۶ ص ۹۹، ۱۰۰ ملخصاً

معز الدولہ دیلمی والی فارس کی قوت اس وقت بہت بڑھ چکی تھی، اس کی نگاہ عرصہ سے بغداد کی حکومت کے لیے اٹھ رہی تھی، بغداد کے ہنگاموں نے اس کے لیے موقع پیدا کر دیا، اس کی خوش قسمتی سے ابن شیرزاد ایک ممتاز عہدہ دار ینال کوشہ والی واسط اس سے مل گیا اور اس کو بغداد پر فوج کشی کی دعوت دی، یہ معز الدولہ کی دیرینہ آرزو تھی، اس لئے وہ فوراً آمادہ ہو گیا، ادھر ابن شیرزاد پہلے سے بغداد کے انقلاب کو روکنے سے عاجز ہو چکا تھا، اس پر مستزاد یہ ہوا کہ ترکی اور دیلمی فوجیں بھی ہنگامہ میں شریک ہو گئیں، اور بغداد میں معز الدولہ کو کوئی طاقت روکنے والی باقی نہ رہی، اس لیے اس کا معتمد علیہ امیر عبداللہ ہاشمی مع دیلمی فوجوں کے آسانی کے ساتھ بغداد میں داخل ہو گیا، اور ابن شیرزاد کو مع مستکفی کے روپوش ہو جانا پڑا،

معز الدولہ دیلمی کا بغداد میں داخلہ اور دیالمہ کا آغاز

مستکفی بالکل بے بس اور ہر غالب امیر کی پذیرائی کیلیے مجبور تھا، اسلیے بنی بویہ کا بھی اس نے خیر مقدم کیا اور ابو عبداللہ ہاشمی سے اپنی روپوشی کی صفائی میں کہا کہ میں معز الدولہ کے فائدے کیلیے چھپا تھا تاکہ ترکی فوجیں منتشر ہو جائیں، اور معز الدولہ کو بھی بغداد کے داخلہ میں دشواری نہ پیش آئے، اس کے بعد جمادی الاولی ۳۳۴ھ میں معز الدولہ بھی بغداد پہنچ گیا، اور مستکفی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بیعت کی اور عمائد و ارکان سلطنت کے روبرو دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا عہد و پیمان کیا، مستکفی نے ابو الحسین (معز الدولہ) اور اس کے دونوں بھائیوں ابو الحسن اور ابو علی کو معز الدولہ، عماد الدولہ اور رکن الدولہ کے لقب سے نوازا،[1] اور سکون پر انکے نقش کرنے کا حکم دیا، معز الدولہ نے مستکفی سے ابن شیرزاد کی خطا معاف کرا کے اپنا کاتب بنایا،

بنی بویہ شیعہ تھے، ان کو نہ بنی عباس سے کوئی ہمدردی تھی اور نہ ان کے دلوں میں خلفاء کا احترام تھا، ان کے پیشرو بھی اگرچہ مستبد تھے، لیکن انھوں نے کسی نہ کسی حد تک خلفاء کا احترام

[1] تینوں بھائیوں کو یہ خطابات خلافت بغداد کی تولیت کے بعد ملے

قائم رکھا تھا، اس لیے دیالمہ کی تولیت خلافت کے بعد خلفاء کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی، اور معزالدولہ نے مستکفی کے حقوق و اختیارات سلب کر کے اس کے گذارہ کے لیے پانچہزار ہاتھ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کر دی اور اس کو حکومت کے نظم و نسق سے بالکل الگ کر دیا، صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا، یا بعض احکام و فرامین اس کے نام سے رسماً جاری ہوتے تھے،

مستکفی کی معزولی دیالمہ کے اس اقتدار اور استبداد کے نتائج چندہی دنون مین نکلنے لگے، اور مستکفی کو تاج و تخت سے ہاتھ دھونا پڑا، اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حرم سلطانی کی قہرمانہ علم توران کے زمانے سے حکومت مین دخیل ہو گئی تھی، اس نے ترک اور دیلمی افسرون کی دعوت کی، معزالدولہ کو یہ شبہہ ہوا کہ اس دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ان افسرون سے مستکفی کی بیعت لیکر ان کے ذریعہ اس کو بغداد سے نکال دیا جائے، اس شبہہ پر وہ مستکفی سے بدگمان اور اسکی معزولی کے درپے ہو گیا، اور ایک دن جبکہ ایک قاصد مستکفی کے حضور مین باریاب ہو رہا تھا، دو دیلمیون نے جنھین معزالدولہ نے پہلے سے مقرر کر دیا تھا، مستکفی کے ہاتھوں کی طرف ہاتھ بڑھایا، وہ سمجھا دست بوسی کرنا چاہتے ہین، اس لیے ہاتھ بڑھایا، انھوں نے کھینچ کر تخت کے نیچے گرا دیا، اور گھسیٹتے ہوئے معزالدولہ کے فرودگاہ پر لاکر قید کر دیا، اور علم قہرمانہ کو گرفتار کر کے اسکی زبان کاٹ ڈالی، اور دارالخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا، اس افسوسناک طریقہ سے کل ایک سال چار مہینہ کی حکومت کے بعد مستکفی کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا،

ان واقعات کے بعد مستکفی کے دور تنزل و انحطاط کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہین، بنی بویہ خلافت عباسیہ کے حاکم مطلق تھے، اور مستکفی کی حیثیت ایک وظیفہ خوار سے زیادہ نہ تھی، معزالدولہ دربار مین اس کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا تھا، جس کی جرأت اب تک کسی نے نہ کی تھی،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۶

ابو القاسم فضل بن مقتدر الملقب بہ مطیع للہ

۳۳۴ھ تا ۳۶۳ھ مطابق ۹۴۵ء تا ۹۷۴ء

ابھی یہ لکھا جا چکا ہے کہ بنی بویہ شیعہ تھے، وہ بنی عباس کو غاصب اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافت کا اصلی مستحق سمجھتے تھے، اس لیے مستکفی کو معزول کرنے کے بعد معز الدولہ نے عباسی خلافت کو ختم کرکے علوی خلافت قائم کرنے کا ارادہ کیا، اور اس بارہ مین اپنے مشیرون سے رائے لی، یہ سب شیعہ تھے، اس لیے قریب قریب کل مشیرون نے تائید کی لیکن بعض عاقبت اندیش اشخاص نے جن کے سامنے عقیدت سے زیادہ سیاسی مصالح تھے، مخالفت کی، اور کہا کہ بنی فاطمہ کو خلیفہ بنانے کے بعد خلافت آپ کے اثر سے نکل جائے گی، بنی عباس کو آپ کی جماعت غاصب سمجھتی ہے، اور ان کے ساتھ ان کو کسی قسم کی مذہبی عقیدت نہین ہے، اس لئے آپ جب اور جس وقت چاہین عباسی خلفاء کو ان کی مدد سے معزول اور قتل کر سکتے ہین، ان کے مقابلہ مین علویون کے ساتھ ان کو مذہبی عقیدت ہے، اس لئے کسی علوی کو خلیفہ بنانے کے بعد پھر اس کے خلاف کسی حالت مین کوئی کارروائی نہ ہو سکے گی، معز الدولہ گو شیعہ تھا لیکن عقیدت کی بارگاہ مین حکومت اور جاہ و منصب کی نذر پیش کرنے کے لئے تیار نہ تھا اس نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور علوی حکومت قائم کرنے کا خیال ترک کر دیا[1]،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۴۹

عباسی خاندان میں خلیفہ مقتدر کا لڑکا فضل عرصہ سے خلافت کا متمنی تھا، اور متقی کے بعد مستکفی کے مقابلہ میں ایک مرتبہ اس کے حصول کی کوشش بھی کر چکا تھا، لیکن کامیاب نہ ہوا تھا، اس لیے مستکفی کے زمانہ بھر وہ اس کے خوف سے روپوش رہا، اس کی معزولی کے بعد معزالدولہ نے اسے تلاش کر کے خلیفہ بنایا اور جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں وہ تخت نشین ہوا، اور مطیع للہ لقب اختیار کیا، یہ ایک کنیز مشغلہ کے بطن سے تھا، تخت نشینی کے وقت ۳۴ سال کی عمر تھی، مطیع کی بیعت کے وقت مظلوم مستکفی سے باقاعدہ خلافت سے دست برداری کرا کے اس سے مطیع کی بیعت لی گئی، اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اس کو اندھا کیا گیا، اور قاہر کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ ہم دو اندھوں (قاہر اور متقی) کے لیے ایک تیسرے رفیق کی ضرورت ہے، ان حالات سے ظاہر ہے کہ مطیع صرف نام کے لیے خلیفہ تھا، اسے حکومت سے کوئی سروکار نہ تھا، دیالمہ نے اس کا وظیفہ پانچ ہزار ماہوار سے گھٹا کر کل ایک سو دینار یومیہ یعنی تین ہزار کر دیا،

جاگیروں پر فوجوں کا قبضہ اور محکمۂ خراج کا تعطل

حکومت کا خزانہ عرصہ سے خالی چلا آرہا تھا، بنی بویہ کے زمانہ میں بھی یہ صورت قائم رہی، دوسری طرف روپے کے لیے فوجوں کا مطالبہ برابر جاری تھا، اس لیے معزالدولہ نے پہلے عام رعایا کے مال پر ہاتھ ڈالا، جب اس سے بھی فوجوں کا مطالبہ پورا نہ ہو سکا، تو خالصہ شاہی اور امرا کی جاگیریں فوجی افسروں کے حوالہ کر دیں اور محکمۂ خراج بند ہو گیا،

بغداد کے مسلسل انقلابات اور شورش کی وجہ سے ان جاگیروں کی حالت نہایت ابتر تھی، زراعت تباہ ہو گئی تھی، پیداوار گھٹ گئی تھی، مواضعات اجڑ گئے تھے، ان میں سے جنکی حالت نسبتۃً کچھ بہتر تھی، ان ہی افسروں نے اپنے لیے چن لیا تھا ان کی توجہ سے انکی حالت

کسی قدر سنبھل گئی، اور ان کی آمدنی مین بھی اضافہ ہوگیا لیکن اب انکو فوجی افسرون سے واپس لینا معزالدولہ کے بس سے باہر ہوگیا،

اچھے اور زرخیر علاقے بڑے افسرون نے اپنے لیے چن لیے تھے، اور خراب علاقے معمولی سپاہیوں کے حصہ مین آئے تھے، جن کی حالت یوں ہی ابتر تھی، فوجی ان کی دیکھ بھال بھی نہ کر سکتے تھے، اس لیے وہ اور زیادہ ویران ہوگئے، اور ان کی پیداوار بہت گھٹ گئی، اس کے باوجود فوجی سپاہی کسانون سے بڑی سختی سے محاصل وصول کرتے تھے، اس سے کسانون کی حالت بہت خراب ہوگئی، فوجی علٰحدہ خسارہ دکھاتے تھے، یہ صورت دیکھ کر معزالدولہ نے نگرانی کے لیے اپنے خاص آدمی مقرر کیے لیکن یہ لوگ خود بھی طمع مین پھنس گئے، اور فوجی بھی انھیں پورا انتظام نہ کرنے دیتے تھے، جو شخص اس صورت حال کی اصلاح کرنا چاہتا اس کے وہ دشمن ہو جاتے، اس لیے کوئی اصلاح نہ ہوسکی، اور محاصل کی آمدنی بالکل گھٹ گئی، معزالدولہ نے یہ جاگیرین زیادہ تر ترکی فوج کو دی تھیں، اس لیے دیلمی الگ برہم ہوگئے، اور ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی،[1]

بنی بویہ اور آل ہمدان کی لڑائیاں اور مصالحت

بنی بویہ کے تسلط کے بعد بھی گو عباسی خلافت کئی صدیوں تک قائم رہی لیکن اس کی اصل تاریخ بنی بویہ کے زمانہ سے ختم ہو جاتی ہے اور بنی بویہ کی تاریخ کا دور شروع ہوتا ہے، جن کی خود عظیم الشان تمدنی اور سیاسی تاریخ ہے لیکن اس کو براہ راست عباسی حکومت سے کوئی علاقہ نہین ہے، اس لیے ہم اس کی تفصیل مین نہ پڑین گے، اور صرف ان ہی حالات پر اکتفا کرین گے، جن کو دولت عباسیہ سے تعلق ہوگا،

خلافت بغداد پر بنی بویہ کے تسلط کے وقت عراق میں دو بڑی طاقتین تھین، ایک موصل کا

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۵۰

حمدانی عرب خاندان، دوسری بصرہ کی بریدی حکومت، معزالدولہ کے زمانہ مین دو نئی طاقتین
اور ابھرین بطیحہ مین شاہینی ریاست کی بنیاد پڑی اور عمان مین یہان کے والی یوسف بن وجیہہ نے
طاقت پکڑی، معزالدولہ کو ان ہی چارون سے نمٹنا پڑا، اور اس سلسلہ مین بڑے بڑے معرکے
پیش آئے، ان مین صرف وہی واقعات لیے جائینگے، جن کا تعلق خلافتِ بغداد سے ہوگا،

بنی بویہ اور بنی حمدان کی کشمکش بنی بویہ کے سب سے بڑے حریف بنی حمدان تھے، ان دونون مین پرانی
چشمک چلی آتی تھی، حمدانی نسلاً عرب اور مذہباً سنی تھے، اور بنی بویہ عجمی اور شیعہ، اس لیے
خلافت بغداد پر ان کے قبضہ کے بعد ان کے ساتھ بنی حمدان کی مخالفت اور زیادہ تیز ہوگئی،
اور مستکفی کے ساتھ بنی بویہ کی بدسلوکی سے ان مین بڑا جوش پیدا ہوگیا، ناصرالدولہ نے اسکا انتقام
لینے کے لیے بغداد پر فوج کشی کردی، معزالدولہ اس کو روکنے کے لیے ایک جانب سے خود بڑھا،
اور دوسری سمت فوجین روانہ کین، لیکن ناصرالدولہ معزالدولہ کی بھیجی ہوئی فوجون کو پسپا کرکے
بغداد پہنچ گیا. اور اس کے مشرقی حصہ مین اترا، معزالدولہ اس وقت تکریت تک پہنچ چکا تھا،
ناصرالدولہ کے بغداد پہنچنے کی خبر سنکر فوراً واپس آیا، اور مغربی حصہ مین خیمہ زن ہوا، ناصرالدولہ
نے ناکہ بندی کرکے اس کا سامان رسد رکوادیا، اور مطیع کا نام خطبہ سے خارج کرکے اپنے
حدود مین اس کا سکہ منسوخ کردیا، سامان رسد کے رک جانے کی وجہ سے معزالدولہ کی فوج مین
سخت قحط پڑگیا، اور اس کو ایسی دشواری کا سامنا ہوا کہ اس کی ہمت چھوٹ گئی، اور اس نے
بھاگ جانا چاہا، لیکن قسمت یاور تھی ایک جنگی تدبیر کارگر ہوگئی جس سے ناصرالدولہ شکست کھاگیا، اسکی
کل سامان دیالمہ نے لوٹ لیا، اور محرم ۳۳۵ھ مین بغداد پر دوبارہ معزالدولہ کا قبضہ ہوگیا،
پھر اسی سنہ مین دونوں مین صلح ہوگئی، لیکن یہ صلح عارضی تھی، اور دونون کے درمیان مدتون
جنگ و صلح اور فتح و شکست کا سلسلہ قائم رہا، معزالدولہ نے کئی مرتبہ موصل پر قبضہ کرلیا، ایکمرتبہ

۳۴۵ھ میں ناصر الدولہ بغداد پر چڑھ آیا، لیکن فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے کو زیر نہ کر سکا، اور کئی سال کی مسلسل خونریز لڑائیوں کے بعد ۳۵۴ھ میں دونوں میں پھر صلح ہو گئی،[1]

ابو القاسم بریدی کی بغاوت اور اسکا خاتمہ

دیالمہ کا دوسرا مخالف ابو القاسم بن بریدی والی بصرہ تھا، ۳۳۵ھ میں اس نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، معز الدولہ نے پہلے فوجیں بھیجکر اسے شکست دی اور اس کے بہت سے ممتاز آدمی گرفتار ہوئے، پھر خود اس کے کامل استیصال کے لیے مطیع کو ساتھ لیکر ۳۳۶ھ میں ابو القاسم کے دار الحکومت بصرہ پر فوج کشی کی، مطیع کو دیکھ کر ابو القاسم کی فوجیں معز الدولہ سے مل گئیں، اور اس نے آسانی کے ساتھ بصرہ پر قبضہ کر لیا، بصرہ پر قبضہ سے ابن بریدی کی قوت ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی،

بطیحہ میں شاہینی حکومت کا قیام

۳۳۸ھ میں ایک شخص عمران بن شاہین نے بطیحہ میں ایک ریاست قائم کر لی،[2] یہ جامدہ کا ایک معمولی ماہی گیر تھا، لیکن آدمی جری اور حوصلہ مند تھا، ایک مرتبہ جامدہ کے علاقہ کے سرکاری محاصل وصول کر لیے اور گرفتاری کے خوف سے بطیحہ بھاگ گیا، یہاں آکر اس نے ڈاکہ زنی شروع کر دی، بہت سے ڈاکو اور لٹیرے اس کے ساتھ ہو گئے، اور چند دنوں میں اس کا خاصہ جتھا بن گیا، لیکن اس کے دل میں برابر حکومت کی جانب سے خطرہ لگا ہوا تھا، اسلیے معز الدولہ کے مخالف ابو القاسم بریدی سے مل گیا (یہ واقعہ ابن بریدی کے خاتمہ سے پہلے کا ہے) اور چند دنوں میں اپنی قوت بڑھا کر بطیحہ کے علاقہ پر قابض ہو گیا، اس وقت معز الدولہ کو اسکی جانب توجہ کرنی پڑی، اس نے کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں بھیجیں، بعض معرکوں میں عمران کو شکست

---

[1] ان لڑائیوں کی تفصیل بہت طویل ہے، ہم نے صرف آخری نتیجہ لکھا ہے [2] ۳۳۸ھ میں اس ریاست کی بنیاد پڑی اور ۴۰۸ھ میں اس کا خاتمہ ہوا، اس میں سات فرمانروا ہوئے، عمران بن شاہین، حسین بن عمران، ابو الفرج محمد ابن عمران، ابو المعالی بن حسن، مظفر بن علی، ابو الحسن علی بن نصر الملقب بہ مہذب الدولہ، محمد بن نسی،

بھی ہوئی لیکن اس پر قابو نہ حاصل ہوسکا، اور وہ برابر مقابلہ کرتا اور معزالدولہ کی فوجوں کو شکست دیتا رہا، آخر میں معزالدولہ کو مجبور ہوکر عمران سے صلح کرکے اسے بطائح کا حاکم بنادینا پڑا لیکن اس کے بعد بھی وہ مخالفت سے باز نہ آیا اور ایک مرتبہ اہواز کا خراج جو دارالخلافہ جارہا تھا، چھین لیا، اس لیے معزالدولہ نے پھر اس پر فوج کشی کی لیکن عین وقت پر بیمار پڑ گیا، اور یہ مہم ناتمام رہ گئی، اس کے بعد پھر معزالدولہ کو اپنی زندگی میں موقع نہ مل سکا اور بطیحہ میں عمران بن شاہین کی باقاعدہ ریاست قائم ہوگئی،

روزبہان دیلمی کی بغاوت اور اسکا خاتمہ

۳۴۵ھ میں معزالدولہ کے ایک معتمد علیہ دیلمی افسر روزبہان اور اسکے بھائی بلکا نے علی الترتیب اہواز اور شیراز میں علم بغاوت بلند کردیا، معزالدولہ کی فوج کے اکثر دیلمی دل سے اس کے خلاف تھے، اس لیے روزبہان کی بغاوت کا سہارا پاکر اہواز کی دیلمی سپاہ اس سے مل گئی اور روزبہان نے اہواز پر قبضہ کرلیا، معزالدولہ نے اس کے مقابلہ کے لیے بغداد سے فوجیں روانہ کیں، ان میں بھی سب دیلمی تھے، وہ بھی روزبہان سے مل گئے، اس لیے خود معزالدولہ کو اس کے مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا، اور اس کو شکست دیکر گرفتار کرلیا، اور اس کی تشہیر کرکے غرق کردیا، شیراز میں بلکا کی بغاوت کا خاتمہ بھی ناکامی پر ہوا، یہ بغاوت بھی دیلمیوں نے کی تھی، اس لیے ان کے فرو ہونے کے بعد معزالدولہ نے دیالمہ سے پورا انتقام لیا، اور تمام بڑے بڑے دیلمی افسروں کو گرفتار کرکے ترکوں کے ذریعہ ان کا شیرازہ منتشر کردیا، اور ان کے بجائے ترکوں کو بڑھانا شروع کیا، انھیں بڑی بڑی جاگیریں دیں اور فوج میں دیالمہ کی جگہ ترک چھاگئے، لیکن یہ بھی کچھ دیالمہ سے کم نہ نکلے، انھوں نے عروج پانے کے بعد ظلم و جور کا بازار گرم کردیا،

یوسف بن وجیہہ والی عمان کی مخالفت اور اسکا خاتمہ

تیسری مخالف قوت بحرین و عمان کے قرمطی اور یہاں کے

عام باشندے تھے، یہاں کے والی یوسف بن وجیہہ نے قرامطہ کی مدد سے بصرہ پر حملہ کردیا، لیکن معزالدولہ کی فوجون نے اسے شکست فاش دی، یوسف کے انتقال کے بعد اس کا غلام نافع جانشین ہوا، معزالدولہ نے ۳۵۴ھ مین فوج کشی کرکے اس کو مغلوب کرلیا، اور نافع نے اس کی اطاعت قبول کرکے خطبہ اور سکہ مین معزالدولہ کا نام داخل کردیا، لیکن عمان کی پوری آبادی معزالدولہ کے خلاف تھی، اس لیے نافع کو نکال کر عمان کو ہجر کے قرامطہ کے حوالہ کردیا، وہ یہاں کا انتظام نہ سنبھال سکے اور عمان کی حکومت کے لیے خود یہاں کے عمائدین کشمکش شروع ہوگئی، یکے بعد دیگرے کئی اشخاص نے حکومت حاصل کی لیکن باہمی اختلاف کی وجہ سے کسی کی حکومت قائم نہ رہ سکی، یہ بدنظمی دیکھ کر ۳۵۵ھ میں معزالدولہ نے حملہ کرکے عمان پر قبضہ کرلیا، اور یہاں کی آبادی کو بے دریغ قتل کرکے اس کی قوت توڑدی،

شیعیت کا فتنہ | بنی بویہ نہایت متعصب شیعہ تھے، چند دنون تک تو وہ خاموش رہے، پھر ان کا تعصب ظاہر ہونے لگا، دولت عباسیہ کے بہت سے وزراء اور متوسل عجمی اور شیعہ تھے، لیکن ان مین سے کسی نے علانیہ شیعیت کی ترویج و اشاعت کی جرأت نہ کی تھی، معزالدولہ نے خلفاء کی قوت ختم کرنے کے ساتھ ہی بغداد مین شیعیت کی تبلیغ شروع کردی، اور ۳۵۱ھ میں بغداد مین جامع اعظم کے پھاٹک پر لکھوایا "معاویہ بن ابی سفیان، غاصبین فدک، امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضۂ نبوی مین دفن کرنے سے روکنے والون، حضرت ابوذرؓ کو جلاوطن کرنے والون، عباسؓ کو شوریٰ سے خارج کرنے والون پر لعنت ہو"[۱] خلیفہ مین اس بدعت کو روکنے کی طاقت نہ تھی کسی سنی نے رات کو یہ عبارت مٹادی، معزالدولہ نے پھر لکھوانے کا ارادہ کیا لیکن اسکے وزیر مہلبی نے مشورہ دیا کہ صرف معاویہ کے نام کی تصریح کی جائے، اور ان کے نام کے بعد

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۷۹،

"والظالمین لآل محمد" یعنی آل محمد پر ظلم کرنے والون کا فقرہ بڑھا دیا جائے، معزالدولہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا، غالباً تبرا کی اس منافقانہ شکل کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے،

معزالدولہ نے اسی پر بس نہین کیا، بلکہ بغداد مین شیعیون کے تمام مراسم جاری کر دیے، عید غدیر کے دن عام عید اور جشن مسرت منانے کا حکم دیا، محرم کے لیے حکم جاری کیا کہ عاشورہ کے دن تمام دکانین اور کاروبار بند رکھے جائین، کل مسلمان خاص قسم کی ٹوپیان پہنکر نوحہ و ماتم کرین، عورتین چہرہ پر بھبھوت مل کر پریشان مُو گریبان چاک سینہ کوبی کرتی ہوئی شہر میں ماتمی جلوس نکالین، سنیون پر یہ احکام بہت شاق گذرے، لیکن شیعیون کی قوت اور حکومت کے مقابلہ مین بے بس تھے، اس لیے ان احکام کو منسوخ تو نہ کرا سکے لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ محرم ۳۵۳ھ مین شیعیون اور سنیون مین سخت فساد ہوا، اور بغداد مین بڑی بدامنی پھیل گئی،[1]

معزالدولہ کا انتقال ۳۵۶ھ مین معزالدولہ، عمران بن شاہین کے مقابلہ کے لیے نکلا، راستہ مین بیمار پڑ گیا، اس لیے واسط لوٹ آیا، یہان آکر مرض اور زیادہ بڑھ گیا، معدہ مین کوئی چیز ٹھہرتی نہ تھی، جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو بغداد لوٹ آیا، اور اپنے لڑکے بختیار الملقب عزالدولہ کو ولیعہد نامزد کیا، اور فقہا کو بلا کر ان کے روبرو اپنے گذشتہ اعمال سے توبہ کی، اور اپنی دولت کا بڑا حصہ خیرات کیا، اور اپنے کل غلام آزاد کر دیے، جن جن لوگون کا مال ظلم و زیادتی سے لیا تھا، سب کو واپس کر دیا، اور ان امور سے فراغت کے بعد ربیع الاول ۳۵۶ھ مین انتقال کیا،

خاندان بنی بویہ کا اصل بانی علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ والی فارس تھا، معزالدولہ اس کا چھوٹا بھائی تھا، اس کے حصہ میں کرمان کا علاقہ آیا تھا لیکن خلافت بغداد کی تولیت

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۸۴

کا جلیل القدر منصب اس کی قسمت مین تھا، ۳۳۴ھ میں اس کو یہ منصب ملا، اور ۳۵۶ھ مین اس کا انتقال ہوا، اس حساب سے اس نے گویا ۲۲ سال تک خلافت بغداد کی فرمانروائی کی،

عزالدولہ بختیار کی تخت نشینی اور اس کی نا اہلی

معزالدولہ کے بعد اس کا لڑکا بختیار الملقب بہ عزالدولہ جانشین ہوا، یہ بڑا نااہل تھا، معزالدولہ اس سے وصیت کرتا گیا تھا کہ اپنے چچا رکن الدولہ اور اس کے لڑکے عضدالدولہ کی ہمیشہ فرماں برداری کرنا، ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہ دینا، ابوالفضل عباس بن حسین اور ابوالفرج محمد بن عباس کاتب کو جو خیر خواہ دولت ہین انھین ان کے عہدون پر قائم رکھنا، سبکتگین حاجب اور ترکی اور دیلمی امرا کا خیال رکھنا، لیکن بختیار نے ان مین سے کسی وصیت کا لحاظ نہ کیا، صرف عباس بن حسین کو وزیر بنایا، اسے امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، سارا وقت لہو ولعب اور عورتون، بھانڈون، اور گویوں کی صحبت مین گذرتا تھا،

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جاگیریں دیلمی امراء کے قبضہ مین تھین، بختیار نے ان جاگیرون کی طمع مین امرا کو نکال دیا، سبکتگین حاجب کے ساتھ ایسا نامناسب طریقہ اختیار کیا کہ اس نے اس کے پاس آنا ہی چھوڑ دیا، اس کی یہ روش دیکھ کر باقی دیالمہ بھی اس کے خلاف ہو گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ جس قدر دیلمی نکالے گئے ہین سب کو ان کی جگہ بحال کیا جائے، سبکتگین ترک تھا، اس کے ساتھ بدسلوکی کے سبب سے ترک بھی بختیار سے بدگمان تھے، اور اس کے پاس کوئی قوت نہ رہ گئی تھی، اس لیے وہ دیالمہ کا مطالبہ پورا کرنے پر مجبور ہو گیا، اور اپنی نااہلی سے معزالدولہ کی قائم کی ہوئی ساری عزت خاک مین ملا دی جس کا نتیجہ اس کو بہت جلد بھگتنا پڑا،[1]

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۹۰

رعایا کے مال پر دست درازی اور بغداد میں ہنگامہ

معز الدولہ کے زمانہ میں بھی روپیہ کی قلت تھی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح کام چلاتا رہا، بختیار کے زمانہ میں اور بھی روپیہ کی کمی بڑھ گئی، اس کے وزیر ابو الفضل عباس بن حسین نے رعایا کی دولت پر ہاتھ ڈالا، اور بغداد کے تاجروں، عمائد شہر، ذمیوں اور مذہبی طبقہ تک سے اس ظالمانہ طریقہ سے روپیہ وصول کیا جس سے ہر مذہب و ملت کے لوگ اس کے خلاف ہو گئے، اور مسجدوں، آتش کدوں اور کنیسوں میں اس کے لیے بددعا ہونے لگی، اور اس کے خلاف بغداد میں عام شورش پیدا ہو گئی، لٹیروں اور فتنہ پردازوں نے موقع پاکر لوٹ مار شروع کر دی، اور بغداد میں عام بد امنی پھیل گئی، شہر کی کل دکانیں بند ہو گئیں، اور سارا کاروبار معطل ہو گیا، لوگوں کے لیے گھروں سے قدم باہر نکالنا دشوار ہو گیا، ابو الفضل نے فوجی قوت کے ذریعہ اس شورش اور بد امنی کو دبانے کی کوشش کی، بغداد کا ایک حصہ جلوا دیا، بڑی مشکلوں سے شورش رکی، اور عارضی طور سے سکون ہو گیا لیکن حکومت کا بگڑا ہوا نظام قائم نہ ہو سکا، اور لوگوں کے دلوں سے حکومت کی ہیبت جاتی رہی،[1]

۳۶۲ھ میں بختیار نے ابو العباس کو معزول کر کے اس کا مال و متاع ضبط کر لیا، اور محمد ابن بقیہ کو وزیر بنایا، یہ ابتدا میں مطبخ شاہی میں ملازم تھا، بختیار کی نظر توجہ سے وزارت کے درجہ تک پہنچا، ابن بقیہ کچھ دنوں تک ابو العباس کی ضبط شدہ دولت سے کام چلاتا رہا لیکن جب وہ ختم ہو گئی تو اسے بھی ابو العباس کا طریقہ اختیار کرنا پڑا، اور پھر بغداد میں ظلم و جور کا بازار گرم ہو گیا، اور وہی بد امنی پیدا ہو گئی سبکتگین کی مدد سے بڑی مشکلوں سے حالات اصلاح پذیر ہوئے،

ترکوں پر بختیار کی زیادتی اور اسکی مخالفت

اس کے ایک ہی سال بعد ۳۶۳ھ میں ترکی اور دیلمی فوجوں میں روپے کیلیے شورش بپا ہوئی، بغداد کا خزانہ خالی تھا، اسلیے یہ لوگ روپئے کے حصول

---

[1] تجارب الامم ج ۶ ص ۳۰۸

کے لیے ناصر الدولہ کے پاس موصل پہنچے، مگر جب یہاں بھی کچھ نہ ملا تو بختیار کو ساتھ لیکر اہواز کا رخ کیا، یہاں کے والی امیر بختگین نے بختیار کی پوری مدارات کی، اور ایک بڑی رقم مہیا کر دی جس سے فی الجملہ فوجون کا مطالبہ پورا کرنے کی ایک صورت پیدا ہو گئی تھی کہ اسی دوران مین ایک ترک اور ایک دیلمی غلام مین ایک معمولی سی بات پر جھگڑا ہو گیا، دونون جماعتین اپنے اپنے غلام کی حمایت مین لڑ گئین اور بہت سے ترک اور دیلمی مارے گئے، بختیار نے ہر چند روکنے کی کوشش کی، مگر فریقین مین سے کسی نے نہ سنا، اور بختیار نے دیالمہ کے مشورہ سے بہت سے ترکی سرداروں کو گرفتار کر کے قید کر دیا، دیالمہ نے ان کا مال و متاع لوٹ کر انکی بڑی تعداد تہ تیغ کر دی، بختیار نے سبکتگین کی جاگیر ضبط کر لی، اس سے ترک اور دیالمہ مین مستقل مخالفت پیدا ہو گئی،

بغداد پر ترکون کا قبضہ | ترکون کا سردار سبکتگین اس وقت بغداد مین تھا، بغیر اس کی گرفتاری کے ترکوں کا شیرازہ منتشر نہین ہو سکتا تھا، اس لیے بختیار نے اہواز ہی سے اسکی گرفتاری کی تدبیر کی تھی، لیکن سبکتگین کو اس کی اطلاع ہو گئی، اس نے فوراً ترکون کو جمع کر کے بختیار کے بھائی ابو اسحٰق کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے اور آپ کے بھائی کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے ہین کہ انکی اصلاح کی کوئی امید نہین، لیکن میرے آقاؤں کی جانب سے میرے ساتھ خواہ کیسی ہی برائی کا ظہور ہو مین ان کی اطاعت سے منہ نہین موڑ سکتا، اس لیے آپ حکومت قبول فرمایئے، ابو اسحٰق نے اپنی ماں سے مشورہ کیا، اس نے روک دیا، اس کے انکار پر سبکتگین نے بختیار کے محل کا محاصرہ کر کے اس مین آگ لگا دی، اور ابو اسحٰق، اس کے بھائی ابو طاہر اور اس کی ماں کو گرفتار کر لیا انھوں نے کہا ہمین چھوڑ دو، ہم لوگ واسط چلے جائین گے، سبکتگین نے انھین رہا کر دیا، ان لوگون نے خلیفہ مطیع کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، لیکن سبکتگین نے اسے جانے نہ دیا، باقی اشخاص

بغداد چھوڑ کر چلے گئے، ان کے جانے کے بعد سبکتگین نے بختیار کی کل املاک پر قبضہ کر کے دیالمہ سے ترکوں کے ساتھ زیادتی کا پورا انتقام لیا، بغداد کے سنی عرصہ سے شیعیوں کی زیادتیاں سہتے چلے آرہے تھے، بغداد پر ان کے قبضہ کے بعد ان کو شیعیون کی زیادتیون سے نجات ملی، اس لیے انھوں نے ترکوں کا پورا ساتھ دیا، سبکتگین نے انھیں بڑے بڑے مناصب عطا کیے، ترکوں کی حمایت کا سہارا پا کر سنیون نے شیعیون سے ان کے گذشتہ مظالم کا بدلہ لینا شروع کیا، اور دونون مین بڑا کشت و خون ہوا لیکن بغداد مین ترکون کی حکومت تھی، اسلیے سنی غالب رہے،

سرحدی علاقون مین رومیون کی عام یورش اور ان کی تباہی

رومیون اور مسلمانون کے درمیان کم وبیش ہر زمانہ مین جنگ کا سلسلہ جاری رہا، جس مین مسلمان عموماً غالب رہے، اس لیے دولت عباسیہ کے زوال کے زمانہ مین بھی جب تک خلفا کا کچھ بھی وقار قائم رہا، اور عالم اسلام مین ان کی آواز موثر رہی، رومیون نے اسلامی ملکون پر قبضہ کا خواب بھی نہین دیکھا، حتی کہ ترکون کے اقتدار کے زمانہ مین بھی جب خلفا بےبس ہوچکے تھے، رومیون نے اسلامی علاقون پر فاتحانہ یورش کی ہمت نہ کی، ترک گو خلفا کے مقابلہ مین جری اور بے باک تھے لیکن بیرونی اقوام کے مقابلہ مین ہمیشہ سینہ سپر رہے، اس لیے کسی قوم کو مسلمانون کے مقابلہ مین غلبہ کا تصور بھی نہ پیدا ہو سکا لیکن بنی بویہ نے اولاً خلفا کی حیثیت بالکل ختم کردی تھی، دوسرے خود ان مین کوئی جوش و ولولہ نہ تھا، اور معز الدولہ کے بعد خود ان مین خانہ جنگی شروع ہوگئی تھی، اسلیے انھین اپنی ہی حکومت سنبھالنے سے فرصت نہ ملتی تھی، اس سے رومیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے، اور انھون نے جزیرہ، شام، ارمینیا، آذربائیجان وغیرہ تمام سرحدی ملکون پر عام یورش کردی، اس کا سلسلہ برسون قائم رہا، رومیوں نے بہت سے سرحدی شہرون کو بالکل ویران کردیا، بعض پر ان کا قبضہ بھی ہوگیا، یہ علاقے زیادہ تر سیف الدولہ والی حلب کی حکومت کی سرحد پر تھے،

اس وقت یہی ایک فرمانروا مسلمان حکمرانوں مین بہادر اور باہمت تھا، اس لیے تنہا وہی رومیون کے مقابلہ مین سینہ سپر ہوا، اور برسون ان کا مقابلہ کرتا رہا، عباسی حکومت مین کوئی دم نہ تھا، اس لیے وہ کوئی مدد نہ کر سکی، ان لڑائیون کو خلافتِ بغداد سے براہ راست کوئی تعلق نہین ہے، اس لیے اس کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے، لیکن اس عہد کے عالمِ اسلام کا ایک بڑا واقعہ ہے، اس لیے مختصر حالات لکھے جاتے ہین، قیصر ارمانوس کا سپہ سالار نقفور (نیکوفورس) مسلمانون کا سخت دشمن تھا، اس نے بلقان کی تمام ریاستون کو متحد کر کے شام اور جزیرے کی سرحد پر عام یورش کر دی اور ۳۳۶ھ سے لیکر ۳۶۲ھ تک مسلسل پچیس سال خونریز لڑائیون کا سلسلہ جاری رہا، ان مین لاکھون مسلمان قتل اور گرفتار ہوئے، رومیون نے سروج، عین زربہ، آذنہ، مصیصہ، طرسوس، بہت سے سرحدی شہرون، فوجی چھاؤنیون اور قلعون پر قبضہ کر کے انکو بالکل ویران کر ڈالا، ان کی پوری مسلمان آبادی تہ تیغ کر دی، ہزارون مسلمانون کو قید کر کے لونڈی غلام بنا ڈالا مسجدون کو مسمار اور بہت سے مسلمانون کو جبراً عیسائی بنا لیا، ان نازک اور پر آشوب حالات مین تنہا سیف الدولہ ان کے مقابلہ مین سینہ سپر ہوا، اور گو وہ رومیون کی یورش کو پوری طرح نہ روک سکا لیکن جب تک زندہ رہا بڑی شجاعت اور بہادری سے مقابلہ کرتا رہا، اور جہان تک ہو سکا رومیون سے ان کے ظلم و سفاکی کا انتقام بھی لیا،

۳۵۶ھ مین سیف الدولہ کا انتقال ہو گیا، اس کی موت سے بڑا نقصان پہنچا، اسکے غلام قرویہ نے اس کے پایۂ تخت حلب پر مخالفانہ قبضہ کر لیا، اور اس مین اور سیف الدولہ کے لڑکے ابو المعالی شریف مین جنگ شروع ہو گئی جس سے مسلمانون کا رہا سہا سہارا بھی جاتا رہا، اور رومیون کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ انھون نے جزیرہ، طرابلس الشام اور حمص و انطاکیہ وغیرہ شام کے بہت سے ساحلی شہرون پر قبضہ کر کے انھین بالکل ویران کر دیا، ہزارون

گاؤں تباہ کر ڈالے، اور بے شمار مسلمان قتل و گرفتار ہوئے، ۳۵۹ھ مین نقفور نے سیف الدولہ کے پایہ تخت حلب پر فوج کشی کر کے قرویہ سے خراج وصول کیا، اور اپنی سیادت منوا کر قرویہ کو مجبور کیا کہ وہ اسلامی ملکون پر فوج کشی مین رومیون کی امداد کرے گا،

شام کو ویران کرنے کے بعد آرمینیہ اور آذربیجان کا رخ کیا، اور طلاذکرد پر قبضہ کر لیا، کوئی قوت ان کو روکنے والی نہ تھی، اور وہ جدھر رخ کر دیتے تھے، اس کو تباہ و برباد کر ڈالتے تھے، اس سے مسلمانون مین عام خوف و ہراس پھیل گیا، طلاذکرد پر قبضہ کے بعد رومی دیار بکر کے علاقہ پر حملہ کا ارادہ کر رہے تھے، کہ نقفور کے قتل کا واقعہ پیش آگیا،

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نقفور کو قسطنطنیہ کے شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا محض اس کے تدبر اور شجاعت ہی نے اسے رومی حکومت کی سپہ سالاری کے منصب، پھر تخت شاہی پر پہنچا دیا تھا، عربی مورخین کا بیان ہے کہ اس کے اجداد مسلمان اور طرطوس کے باشندے تھے، اس کے باپ ابن الفقاس نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا، اور نقفور رومی حکومت سے متوسل ہو گیا، اور اپنی بہادری، عالی دماغی اور کارنامون کے بدولت سپہ سالار اعظم کے منصب تک پہنچ گیا، جس زمانہ مین وہ سیف الدولہ سے برسر پیکار تھا، اسی زمانہ مین قیصر ارمانوس کا انتقال ہو گیا، اس نے ایک بیوہ اور دو صغیر السن بچے چھوڑے، اس وقت قسطنطنیہ کی حکومت کا کوئی سنبھالنے والا نہ تھا، اس لیے فوج نے نقفور کو مجبور کر کے حکومت کا نگران بنا دیا، اور وہ نابالغ شاہزادون کی نیابت کرنے لگا، چند دنون کے بعد اس نے ارمانوس کی بیوہ سے شادی کر لی، اس وقت اس کے دل مین خود مختاری کا خیال پیدا ہوا اور اس نے ملکہ پر زیادتی شروع کر دی، اس کی نیت مین فتور دیکھ کر ملکہ نے ایک افسر کو بلا کر اسکو قتل کرا دیا، [۱]

۱؎ ابن اثیر ج ۸ ص ۲۳۲

لیکن انگریز مورخین کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے، ان کے بیان کے مطابق نقفور ایشیائے کوچک کا ایک بڑا ممتاز رئیس تھا۔ ارمانوس کے زمانہ میں اس نے بڑا شہرہ حاصل کیا، اس کی موت کے بعد جیسا کہ عرب مورخین کا بیان ہے، اس نے ارمانوس کی بیوہ سے شادی کر لی، چند دنوں کے بعد اس میں اور نقفور کے بھتیجے میں ناجائز تعلقات ہو گئے، ان دونوں نے اس کو راستہ سے ہٹانے کے لیے قتل کر دیا[1]،

لیکن نقفور کے قتل کے بعد بھی رومیوں کا سیلاب نہ رکا، اور ۳۶۱ھ میں انھوں نے دیار بکر پر حملہ کر کے اسے برباد کیا، اس کے فرمانروا ابو تغلب بن حمدان والی موصل میں انکے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے روپیہ دیکر صلح کر لی، یہاں کے باشندوں نے جب دیکھا کہ انھیں رومیوں کے ظلم سے کوئی بچانے والا نہیں تو وہ بغداد پہنچے اور یہاں کی مساجد اور عام مجمعوں میں جا کر رومیوں کے مظالم اور اپنے مصائب بیان کر کے فریاد کی، اس کا اہل بغداد پر بڑا اثر پڑا، انھوں نے اس کے تدارک کے لیے قصر خلافت پر ہجوم کیا، مگر اس کے پھاٹک بند کر لیے گئے، اور انھیں اندر نہیں جانے دیا گیا، لیکن اہل بغداد میں بڑا جوش تھا، وہ جہاد کے لیے جوق در جوق جمع ہونے لگے، بغداد کے شورش پسند عوام نے جو ہنگامہ کے منتظر رہا کرتے تھے، اس میں شریک ہو کر لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کر دی، مکانوں میں آگ لگا دی، کرخ کا پورا بازار جلا ڈالا، اس بد امنی اور شورش کی وجہ سے وزیر دولت اور نقیب بغداد میں اختلاف ہو گیا، لیکن سنجیدہ طبقہ نے اپنی کوشش جاری رکھی،

اس وقت بختیار سیر و شکار میں مشغول تھا، عمائد بغداد نے اس کے پاس جا کر کہا کہ یہ

[1] ہسٹری آف دی نیشنز ج ۳۰ ص ۲۲۹ و ۲۳۰

وقت سیر و شکار کا نہین ہے، رومیون نے مسلمانون پر قیامت ڈھا رکھی ہے، اس کا کو تدارک ہونا چاہیے، انکا جوش دیکھ بختیار کو آمادہ ہونا پڑا، اور اس نے سبکتگین حاجب کو فوج کی تیاری کا حکم دیا، اور مسلمانون کو اس مین شرکت کی ترغیب دی، اس کی آمادگی اور توجہ سے ہزارون مسلمان جہاد کے لیے جمع ہو گئے، اور بختیار نے ابو تغلب کو لکھ بھیجا کہ مین تیاری کر رہا ہون، تم سامان رسد اور مویشیون کے چارہ کا انتظام کرو، اور مطیع سے فوجی مصارف کے لیے روپیہ طلب کیا، اس نے جواب دیا کہ "جہاد اور اس قبیل کے دوسرے فرائض اور اسکے مصارف کی ذمہ داری اس وقت مجھ پر تھی جب حکومت کی آمدنی میرے پاس آتی تھی، لیکن اس بے بسی اور مجبوری کی حالت مین یہ فرض مجھ پر عائد نہین ہوتا، اس کی ذمہ داری حکومت کے مختار کل پر ہے" اس کا یہ جواب بالکل صحیح تھا، لیکن بختیار نے دھمکی دے کر اس سے بجبر روپیہ وصول کیا، مطیع کے پاس نقد ایک حبہ نہ تھا، بختیار کی دھمکی سے ڈر کر گھر کا اسامہ اور توشہ خانہ کے کپڑے بیچکر چار لاکھ بختیار کے حوالہ کیے، روپیہ ملنے کے بعد اس نے بالکل رخ بدل دیا، اور جہاد کے بجائے اس کو اپنی ذات پر اڑا دیا، اور جہاد کا خواب پریشان ہو گیا،

دیار بکر پر رومیون کی یورش برابر قائم تھی، آخر مین حمدانی ہی خاندان پھر مقابلہ مین آیا، اور ناصر الدولہ کے لڑکے ہبتہ اللہ نے رومیون کو شکست دیکر ان کے سپہ سالار اعظم کو زندہ گرفتار کر لیا، اس کی گرفتاری کے بعد رومیون کی یورش کا زور گھٹ گیا[1]،

مطیع کی دست برداری ترک اور دیالمہ کے اختلاف سے پہلے مطیع پر فالج کا حملہ ہوا تھا، جس نے اس کو بالکل بیکار کر دیا تھا، لیکن وہ عرصہ تک اپنی حالت کو چھپائے رہا، آخر مین سبکتگین کو اس کا علم ہو گیا، اس نے اس پر زور ڈال کر ۳۶۳ھ مین اس کے لڑکے عبد الکریم طائع کے حق مین خلافت سے دست بردار کرا دیا، دست برداری کے بعد وہ بغداد چھوڑ کر واسط چلا گیا، اور یہین

[1] ان لڑائیوں کی تفصیلات بہت طویل، اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ مین مفصل مذکور ہین، ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے،

انتقال کیا، مدت خلافت ۲۹ سال تھی،

عام حالات مدت کے اعتبار سے مطیع کا عہد خاصہ طویل ہے لیکن اس پوری مدت مین سیاسی انقلابات اور شور و فتن کے سوا کوئی بھی قابل ذکر واقعہ نہین ہے، اور ان ہنگامون کو بھی مطیع اور خلافت بغداد سے کوئی علاقہ نہین، مطیع سو دینار روزانہ وظیفہ پاتا تھا، اس کے علاوہ اسے اور کسی چیز سے سروکار نہ رہ گیا تھا، وہ معز الدولہ کا ماتحت اور دست نگر تھا، اس کو انتظام حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا، اور خلافت کا وقار پستی کے انتہائی حدود کو پہنچ گیا تھا،[1]

ملک کی حالت خلیفہ سے بھی زیادہ ابتر ہو گئی تھی، بغداد مین آئے دن ہنگامے اور انقلابات بر پا ہوتے رہتے تھے، عراق و ایران میں امراء کی خانہ جنگی علی حالہ قائم تھی، شیعہ سنی جنگ علیحدہ چھڑ گئی تھی، ان ہنگامون نے امن و امان مفقود اور ملک کی معاشی حالت نہایت ابتر کر دی تھی، غلہ کا اتنا سخت قحط ہو گیا تھا کہ لوگ مردار کھانے پر مجبور اور ہزاروں آدمی بھوک کا شکار ہو گئے تھے، گلی کوچوں میں فاقہ زدہ مردے پڑے رہتے تھے اور کوئی اٹھانے والا تک نہ تھا، بڑی بڑی جائدادیں دو دو روٹیوں کے بدلہ میں بک گئیں، ایک مرتبہ مطیع کے لیے ایک کر تا بیس ہزار درہم میں خریدا گیا،[2] غرض بختیار کے زمانہ میں بغداد بالکل تباہ ہو گیا،

---

[1] دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۶۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۸

ابو الفضل عبد الکریم بن مطیع الملقب بہ طائع للہ

۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ مطابق ۹۷۴ء تا ۹۹۱ء

مطیع کی دست برداری کے بعد ابو الفضل عبد الکریم ذیقعدہ ۳۶۳ھ مین تخت خلافت پر بیٹھا، اور طائع للہ لقب اختیار کیا،

مطیع کی طرح طائع بھی بالکل بے دست وپا اور بنی بویہ کا دستِ نگر تھا، اس کے دور مین بھی خاص عباسی حکومت کی کوئی تاریخ نہین ہے، بغداد کے حالات بھی تمامتر بنی بویہ سے متعلق ہین، اس عہد مین ایک اہم تغیر یہ البتہ ہوا کہ عز الدولہ بختیار کے چچیرے بھائی عضد الدولہ بن رکن الدولہ نے بغداد پر قبضہ کر لیا، گو اس سے خلیفہ کی بے بسی مین کوئی فرق نہین آیا، لیکن عضد الدولہ بڑا جامع اوصاف اور بڑے دبدبہ وشکوہ کا فرمانروا تھا اس نے بغداد کی ابتری کو دور کر کے مختلف حیثیتون سے اس کو ترقی دی،

بغداد پر عضد دولہ کا قبضہ

بنی بویہ کی فوجی قوت کا مدار ترک اور دیالمہ دونون پر تھا، اس لئے ترکون کے ساتھ دیالمہ کی عام مخالفت کے باوجود بعض عاقبت اندیش دیلمی افسرون نے بختیار کو ان کے ساتھ بدسلوکی پر ملامت کی اور اس کو اپنا رویہ بدلنا پڑا، اور اس نے آزادرویہ ترکی کو فوج کا افسر مقرر کر کے جس قدر ترک قید تھے سب کو رہا کر دیا، اور سبکتگین کو بغداد سے نکالنے کے لئے اپنے چچا رکن الدولہ چچیرے بھائی عضد الدولہ، ابو تغلب حمدانی والی موصل

اور عمران بن شاہین والی بطیحہ سے مدد مانگ بھیجی، آخر الذکر دونوں سے خراج کی باقی رقم معاف کر دینے کا وعدہ کیا، اور عمران بن شاہین کو رشتہ قائم کرنے کی طمع دلائی لیکن اس نے اس اعزاز کو مسترد اور مدد دینے سے انکار کر دیا، ابو تغلب کے دل مین عرصہ سے بغداد پر قبضہ کرنے کا خیال تھا، وہ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر آمادہ ہو گیا، رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابو الفتح بن عمید کو فوجین دیکر بھیجا، اور عضد الدولہ کو اس سے مل جانے کا حکم دیا، عضد الدولہ کے دل مین بھی بغداد کی حکومت کی خواہش تھی، اس لیے وہ بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا، اور اپنے بھائی ابو عبد اللہ حسین کو فوجین دیکر روانہ کر دیا لیکن یہ دونون بغداد نہین گئے، ابو عبد اللہ تکریت پہنچکر ٹھہر گیا، اور عضد الدولہ نے ابو الفتح کو اہواز مین روکے رکھا، یہ دونون اس انتظار مین تھے کہ جیسے ہی سبکتگین، بختیار کے مقابلہ کے لیے بغداد سے نکلے پہنچکر قبضہ کر لین،

سبکتگین کو ان تیاریون کی خبر ہوئی تو وہ طائع کو لیکر بختیار کے مقابلہ کے لیے نکلا، ابو عبد اللہ قریب ہی تکریت مین موقع کا منتظر تھا، فوراً بغداد پہنچ گیا، اس وقت بغداد بالکل خالی تھا، اس لیے ابو عبد اللہ آسانی کے ساتھ قابض ہو گیا، اور یہان کی شورش اور بدامنی کو فرو کر کے امن و سکون قائم کیا،

مطیع عرصہ سے فالج مین مبتلا تھا، واسط پہنچکر انتقال کر گیا، اس کے بعد ہی سبکتگین کا انتقال ہو گیا، اس وقت بختیار کو کسی قدر اطمینان ہوا، اور اس کو امید بندھی کہ اب ترکون کا شیرازہ بکھر جائے گا لیکن سبکتگین کی موت کے بعد انھون نے امیر ختگین کو اپنا سردار بنا لیا، اور بختیار کو شکست دیکر واسط مین اس کا محاصرہ کر لیا، عضد الدولہ ابھی تک اہواز مین ٹھہرا ہوا تھا، بختیار نے اس کو لکھ بھیجا کہ اگر تمھارے پہنچنے مین اب ذرا بھی تاخیر ہوئی تو

میرا خاتمہ ہے، وہ اس نازک وقت کا منتظر ہی تھا، ابو الفتح کو لے کر فوراً واسط روانہ ہو گیا، اسکی آمد کی خبر سن کر ترکون نے محاصرہ اٹھا لیا اور آگے بڑھ کر دیالی مین مورچہ قائم کیا، اس درمیان مین عضد الدولہ واسط پہنچ گیا، اور بختیار کو لیکر بغداد روانہ ہو گیا، اس وقت ابو تغلب یہان موجود تھا، لیکن اس کی فوج مین خود باہم مخالفت ہو گئی تھی، اس لیے وہ عضد الدولہ کا رخ بغداد کی طرف دیکھ کر موصل چلا گیا، اس کے بغداد چھوڑنے کے بعد ترک پہنچ گئے، عضد الدولہ نے پہلے سے ان کے سامان رسد کی بندش کا انتظام کر دیا تھا، ابو تغلب نے علیحدہ ناکامی کے غصہ مین ناکہ بندی کر دی، اس لیے باہر سے کوئی چیز بغداد نہ پہنچ سکتی تھی، اور یہان سخت گرانی پیدا ہو گئی، حسب معمول بغداد کے شورش پسندون نے لوٹ مار شروع کر دی، اور ایک عام بدامنی پھیل گئی، عین اس حالت مین عضد الدولہ قریب آگیا، دیالی اور مداین کے قریب ترکون نے روکنے کی کوشش کی لیکن ان کو بڑی فاش شکست ہوئی، اور وہ تکریت چلے گئے، اور عضد الدولہ بغداد مین داخل ہو گیا،

اگرچہ عضد الدولہ بغداد پر قبضہ کی نیت سے آیا تھا لیکن اس کا باپ رکن الدولہ اپنے بھتیجون کو بہت عزیز رکھتا تھا، اس لیے علانیہ بختیار کا حق غصب کرنے مین باپ کی برہمی کا خطرہ تھا، اس کو معلوم تھا کہ بختیار کے پاس روپیہ نہین ہے، اس لیے اس نے فوج کو بھڑکا دیا، اس نے سختی کے ساتھ کامیابی کا انعام طلب کیا، بختیار نے کسی نہ کسی صورت سے کچھ روپیہ مہیا کیا، اس وقت عضد الدولہ نے اسے روکا، اور اس سے کہا کہ ان کے مطالبات کا مطلق لحاظ نہ کرو، یہ لوگ سختی کے عادی ہین ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے ہم انھین یقین دلادو کہ تم کو حکومت کی کوئی خواہش نہین ہے، یہ سن کر سب ٹھنڈے پڑ جائین گے، سادہ لوح بختیار اسکے فریب مین آگیا، اور حکومت سے استعفیٰ دیکر گھر بیٹھ گیا، اور تمام لوازم شاہی موقوف کر دیے۔

عضد الدولہ نے بختیار کو اس پر بھی آمادہ کر لیا کہ عضد الدولہ اس سے افسروں کی سفارش کرے گا اور بختیار اسے مسترد کر دیگا، اس کے بعد افسرون کی سفارش کی، بختیار نے اس کی ہدایت کے مطابق جواب دیا کہ میں نہ تم لوگون کا حاکم ہون اور نہ تم سے میرا کوئی واسطہ ہے اس لیے اب مین بالکل بری الذمہ ہوں، اس جواب سے فوج مین اور زیادہ برہمی پیدا ہوگئی

سادہ لوح بختیار اب تک اس دھوکے میں تھا کہ عضد الدولہ اس کے معاملات درست کرادیگا، چنانچہ آخر مین اس نے عضد الدولہ سے مداخلت کی خواہش کی لیکن اب وہ اپنا کام پورا کر چکا تھا، اس نے بختیار کے بھائیون کو بہانہ سے بلا کر گرفتار کر لیا، اور لوگون کو جمع کر کے حکومت سے بختیار کا استعفا سنا دیا، طائع بھی بختیار سے شاکی تھا، اس کو اس کے استعفیٰ سے بڑی مسرت ہوئی اور وہ عضد الدولہ کے پاس چلا آیا، اس نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی اور ایک بڑی رقم نذر دیں اور بہت سا سامان ہدیہ مین پیش کیا، قصر خلافت کو از سر نو آراستہ کیا، شاہی جاگیر کی حفاظت کا انتظام کیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خلافت کا کھویا ہوا وقار پھر قائم ہو جائیگا، [1]

رکن الدولہ کی برہمی بختیار کے لڑکے مرزبان نے جو بصرہ مین تھا، عضد الدولہ کے باپ رکن الدولہ کو یہ حالات لکھ بھیجے، اس کو اپنے بھائی بھتیجون سے بڑی محبت تھی، بختیار کے ساتھ عضد الدولہ کے فریب کا حال سن کر شدت غم مین تخت شاہی سے نیچے گر پڑا اور کھانا پینا چھوڑ دیا،

بختیار مین خود کوئی صلاحیت نہ تھی، اس کا وزیر ابن بقیہ عمران بن شاہین والی بطیحہ اور سہیل بن بشر والی اہواز کو ملا کر عضد الدولہ کے مقابلہ کے لیے اٹھا، اس نے بھی مقابلہ کے لیے فوج بھیجی، ابن بقیہ نے اسے شکست دیکر رکن الدولہ کو تمام حالات لکھ بھیجے، اسکو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی، وہ عضد الدولہ سے اتنا برہم تھا کہ ابن بقیہ کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ

[1] ابن اثیر مین یہ حالات بہت طویل ہین، ہم نے خلاصہ نقل کیا ہے، ج ۸ ص ۲۱۲ تا ۲۱۵

عضد الدولہ کے مقابلہ مین استقلال سے کام لو. مین خود اس کو بغداد سے نکالنے کے لیے آتا ہون،
رکن الدولہ کے ارادہ کا شہرہ ہوا تو عضد الدولہ کی ہوا بالکل اکھڑ گئی، بہتون نے اس کا ساتھ چھوڑ
دیا، اور اس کی عام مخالفت شروع ہو گئی، والی فارس نے خراج روک دیا، اور عضد الدولہ کے
پاس صرف بغداد رہ گیا، یہ صورت حال دیکھکر وہ بہت گھبرایا، اور باپ کو راضی کرنے کے لیے
وزیر ابوالفتح ابن العمید کے ہمراہ ایک قاصد کی زبانی یہ پیام کہلا بھیجا کہ مین نے بختیار کی نااہلی
کی وجہ سے بغداد پر قبضہ کیا ہے، اس مین ملک کی حفاظت کی مطلق صلاحیت نہین ہے،
اگر اس کو عراق کی حکومت پر بحال کیا گیا تو حکومت اور خلافت کی تولیت ہمارے خاندان
سے نکل جائین گی، مین اس کے لیے کافی دولت صرف کر چکا ہون، اس لیے بختیار کی مدد کا
خیال ترک فرما دیجئے، اگر یہ منظور نہین ہے تو مین عراق کی حکومت کے معاوضہ مین تین کرور سالانہ
پیش کرنے کے لیے تیار ہون، اور بختیار اور اس کے بھائی کو آپ کی خدمت مین بھیجدوں گا
اگر وہ آپ کے پاس قیام کرنا پسند کرین گے تو آپ کے پاس رہین گے، اور اگر انکو حکومت
کی خواہش ہوگی تو فارس کا کوئی حصہ ان کو دیدیا جائے گا، آپ پسند فرمائین تو خود تشریف لا کر
بغداد کی حکومت اپنے ہاتھوں مین لے لیجیے، بختیار کو رے بھیجدیجئے، مین فارس لوٹ جاؤنگا
اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو آپ میرے والد ہیں آپ کے تمام احکام میرے سر آنکھون پر
لیکن بختیار اور اس کے بھائیوں کی دشمنی مول لینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا میرے امکان
میں نہین ہے، ورنہ پوری قوت کے ساتھ میرے مقابلہ میں آجائیں گے، اور خاندان کا شیرازہ
بکھر جائے گا، مین نے جو صورتیں پیش کی ہین ان میں سے جو صورت آپ پسند فرمائیں، مین
تابع فرمان رہوں گا، اور اگر کوئی صورت بھی پسند خاطر نہیں ہے اور میری واپسی ہی پر
اصرار ہے تو میں بختیار، اس کے بھائیوں اور اس کے حامیوں کو قتل کر کے عراق چھوڑ کر

کسی طرف نکل جاؤں گا، جس کا دل چاہے گا یہاں کی حکومت سنبھالے گا۔

جب قاصد نے رکن الدولہ کو یہ مطالبات سنائے تو وہ جوش غضب سے لبریز ہو گیا، اور قاصد کو قتل کرنے کے لیے جھپٹا، وہ بھاگ گیا، غصہ فرو ہونے کے بعد قاصد کو بلا کر اس سے کہا کہ جا کر اس ناشدنی سے کہدو کہ تو میرے بھتیجے کی مدد کے لیے نکلا بھی تو اس کے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے، تجھ کو معلوم نہیں کہ میں نے اپنی جان اور حکومت کو خطرہ میں ڈال کر ایک اجنبی شخص حسن بن فیرزان کی بار بار مدد کی، اور کامیابی کے بعد اس کی حکومت اس کے حوالہ کر دی اور اس کے معاوضہ میں ایک درہم کی چیز بھی قبول نہ کی، اپنی فوجیں اور اپنا وزیر بھیجکر ابراہیم بن مرزبان والی آذربیجان کا ملک اسے واپس کر دیا، اس سے بھی ایک حبہ نہیں لیا، میں نے اپنی شرافت، نیک نامی اور شجاعت کی بقا و شہرت کے لیے یہ کیا، اور تو ایسا ننگ خاندان نکلا کہ مجھ پر اور میرے بھتیجے پر دو درہم کا احسان رکھتا ہے اور ان غریبوں کی حکومت غصب کرنا چاہتا ہے، اور مجھے ان کے قتل کی دھمکی دیتا ہے، افسوس تیرے باپ نے تو غیروں کے ساتھ احسان کیے اور تو اپنوں کا حق غصب کرتا ہے۔

عضد الدولہ کی بغداد سے واپسی اور بختیار کی بحالی

قاصد کو واپس کرنے کے بعد رکن الدولہ نے وزیر ابن العمید سے کہا کہ تم دونوں (ابن العمید اور بختیار) آزاد ہو، تمھارے بس میں جو کچھ ہو کر گذرو، میں بھی پوری قوت کے ساتھ تمھارا مقابلہ کروں گا، میں ہر رات معزالدولہ کو خواب میں دیکھتا ہوں، وہ دانتوں میں انگلی دبا کر مجھ سے کہتے ہیں کہ "بھائی آپ نے ذمہ داری لی تھی کہ میرے لڑکوں کے معاملات میں میری نیابت کریں گے"۔

رکن الدولہ عرصہ تک اس جرم میں ابن العمید سے برہم رہا کہ اس نے بھی عضد الدولہ کی سفارت کا فرض انجام دیا تھا، آخر میں اس نے رکن الدولہ سے معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ

عضد الدولہ کو فارس لے آئے گا، اور بختیار کو عراق واپس دلا دیگا، چنانچہ بغداد واپس جا کر عضد الدولہ سے پوری سرگذشت سنا کر حالات کی نزاکت واضح کی، اس وقت عضد الدولہ کو چار و ناچار عراق چھوڑنا پڑا اور اس نے بختیار کو رہا کر کے اس شرط پر بغداد کی حکومت پر بحال کر دیا کہ اس کی حیثیت عضد الدولہ کے نائب کی رہے گی، اور وہ خطبہ میں اس کا نام لیا کرے گا، اور فوج کی سپہ سالاری بختیار کے بھائی ابو اسحٰق کے متعلق کر کے فارس لوٹ گیا،

بختیار میں خود کوئی اہلیت نہ تھی، اس لیے حکومت پر اس کا وزیر ابن بقیہ حاوی ہو گیا، یہ بڑا خود غرض اور جاہ پسند تھا، اپنی بد دماغی اور ناپسندیدہ روش سے پھر بغداد میں شورش پیدا کر دی، اور عضد الدولہ کی واپسی کے بعد ہی اس کا قائم کیا ہوا نظام درہم برہم ہو گیا، ابن بقیہ کو بختیار پر بھی اعتماد نہ تھا، اس نے اس کو قابو میں رکھنے کے لیے اپنی لڑکی شاہ ناز اس کے ساتھ بیاہ دی تھی، اور فوج کو ملا کر حکومت کے محاصل اپنے قبضہ میں کر لیے تھے، اور جب فوج اس سے روپیہ کا مطالبہ کرتی تو وہ بختیار کو ملزم بنا کر فوج کو اس کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتا لیکن یہ تدبیر کامیاب نہ ہو سکی، اور چند دنوں میں فوج اس کے خلاف ہو گئی، اور اس سلسلہ میں اس کے اور بختیار کے تعلقات کشیدہ ہو گئے[1]،

رکن الدولہ کی وفات

۳۶۵ھ میں رکن الدولہ مرض الموت میں مبتلا ہوا، عضد الدولہ اس وقت فارس میں تھا، اس کو خبر ہوئی تو وزیر ابن العمید کے ذریعہ اپنی خطا معاف کرائی اور رکن الدولہ نے جمادی الاولیٰ ۳۶۵ھ میں اس کو ولیعہد نامزد کر کے اس کے بھائیوں ابو الحسن، فخر الدولہ اور مؤید الدولہ کو ہمدان اور اصفہان کی حکومت عطا کی اور ان کو آپس میں متحد و متفق رہنے کی وصیت کر کے محرم ۳۶۶ھ میں انتقال کر گیا، اس وقت ستر سال کی عمر تھی۔

---

[1] یہ حالات ملخصاً تجارب الامم سے ماخوذ ہیں،

رکن الدولہ بڑا جامع اوصاف فرماں روا تھا۔ اس میں تدبیر و سیاست اور محاسن اخلاق تمام خوبیاں جمع تھیں، عدل و انصاف میں بڑا اہتمام تھا، اس کے دور میں کسی فرد پر ظلم نہ ہونے پاتا تھا، اس لیے رعایا میں بہت مقبول و محبوب تھا حتی الامکان خونریزی سے بچتا تھا، صرف مجبوری کی حالت میں تلوار اٹھاتا تھا، بڑا مخیر و فیاض اور فقراء و مساکین کا ملجی و ماویٰ تھا، مزاج میں نرمی اور حلم غالب تھا، اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ کرتا تھا، اس کی غیر معتدل نرمی پر اس کے ہوا خواہوں نے توجہ دلائی اور مرداویج کی سخت گیری کی مثال پیش کی، اس نے جواب دیا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا، اس کی درشتی کی وجہ سے اس کے خاص آدمی تک اس کے خلاف ہو گئے، اور میرے حلم و نرمی کی وجہ سے مجھ کو کتنی مقبولیت حاصل ہے، اور کیسا پھلا پھولا۔[1]

بغداد پر عضد الدولہ کا دوبارہ قبضہ

عضد الدولہ نے محض باپ کے خوف سے بغداد چھوڑا تھا، اس کی موت کے بعد پھر اس میں اور بختیار میں مخالفت شروع ہو گئی، اور بختیار، حسنویہ کردی، امیر ابو تغلب حمدانی اور عمران بن شاہین وغیرہ امراء کی مدد کے وعدہ پر عضد الدولہ کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہو گیا اس سے عضد الدولہ کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا چنانچہ وہ بھی بختیار کے مقابلہ میں آگیا، حسنویہ کردی اور ابو تغلب نے بختیار کی مدد کا وعدہ پورا نہیں کیا، اس لیے اس کی قوت کمزور تھی، چنانچہ ایک ہی معرکہ کے بعد وہ شکست کھا گیا، اور اس کا کل سامان عضد الدولہ کے قبضہ میں آیا، اور اس نے بصرہ پر قبضہ کر لیا، بختیار واسط چلا گیا، اس کے اور ابن بقیہ کے اندرونی تعلقات سخت کشیدہ تھے، عضد الدولہ بھی ابن بقیہ کو ناپسند کرتا تھا، اس لیے واسط جانے کے بعد بختیار نے عضد الدولہ کو خوش کرنے کے لیے ابن بقیہ کو گرفتار اور اس کا مال ضبط کر کے عضد الدولہ کو صلح کا پیام دیا، وہ بھی صلح کے لیے آمادہ ہو گیا، لیکن ابھی دونوں میں صلح کی گفتگو ہو رہی تھی کہ حسنویہ کردی کے لڑکے تھوڑی سی فوج لے کر بختیار کی مدد کو پہنچ گئے، اتنا سہارا پا کر اس نے

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۱، ۲۲۲

صلح کی گفتگو ختم کردی، اور پھر جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا عضدالدولہ کو اس کی اطلاع ہو گئی اور بختیار واسط سے بغداد چلا گیا۔[1]

اس کے بغداد جانے کے بعد عضدالدولہ نے بغداد پر فوج کشی کر دی اور بختیار کو لکھ بھیجا کہ تمھارے حق مین بہتر یہ ہے کہ میری اطاعت قبول کر لو، اور ابو تغلب کی حکومت کے علاوہ اور جس مقام پر قیام پسند کرو، عراق چھوڑ کر چلے جاؤ، مین تمھاری جملہ ضروریات کی کفالت کرونگا، بختیار اس کی مخالفت پر آمادہ تو ہو گیا تھا لیکن اس مین اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے چار و ناچار اسے ماننا پڑا، اور اس نے اپنے قیام کے لیے شام کو پسند کیا عضدالدولہ نے اس صلہ مین اسے خلعت عطا کیا، اور ابن بقیہ کو جو ابتک بختیار کے پاس تھا، مانگ بھیجا، بختیار نے اس کی آنکھین نکلوا کر عضدالدولہ کے پاس بھجوا دیا، اور عراق چھوڑ کر شام روانہ ہو گیا، عضدالدولہ نے ابن بقیہ کو قتل کر کے اس کی لاش سولی پر آویزاں کرائی،

بختیار کا قتل اور بغداد پر عضدالدولہ کا قبضہ

ابو تغلب والی موصل اور اس کے بھائی حمدان مین مخالفت تھی، حمدان ان کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا تھا، بختیار جب بغداد سے شام روانہ ہوا تو حمدان اس کے پاس پہنچا، اور موصل کی زرخیزی اور ثروت کی طمع دلا کر اسے شام کے بجائے موصل چلنے کا مشورہ دیا، وہ پھر طمع مین آگیا، اور معاہدہ کے خلاف موصل جانے کے لیے آمادہ ہو گیا، ابو تغلب کو اس کی اطلاع ہو گئی، اس نے حمدان کے توڑ مین بختیار کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ حمدان کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجد یجئے تو مین آپ کو بغداد کی حکومت واپس دلا دونگا، یہ رشوت حمدان کی رشوت سے زیادہ قیمتی تھی، اس لیے بختیار نے حمدان کو گرفتار کر کے اس کو ابو تغلب کے آدمیون کے حوالہ کر دیا، ابو تغلب نے وعدہ

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۲ و ۲۲۳

پورا کیا، اور بیس ہزار فوج کے ساتھ بغداد پر فوج کشی کی لیکن عضد الدولہ نے آگے بڑھ کر تکریت کے قریب ابو تغلب کو فاش شکست دی، بختیار زندہ گرفتار ہوا، عضد الدولہ نے اسے قتل کرا دیا، اس وقت اس کی عمر ۳۳ سال کی تھی، بختیار کے قتل کے بعد عضد الدولہ خلافت بغداد کا متولی ہوگیا، اور یہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، بغداد کے اندر خلیفہ کے علاوہ کسی دوسرے کے خطبہ کی یہ پہلی مثال تھی[۱]،

ابو تغلب حمدانی والی موصل کا قتل اور حمدانی حکومت کا خاتمہ

عراق کے اطراف میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن سے ہر وقت مخالفت کا خطرہ لگا رہتا تھا، اس لیے بغداد پر قبضہ کے بعد عضد الدولہ ان کی طرف متوجہ ہوا، لیکن ان واقعات کو خلافت بغداد سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے ان کے صرف مختصر حالات لکھے جاتے ہیں،

ان ریاستوں میں سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ دیالمہ کی مخالف موصل کی حمدانی حکومت تھی، اس لیے عضد الدولہ نے سب سے اول موصل پر فوج کشی کی، کردستان کا علاقہ پہاڑی اور پر پیچ ہے، اس لیے حمدانی اپنے دشمنوں کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کے بجائے ان کو چکر دیکر تھکا ڈالتے تھے، یہی تدبیر ابو تغلب نے عضد الدولہ کے مقابلہ میں بھی اختیار کی، لیکن اس نے پہلے سے اس کا انتظام کر لیا تھا، اس لیے ابو تغلب کو اس میں کامیابی نہ ہوئی، اور عضد الدولہ نے موصل پر قبضہ کر لیا اور ابو تغلب کی تلاش میں ہر طرف فوجیں پھیلا دیں، وہ عرصہ تک ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتا رہا، لیکن دیلمی فوجوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، اور ابو تغلب کو مجبور ہو کر رومی علاقے میں نکل جانا پڑا، اور وہ وردہ[۲] رومی سے مد

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ ص ۳۲۹ [۲] یہ ایک رومی بطریق اور فوجی افسر تھا، قیصر ارمانوس کے نابالغ بچے کی حکومت کے زمانہ میں اس نے قسطنطنیہ کی حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوا، ابو تغلب نے جس وقت اس سے امداد مانگی ہے اس وقت وردہ انہی مشکلات میں مبتلا تھا،

مانگنے پر مجبور ہوگیا، لیکن وہ خود اپنی ذاتی مشکلات مین مبتلا تھا، اس لیے مدد نہ کرسکا، اور ابو تغلب ناکام واپس آیا، اس درمیان مین عضد الدولہ نے میافارقین اور دیار بکر وغیرہ پر قبضہ کرلیا تھا، اس لیے ابو تغلب نے واپس ہوکر پھر عضد الدولہ سے صلح کی کوشش کی، اس نے جواب دیا کہ بغیر اس کے خود حاضر ہوئے صلح نہین ہوسکتی، اس پر ابو تغلب آمادہ نہ ہوا، اور مایوس ہوکر شام چلا گیا، اس زمانہ مین ایک شخص بسام نے فاطمیۂ مصر کے خلاف دمشق پر قبضہ کرلیا تھا، ابو تغلب نے فاطمی فوج کی مدد سے اس کو یہان سے نکالنے کی کوشش کی، مگر اس مین بھی اس کو ناکامی ہوئی، اس دوران مین دیار مضر پر بھی عضد الدولہ کا قبضہ ہوگیا، اور یہان سے حمدانی حکومت ختم ہوگئی، اور عضد الدولہ ۳۶۸ھ مین ابو الوفا کو اس کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر بغداد لوٹ گیا،

شام مین رملہ کے قریب عرب قبیلہ بنی عقیل کی آبادی تھی، اس کو ایک عرب سردار دغفل جو رقہ پر قابض ہوگیا تھا، یہان سے ہٹانا چاہتا تھا، بنی عقیل، ابو تغلب سے مدد کے طالب ہوئے، اس نے اس شرط پر دونون مین صلح کرادی کہ عزیز باللہ فاطمی والیِ مصر جو فیصلہ کردیگا اس کو دونون فریق مان لیں گے، اس کے بعد وہ بنی عقیل کے یہان چلا گیا، دغفل اور اس کے دوسرے ساتھی فضل کو شبہہ ہوا کہ ابو تغلب بنی عقیل سے مل کر ان کی آبادی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اس لیے وہ ابو تغلب کے مقابلہ مین آگئے، اس وقت بنی عقیل نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، ابو تغلب نے بھاگ جانا چاہا، لیکن دغفل کے آدمیون نے اسے گرفتار کرلیا، اور فضل نے اس کو قتل کرادیا، اس کے قتل کے بعد حمدانی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، مشرق مین تنہا یہی عرب حکومت تھی، جو عربون کے نام کو قائم کیے ہوئے تھی، اس لیے وہ ہمیشہ سے عجمیون کی نگاہ مین کھٹکتی تھی، اور بالآخر دیالمہ کے ہاتھون اس کا خاتمہ ہوا،

دولت حسینیہ کردستان کی اطاعت آلِ حمدان کے خاتمہ کے بعد عضد الدولہ، کردستان کی حسینی حکومت

کی طرف متوجہ ہوا، یہ حکومت ۳۵۰ھ مین قائم ہوئی تھی، اس مین اور بنی بویہ میں پہلے سے کشمکش تھی، اس کا فرمانروا بدر بن حسنویہ کئی بھائی تھے، جو مختلف قلعوں پر قابض تھے، ان مین باہم پھوٹ پڑ گئی، عضد الدولہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر ۳۶۹ھ میں سب کے قلعوں پر قبضہ کر لیا، اور بدر کو جو سب مین زیادہ عاقل تھا، اپنی جانب سے قلعوں کا حاکم بنا دیا، اس وقت سے یہ حکومت عضد الدولہ کے ماتحت ہوگئی، لیکن چند ہی دنون کے بعد بدر کے بھائیون نے اس کے خلاف بغاوت کر دی، عضد الدولہ نے انھین شکست دیکر بدر کے سوا حسنویہ کی کل اولادون کو قتل کرا دیا،

ہمدان اور رے پر قبضہ عضد الدولہ کے بھائی فخر الدولہ والی ہمدان کا رویہ اس کے ساتھ مخالفانہ تھا، اور اس کی اور بختیار کی جنگ مین فخر الدولہ کی ہمدردی بختیار کے ساتھ تھی، اسلیے آل ہمدان اور حسنیہ کردستان کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد عضد الدولہ نے پہلے فخر الدولہ کو ایک تادیبی خط لکھا، اس نے اس کا نامناسب جواب دیا، اس لیے عضد الدولہ نے اس پر فوج کشی کر دی، فخر الدولہ مین اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، وہ شمس المعالی قابوس بن وشمگیر والی جرجان کے پاس بھاگ گیا، اور عضد الدولہ نے ہمدان پر قبضہ کر لیا، شمس المعالی نے فخر الدولہ کی بڑی پذیرائی کی، اور اپنی حکومت کا ایک حصہ اس کو دیدیا، عضد الدولہ نے رے وغیرہ پر قبضہ کرکے اپنے تیسرے بھائی معز الدولہ کو ہمدان اور رے پر اپنا نائب مقرر کیا، اس کے انتظام سے فراغت کے بعد شمس المعالی کو لکھ بھیجا کہ وہ فخر الدولہ کو اس کے حوالہ کر دے اور اس کے صلہ مین بعض علاقے اور نقد دینے کا وعدہ کیا، شمس المعالی نے انکار کیا اس لیے ۳۷۱ھ مین عضد الدولہ نے اپنے بھائی مؤید الدولہ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے شمس المعالی کو شکست دی، اور وہ اپنا مال و متاع لے کر جرجان سے نیشاپور چلا گیا،

مویدالدولہ بھی اس کے تعاقب میں پہنچا، نیشاپور کے سامانی حاکم حسام الدولہ نے امیر نوح بن منصور سامانی کو اطلاع دی کہ فخرالدولہ اور شمس المعالی عضدالدولہ سے شکست کھا کر حصول امداد کے لیے آئے ہیں، اس نے اعزاز و اکرام کے ساتھ دونوں کی میزبانی اور انکی امداد کا حکم دیا، اور اپنے وزیر ابوالحسین عتبی کو بھی ان کی مدد پر مامور کیا، حسام الدولہ نے جرجان پر فوج کشی کر کے مویدالدولہ کا محاصرہ کر لیا، کامل دو مہینے جنگ جاری رہی، محاصرہ کی شدت سے جرجان میں سخت قحط پڑ گیا، اور مویدالدولہ کی فوج بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئی مگر اس نے باہر نکل کر بڑی پامردی اور شجاعت سے مقابلہ کیا، اس درمیان میں مویدالدولہ نے سامانی فوج کے بعض امیروں کو ملا لیا، انھوں نے عین موقع پر دھوکا دیا، اس لیے حسام الدولہ اور فخرالدولہ کو شکست ہوئی، اور وہ نیشاپور لوٹ گئے، امیر نوح سامانی کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے دوبارہ فوج کشی کے لیے اپنی تمام فوجوں کو نیشاپور میں جمع ہونے کا حکم دیا، اس پر ہر طرف سے فوجوں کا سیلاب امنڈ آیا، لیکن فخرالدولہ کی بدقسمتی سے عین اس موقع پر امیر نوح کے وزیر ابوالحسین کے قتل کا واقعہ پیش آگیا، اور خود بخارا میں بدنظمی پیدا ہو گئی، اس لیے امیر نوح نے حسام الدولہ کو وہاں کا نظام قائم کرنے کے واپس بلا لیا اور یہ مہم ناتمام رہ گئی، [1]

عضدالدولہ کا انتقال

عضدالدولہ عرصہ سے صرع کے مرض میں مبتلا تھا، شوال سنہ ۳۷۲ھ میں انتقال کر گیا، لاش بغداد سے نجف لے جا کر حضرت علیؓ کے جوار میں سپرد خاک کی گئی، وفات کے وقت کل ۴۸ سال کی عمر تھی،

اوصاف و کارنامے

عضدالدولہ دیلمی خاندان کا گل سر سبد اور بڑا جامع اوصاف فرمانروا تھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۳۲ تا ۲۳۵

عقل و دانش، تدبیر و سیاست، شجاعت و شہامت، فضل و کمال، علم نوازی اور علما پروری جملہ اوصاف جہانبانی میں یگانہ تھا، اس نے اپنے دور میں دیلمی حکومت اور خلافت بغداد دونوں کو علمی و تمدنی حیثیت سے بڑی ترقی دی، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ عاقل، فاضل، مدبر، باہیبت، عالی ہمت، صائب الرائے، فضائل دوست، فضلا نواز، بخشش کے موقع پر فیاض اور احتیاط کے موقع پر محتاط اور عاقبت اندیش فرمانروا تھا[۱]، ابن خلکان کا بیان ہے کہ ملک کی وسعت، سلاطین اور حکومتوں پر غلبہ اور جاہ و جلال اور عظمت و شان میں وہ پورے دیلمی خاندان میں ممتاز تھا، اس نے بہت سے ملک زیرنگین اور بہت سے فرمانروا مغلوب کیے، تاریخ اسلام میں وہ پہلا فرماں روا ہے جو شہنشاہ کے لقب سے ملقب ہوا، اور بغداد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، وہ فاضل اور علما نواز تھا، بہت سے علوم میں اس کو دستگاہ حاصل تھی، علما نے اس کے لیے کتابیں اور شعراء نے اس کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے، وہ ایک ماہر ادیب اور خوش گو شاعر تھا، ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں اس کے اشعار نقل کیے ہیں[۲]۔

اپنے باپ اور چچا اور دوسرے حکمرانوں کی متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ملا کر ایک متحدہ حکومت قائم کردی، خلافت پر زوال کے ساتھ بغداد اجڑ گیا تھا، اس کی علمی مجلس برہم ہوگئی تھی، عضد الدولہ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا، اس کی علم نوازی کے بدولت مختلف ملکوں کے علماء کھنچ کر بغداد میں جمع ہوگئے، اور اس کے نام پر کتابیں لکھیں، چنانچہ نحو میں کتاب الایضاح والتکملہ، قرائتِ سبعہ میں حجۃ، طب میں ملکی اور تاریخ میں تاجی لکھی گئیں[۳]،

رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دیے، بغداد مسلسل شورشوں اور سیاسی انقلابات سے اجڑ گیا تھا، اس کو دوبارہ آباد کیا، مدینہ طیبہ کے گرد شہر پناہ تعمیر کرائی، حضرت علیؓ کی قبر کا پتہ چلا کر

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ ص ۷، [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۶ ۴ ھ [۳] ابن اثیر ج ۹ ص ۸

اس پر عمارت بنوائی، سارے ملک محروسہ مین شفاخانے، پل اور دوسری رفاہ عام کی عمارتیں بنوائین، [1]

بغداد کا شفاخانہ جو بیمارستان عضدی کے نام سے موسوم تھا، بڑا عظیم الشان تھا، اس کے اخراجات کے لیے ایک خطیر رقم وقف کی، ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس سروسامان اور حسن انتظام کا کوئی دوسرا شفاخانہ دنیا مین نہ تھا، اس کے لیے جو آلات اور ساز وسامان فراہم کیے گئے تھے، ان کے اوصاف کے بیان سے قلم قاصر ہے، [2]

ہر سال کے آغاز مین صدقہ کے لیے ایک خطیر رقم نکالتا تھا اور اس کو معتبر علما، اور قضاۃ کے ذریعہ سارے ممالک محروسہ کے مستحقین مین تقسیم کراتا تھا، [3]

ان خوبیوں کے ساتھ اس مین بعض عیوب بھی تھے، خونریزی مین بڑا بے باک تھا اور حصول دولت کے لیے متعدد نئے ٹیکس قائم کیے، [4]

بارگاہ خلافت سے تعلقات اگرچہ طائع عملاً عضد الدولہ کے ماتحت تھا، اور خلافت کا سارا نظام اس کے ہاتھوں میں تھا، لیکن عضد الدولہ نے اس کا ظاہری احترام پوری طرح قائم رکھا تھا، مگر طائع اس قدر کمزور اور نااہل تھا کہ اس نے خود تمام اختیارات عضد الدولہ کے حوالہ کردیے تھے، اور اس کو اتنا اعزاز بخشا کہ اس سے پہلے کسی متولی خلافت کو نصیب نہ ہوا تھا، ۳۶۷ھ میں بغداد کے منبرون پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، [5] اور طائع نے اس کو خلعت فاخرہ، جواہر نگار تاج، طلائی طوق اور کنگن اور شمشیر سے سرفراز کیا، اور نشان امارت کے عام نقرئی علم کے علاوہ جو ہر امیر کو ملتا تھا، خاص طلائی علم جو ولیعہد کے لیے مخصوص تھا، مرحمت کیا،

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۹ [2] ابن خلکان ج اول ص ۴۱۴ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۸ [4] دول الاسلام ذہبی ج اول ص ۱۷۹ [5] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۹

دستور تھا کہ حکومت کا جو عہد نامہ خلیفہ کی جانب سے امراء کو ملتا تھا، اس کو خود امراء خلیفہ کے روبرو پڑھکر اس کی پابندی کا اقرار کرتے تھے لیکن عضد الدولہ کا عہد نامہ طائع نے اسکے بجائے دوسرے سے پڑھوایا، اس کے پھاٹک پر نوبت نوازی کا امتیاز بخشا جو ولیعہد کو بھی حاصل نہ تھا، سنہ ۳۶۹ھ میں ملک العزیز والی مصر کی سفارت کی باریابی کے موقع پر عضد الدولہ کو اپنے سامنے کرسی پر بٹھایا، سنہ ۳۷۰ھ میں جب وہ ہمدان سے بغداد آیا تو خلفاء کے دستور کے خلاف طائع خود اس سے ملنے کے لیے گیا۔[۱]

عضد الدولہ نے خلفاء میں اپنی نسل کو شامل کرنے کے لیے اپنی لڑکی بھی طائع کو بیاہ دی تھی،

صمصام الدولہ | عضد الدولہ کی وفات کے بعد دیلمی امراء نے اس کے لڑکے ابو کالیجار مرزبان کو اس کا جانشین بنایا اور صمصام الدولہ کا لقب دیا، طائع نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور اپنی جانب سے شمس الدولہ کا لقب، سات پارچے کا خلعت اور دو لواء عطا کیے،

صمصام الدولہ کے کئی بھائی تھے، ابو الحسین احمد، ابو طاہر احمد شاہ، شرف الدولہ، بہاء الدولہ وغیرہ، اول الذکر دونوں صمصام الدولہ کے حامی تھے، البتہ شرف الدولہ کیجانب سے اس کو مخالفت کا خطرہ تھا، اس لیے تخت نشینی کے بعد صمصام الدولہ نے ابو الحسین احمد اور ابو طاہر کو فارس کا حاکم بنایا لیکن ان کے پہنچنے کے پیشتر شرف الدولہ نے اس پر قبضہ کر لیا، اور صمصام الدولہ کا خطبہ بند کر کے اپنے نام کا خطبہ جاری کیا، اور تاج الملۃ کا لقب اختیار کیا، صمصام الدولہ نے ابو الحسن حاجب کو فوجیں دیکر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، شرف الدولہ نے امیر ودبیں کو اس مہم پر مامور کیا، اس نے ابو الحسن کو شکست دیکر گرفتار کر لیا،

موصل پر باذ کرد کا قبضہ | سنہ ۳۷۳ھ میں ایک حوصلہ مند بہادر کرد ابو عبداللہ حسین المعروف بہ باذ

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۱۵۰ و ۱۵۱

نے جو بنی حمدان کے ننہالی رشتہ داروں میں تھا، ایک جمعیت فراہم کرکے دیار بکر پر قبضہ کرلیا، اور پورے موصل پر اس کے قابض ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا صمصام الدولہ نے اس کے مقابلہ کے لیے کئی فوجیں بھیجیں مگر باز نے انھیں شکست دی، ایک جنگ میں باز زخمی ہوگیا، مگر اس کی قوت مضبوط تھی، اسلیے صمصام الدولہ کو اسے دیار بکر کا علاقہ دیکر اس سے صلح کرنی پڑی اس وقت موصل چھوڑا،

اسفار کی بغاوت

۳۷۵ھ میں ایک دیلمی سردار اسفار بن کردویہ صمصام الدولہ کے خلاف شرف الدولہ سے مل گیا، اور صمصام الدولہ کی فوج کے ایک حصہ کو ساتھ ملاکر اس کی جگہ شرف الدولہ کی جانب سے بہاء الدولہ کو بغداد میں نائب بنانے کی کوشش کی صمصام الدولہ نے ایک دیلمی سردار فولاذ زماندار کو ملاکر اسفار کو شکست دی اور بہاء الدولہ گرفتار ہوا، لیکن خود اس کا کوئی قصور نہ تھا، اس لیے صمصام الدولہ نے احترام کے ساتھ اس کو نظر بند کردیا،

صمصام الدولہ کی قید

۳۷۵ھ میں شرف الدولہ اہواز اور ۳۷۶ھ میں واسط پر قبضہ کرکے عراق کی سرحد تک پہنچ گیا، اسی دوران میں صمصام الدولہ کی فوج میں بھی بغاوت ہوگئی اس لیے وہ شرف الدولہ کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوگیا، شرف الدولہ نے اسے گرفتار کرکے قید کردیا، اور رمضان ۳۷۶ھ میں خلافت بغداد کی تولیت شرف الدولہ کے ہاتھوں میں آگئی صمصام الدولہ کی مدت تولیت چار سال کے قریب تھی،

عضد الدولہ نے حکومت کی جو عظمت وشان قائم کردی تھی اس کو صمصام الدولہ نہ سنبھال سکا، گو خلافت بغداد کے ساتھ بھی اس کے دستوری تعلقات قائم رہے، لیکن کوئی نمایاں امتیاز حاصل نہ کرسکا،

شرف الدولہ صمصام الدولہ کی گرفتاری کے بعد طائع نے شرف الدولہ کی حکومت اور بغداد کی تصدیق کر دی اور معمول کے مطابق خلعت اور تاج سے سرفراز کیا،

ترک اور دیالمہ کی جنگ شرف الدولہ کی تولیت کے بعد ہی ترکون اور دیالمہ مین جنگ ہوگئی، مگر آخر مین ترکون نے دیلمیون کو مغلوب کر لیا۔ اس دوران مین شرف الدولہ بغداد آگیا، طائع نے خود نکل کر اس کا استقبال کیا۔ اور بغداد کے داخلہ پر مبارکباد دی، اس کے جواب مین شرف الدولہ طائع کے سامنے زمین بوس ہوا،

بغداد مین داخلہ کے بعد شرف الدولہ نے ترک اور دیلم میں صلح کرا دی، اور بغداد کی حکومت کا بگڑا ہوا نظام از سر نو درست کیا، جن جن لوگون کی جائدادین ضبط ہوئی تھین ان کو واگذار کیا، حکومت کے عہدہ دارون کا از سر نو عزل ونصب کیا، اور ابو منصور کو خلافت بغداد کی وزارت تفویض کی،

ابھی شرف الدولہ کی حکومت کو صرف دو سال چند مہینے گذرے تھے کہ جمادی الاولی ۳۷۹ھ مین اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی لاش نجف لیجا کر دفن کی گئی، اس کی عمر کل ۲۸ سال اور مدت امارت ۲ سال آٹھ مہینے تھی،

عضد الدولہ کی اولاد مین گو کوئی باپ کے درجہ کو نہ پہنچ سکا، لیکن شرف الدولہ میں دوسرے بھائیون کے مقابلہ مین کسی نہ کسی حد تک حکومت کی اہلیت اور اوصاف جہانبانی تھے، اس نے اپنے زمانہ مین بعض مفید کام انجام دیے، بغداد مین مظالم کا انسداد کیا، بعض مغصوبہ جائدادیں واپس کین، علمی مذاق بھی رکھتا تھا، بغداد مین ایک عظیم الشان رصدگاہ تعمیر کرائی۔[۱]

بہاء الدولہ شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو نصر الملقب بہ بہاء الدولہ اسکا

---

[۱] دول الاسلام ذہبی ج اول ص ۱۸

جانشین ہوا، طائع نے اس کو سات پارچے کا خلعت، سیاہ عمامہ، طوق اور کنگن عطا کیے، اور بہاء الدولہ اور ضیاء الدولہ کے القاب سے ملقب کیا، اس کے زمانہ مین اس کے بھائی بھتیجون علی بن شرف الدولہ، فخر الدولہ اور صمصام الدولہ وغیرہ مین خانہ جنگیان ہوئین، مگر ان کو خلافت بغداد سے کوئی تعلق نہین ہے، اس لیے اس کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے، ۳۸۹ھ مین بہاء الدولہ اور صمصام الدولہ مین بھی جنگ ہوئی، مگر اس شرط پر صلح ہوگئی کہ عراق و خوزستان بہاء الدولہ کے قبضہ مین رہین گے اور فارس اور ارجان صمصام الدولہ کے قبضہ مین،

موصل پر آل حمدان دوبارہ قبضہ

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عضد الدولہ نے موصل کی حمدانی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا، ناصر الدولہ حمدانی کے لڑکے ابو طاہر ابراہیم اور ابو عبد اللہ حسین، شرف الدولہ کے پاس بغداد مین رہتے تھے، بہاء الدولہ کے زمانہ مین اس سے اجازت لیکر دونون موصل چلے گئے، ان کی واپسی کے بعد فوجی افسرون کو اس غلطی کا احساس ہوا، چنانچہ بہاء الدولہ نے خواشاذہ والی موصل کو لکھ بھیجا کہ ان دونون کو موصل مین داخل نہ ہونے دیا جائے، خواشاذہ نے ان کو روکنے کی کوشش کی، مگر اہل موصل ان کے ساتھ ہوگئے تھے، انھون نے موصل کے ترک اور دیلم کو شکست دی اور خواشاذہ کو موصل چھوڑ کر بغداد چلا آنا پڑا، اور موصل پر دوبارہ آل حمدان کا قبضہ ہوگیا،

موصل پر باذ کی فوج کشی اور اس کا قتل

ان کے قبضہ کے بعد باذ کردی والی دیار بکر کو پھر اس کی طمع دامنگیر ہوئی، اس نے موصل کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر فوجکشی کر دی، آل حمدان نے اس کا مقابلہ کیا، باذ نے میدان جنگ مین گھوڑا بدلنا چاہا، اتفاق سے گر پڑا، اور ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، اس کا بھانجا ابو علی ساتھ تھا، اس نے گھوڑے پر چڑھانے کی

کوشش کی لیکن باز اتنا زخمی تھا کہ نہ چڑھ سکا، اور اس کی فوج اس کو مقتولوں کے انبار میں چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں چلی گئی، اتفاق سے ایک عرب کی نگاہ باز پر پڑ گئی، اس نے قتل کر دیا،

باز کے قتل کے بعد اس کے بھانجے ابو علی بن مروان نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا، اس وقت سے دیار بکر میں مروانی حکومت کا آغاز ہوا،

آل حمدان کی شکست اور موصل میں عقیلی حکومت کا قیام

باز کے قتل کے بعد ابو طاہر اور ابو عبداللہ حمدانی نے دیار بکر پر فوجکشی کر دی، ابو علی نے ان کو شکست دیکر گرفتار کر لیا، پھر والی مصر کی سفارش پر چھوڑ دیا، اور ابو عبداللہ مصر چلا گیا، اسکو والی مصر نے حلب کا حاکم بنا دیا، جہاں وہ آخر عمر تک رہا، دوسرا بھائی ابو طاہر شکست کھانے کے بعد نصیبین چلا گیا، یہاں کے والی محمد بن مسیب عقیلی نے اسکو اور اسکے لڑکے علی کو پکڑ کر قتل کر دیا، اور بہاء الدولہ نے اسکی درخواست پر موصل کے انتظام کیلیے اپنا آدمی بھیجدیا، لیکن یہ برائے نام حاکم تھا، اصل حکومت محمد بن مسیب کے ہاتھوں میں تھی جو اس کے بعد موروثی بن گئی اور موصل میں عقیلی حکومت قائم ہو گئی، یہ حکومت بھی عرب تھی،

دولت غزنویہ افغانستان کا قیام

طائع کے عہد کا اہم واقعہ افغانستان کی غزنوی حکومت کا قیام ہے، یہ حکومت ماوراء النہر کی سامانی حکومت سے پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ وسط ایشیا سے لیکر ہندوستان تک پھیل گئی۔

اس کا بانی امیر سبکتگین ماوراء النہر کی سامانی حکومت کے خراسانی صوبہ دار الپتگین کا غلام تھا، کہا جاتا ہے کہ وہ سامانیوں کی نسل سے تھا، سبکتگین جوہر قابل تھا، بچپن ہی سے اس میں اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے، اسلیے آقا کی نظر توجہ کا مرکز بن گیا اور اسکے مزاج میں اتنا رسوخ و اعتماد پیدا کر لیا کہ اس نے اسکو غزنین کی افواج کا سپہ سالار بنا دیا

عبدالملک سامانی کی وفات کے بعد جب اسکی جانشینی کا مسئلہ پیش ہوا تو امیر الپتگین نے اسکے لڑکے منصور کی نوعمری کی وجہ سے اسکی مخالفت کی، لیکن ارکان دولت نے اسی کو تخت نشین کیا، تخت نشینی کے بعد امیر منصور نے الپتگین کو طلب کیا، چونکہ وہ اسکی مخالفت کر چکا تھا، اسلیے خوف سے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور ۳۵۱ھ میں علم بغاوت بلند کر کے غزنین میں اپنی حکومت قائم کر لی، اسکے خراسان چھوڑنے کے بعد امیر منصور نے ابو الحسن محمد

ابن ابراہیم کو یہاں کا حاکم مقرر کیا، اس نے دو مرتبہ البتگین پر فوجکشی کی لیکن دونوں مرتبہ ناکام رہا،

۳۶۵ھ میں امیر البتگین کا انتقال ہوگیا، امیر منصور نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابو اسحٰق کو غزنین کا حاکم بنایا اور وہ سبکتگین کی صلاح و مشورہ سے حکومت کرتا رہا لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابو اسحٰق کا انتقال ہوگیا، اہل غزنین کو سبکتگین کے اوصاف جہانبانی کا تجربہ ہو چکا تھا، اسلیے ابو اسحٰق کے بعد ۳۶۶ھ میں انھوں نے اس کو غزنین کے تخت پر بٹھایا، اس وقت سے غزنوی حکومت کی بنیاد پڑی، محمود غزنوی اسی باپ کا نامور فرزند تھا، اس حکومت کی تاریخ ہمارے موضوع سے خارج ہے، دولت عباسیہ کے ساتھ اس کے جو واقعات و حالات پیش آئے وہ اپنے موقع پر آتے رہیں گے،[1]

طائع کی گرفتاری بہاء الدولہ کے زمانہ میں دیلمی حکومت کا خزانہ خالی ہوگیا تھا، فوج کو تنخواہ وقت سے نہ ملتی تھی، اسلیے ۳۸۱ھ میں فوج میں روپیے کے لیے شورش پیدا ہوگئی، امیر ابو الحسن بن معلم نے جس کا بہاء الدولہ پر بڑا اثر تھا، اس کو مشورہ دیا کہ طائع کے پاس کافی دولت ہے، اگر اس کو گرفتار کرلیا جائے تو کل دولت ہاتھ آجائے گی، بہاء الدولہ اس پر آمادہ ہوگیا، اور تجدید عہد کے بہانہ طائع سے باریابی کی اجازت لیکر چند دیلمیوں کے ساتھ دربار خلافت پہنچا، اور طائع کے سامنے زمین بوس ہوکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا، دیلمی بھی دست بوسی کے بہانہ آگے بڑھے، اور طائع کو تخت سے کھینچ کر نیچے اتار لیا، وہ ہر چند فریاد کرتا رہا لیکن کسی نے نہ سنی، دار الخلافۃ کا کل سامان لوٹ لیا،

[1] یہ فارسی مورخین کے بیان کا خلاصہ ہے، ابن اثیر کی تصریحات اس سے کسی قدر مختلف ہیں، یہ حکومت ۳۶۶ھ میں قائم ہوئی اور ۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا، اس مدت میں پندرہ فرمانروا ہوئے، امیر سبکتگین[1]، اسمٰعیل بن سبکتگین[2]، محمود بن سبکتگین[3]، محمد بن محمود[4]، مسعود بن محمود[5]، مودود بن مسعود[6]، علی بن مسعود[7]، عبد الرشید بن محمود[8]، فرخزاد بن مسعود[9]، ابراہیم بن مسعود[10]، مسعود بن ابراہیم[11]، ارسلان شاہ بن مسعود[12]، بہرام شاہ[13] ابن مسعود شاہ، خسرو شاہ بن بہرام[14]، ملک شاہ[15] بن خسرو شاہ،

اور طائع کو بہاء الدولہ کے محل میں لاکر خلافت سے معزول کر کے قاہر باللہ کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ نظر بندی کے بعد اس کی راحت و آرام کا پورا لحاظ رکھا، کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی گئی، یہیں ۳۹۳ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کی مدتِ خلافت سترہ سال آٹھ مہینے اور عمر ۷۴ سال تھی،[1]

طائع جسمانی حیثیت سے بڑا قوی اور بہادر تھا، لیکن جہانبانی کی اہلیت نہ تھی، اس کی قوت اور بہادری کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اس کے قصر بستان میں ایک پہاڑی مینڈھا مست ہو گیا، کوئی شخص اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا تھا، وہ خود اس کو پکڑنے کے لیے گیا، مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا، طائع نے بڑھ کر اسکی دونوں سینگیں پکڑ لیں اور بڑھئی بلا کر آری سے کٹوا دیں،

لیکن دماغی قوت اور اوصافِ جہانبانی سے محروم تھا، اس کا جو نتیجہ نکلا وہ اسکی معزولی کی نوعیت سے ظاہر ہے، اس کے زمانہ میں دیالمہ کا اقتدار و استبداد بہت بڑھ گیا اور خلافت کی قوت محض برائے نام رہ گئی،

فاطمئین مصر گو خلافت کے مدعی تھے، لیکن حرمین میں خلفائے عباسیہ ہی کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، طائع کی کمزوری، ضعفِ سلطنت اور دیالمہ کی شیعیت سے فائدہ اٹھا کر معز لدین اللہ فاطمی نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا،[2]

---

[1] الفخری ص ۲۵۶ و ۲۶۰ [2] تاریخ الخلفاء ص ۴۱۶

ابو العباس احمد بن مقتدر الملقب بہ قادر باللہ

۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ مطابق ۹۹۱ء تا ۱۰۳۱ء

طائع کے بعد مقتدر باللہ کا لڑکا احمد خلیفہ ہوا، یہ ایک لونڈی یمنہ کے بطن سے تھا، طائع کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر اس کے خوف سے احمد مہذب الدولہ کے پاس بطیحہ بھاگ گیا تھا، اور اس وقت سے وہین مقیم تھا، طائع کی معزولی کے بعد بہاء الدولہ اور دوسرے ارکان سلطنت نے احمد کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس لاکر خلیفہ بنایا، اور رمضان ۳۸۱ھ مین وہ تخت خلافت پر بیٹھا، اس وقت اس کا چوالیسواں سال تھا،

قادر بڑا مدبر اور بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا، اس نے اپنے زمانہ مین عباسی خلافت کا کھویا ہوا اقتدار بڑی حد تک دوبارہ قائم کر دیا،

اس کے دور حکومت مین بھی دیالمہ کی خانہ جنگی، دوسری حکومتون کے ساتھ انکی لڑائیون اور غزنوی حکومت کے عروج و ترقی کے واقعات کے سوا خاص عباسی حکومت کے واقعات بہت کم ہین،

صمصام الدولہ کا قتل اور فارس پر بہاء الدین کا قبضہ

۳۸۸ھ مین صمصام الدولہ قتل کر دیا گیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے دیالمہ کی ایک جماعت کو فوج سے نکال دیا تھا جس کا کوئی ٹھکانا نہ تھا، اتفاق سے اسی زمانہ مین عزالدولہ بختیار کے لڑکے ابو نصر اور ابو القاسم جنکو صمصام الدولہ نے

فارس مین قید کر رکھا تھا، قید سے نکل گئے، اور صمصام الدولہ سے جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ اس کے نکالے ہوئے دیلمی ان دونون کے ساتھ ہو گئے، اور ابو نصر و ابو القاسم صمصام الدولہ کے مقابلہ کے لیے ارجان پہنچے، صمصام الدولہ کے پاس اس وقت کوئی قوت نہ تھی، اس نے شیراز کے قلعہ مین پناہ لینی چاہی، یہان کے قلعہ دار نے گھسنے نہ دیا، اور صمصام الدولہ نے کردون کے ہمراہ اپنا ساز و سامان لے کر نکل جانا چاہا، کردون نے بھی دھوکا دیا، اور راستہ مین اس کا سامان چھین لیا، اور صمصام الدولہ جان بچا کر دودمان نکل جانا چاہا، یہان بھی پناہ نہ ملی، دودمان کے والی طاہر نے گرفتار کر کے ابو نصر کے حوالہ کر دیا، اس نے قتل کر کے فارس پر قبضہ کر لیا، اس وقت صمصام الدولہ کی عمر کل ۳۵ سال اور فارس پر اس کی حکومت کی مدت دس سال کے قریب تھی، طبعاً وہ بڑا شریف اور متحمل مزاج تھا،

صمصام الدولہ کے قتل کے وقت ابو علی بن استاد ہرمز اس کی جانب سے خوزستان کا حاکم تھا، یہ بڑا بہادر تھا، خوزستان پر قبضہ کے لیے بہاء الدولہ اور ابو نصر و ابو القاسم دونون نے اس کو ملانے کی کوشش کی، صمصام الدولہ کے زمانہ مین ابو علی ہی نے دونوں بھائیون کو قید کیا تھا، اس لیے اس کو ان پر اعتماد نہ تھا، چنانچہ بہاء الدولہ صمصام الدولہ کے خون کے انتقام کے نام ابو علی کے ملانے مین کامیاب ہو گیا، اور خوزستان اس کے قبضہ مین آگیا، خوزستان کے بعد اس کے وزیر موفق نے ابو نصر اور ابو القاسم کو شکست دیکر فارس پر بھی قبضہ کر لیا، اور صمصام الدولہ کے قتل کے انتقام مین دودمان کو لٹوا کر یہان قتل عام کرایا اور صمصام الدولہ کی لاش یہاں سے لیجا کر اپنے خاندانی قبرستان مین دفن کی،

عمید العراق کے عہدہ کا قیام بغداد مین دیالمہ کے قیام کی وجہ سے ان کے اصلی مرکز فارس کا انتظام قائم نہین رہتا تھا، اس لیے خلافت بغداد کے انتظامات کے لیے ۳۸۹ھ مین بہاء الدو

نے عمید العراق کا عہدہ قائم کیا، اور اس پر امیر ابو جعفر حجاج کا مقرر کر کے خوزستان کو اپنا مستقر بنایا،

ابو طاہر کا قتل

۳۹۰ھ میں پھر ابو طاہر نے بہاء الدولہ کے مقابلہ میں فوج کشی کی، اس مرتبہ بھی وہ ناکام رہا، موفق نے اسے شکست دی اور خود ابو طاہر کے آدمیوں نے اس کا سر قلم کر کے موفق کے سامنے پیش کیا، بہاء الدولہ نے موفق کی اس کارگذاری کے صلہ میں اسکی بڑی عزت افزائی کی،

بنی عقیل اور دیالمہ کے معرکے

موصل میں دوبارہ عقیلی خاندان کی عرب حکومت کے قیام کا حال اوپر گذر چکا ہے، یہ برائے نام دیالمہ کے مطیع تھے، اور ان کا اختلاف برابر ان کے ساتھ قائم رہا، محمد بن مسیب عقیلی والی موصل کے انتقال کے بعد ۳۸۶ھ میں اس کی جانشینی کے مسئلہ میں اس کے بھائیوں مقلد اور عقیل میں مخالفت ہو گئی، اس سلسلہ میں ان میں اور بہاء الدولہ میں لڑائیاں بھی ہوئیں، مقلد زیادہ طاقتور تھا، اس لیے آخر میں بہاء الدولہ نے دس ہزار سالانہ پر اس کی حکومت تسلیم کر لی اور حسام الدولہ کا لقب دیا، ۳۹۱ھ میں مقلد کے ترک غلاموں نے اسے قتل کر دیا، اور اس کا لڑکا قرواش جانشین ہوا، ۳۹۲ھ میں اس نے مدائن پر حملہ کر دیا، عمید عراق ابو جعفر حجاج نے اس کو یہاں سے ہٹا دیا، لیکن بنی عقیل، بنی مزید اور بنی اسد نے مل کر ترک دیالمہ کو شکست دی، اور ان کو بے دریغ قتل و گرفتار کیا، ابو جعفر نے بڑی مشکلوں سے ان کو شکست دیکر منتشر کیا، ۴۰۱ھ میں بنی عقیل نے دیالمہ کی مخالفت میں قادر باللہ کا خطبہ بند کر کے قائم بامر اللہ فاطمی کا خطبہ جاری کر دیا، بہاء الدولہ نے عمید الجیوش کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی اور قرواش نے معذرت کر کے خطبہ جاری کر دیا،

ابو العباس کی مخالفت اور قتل ۳۹۴ھ میں ابو العباس بن واصل کا ہنگامہ بپا ہوا، یہ ابتدا میں ایک معمولی شخص تھا، مختلف امرا، کے درباروں میں ہوتا ہوا مہذب الدولہ والی بطیحہ کے یہاں پہنچا، اور اس کے مزاج میں وتنا رسوخ و اعتماد حاصل کرلیا کہ وہ بڑی بڑی مہمیں اسکے سپرد کرنے لگا، جب اس کی قوت بڑھ گئی تو اس نے خود مہذب الدولہ کو بطیحہ سے نکال دیا، اور بصرہ پر بھی قابض ہو گیا، یہ نئی قوت دیالمہ کے لیے خطرہ سے خالی نہ تھی، اس لیے بہاء الدولہ نے عمید الجیوش کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے ابو العباس کو شکست دیکر اس کے خزانہ پر قبضہ کرلیا،

اہل بطیحہ ابو العباس کے خلاف تھے، اس کی غیر حاضری میں انھوں نے اس کے نائب کو بطیحہ سے نکال دیا اور مہذب الدولہ کو بطیحہ واپس مل گیا،

ابو العباس اس وقت خوزستان پر فوج کشی کی تیاری میں مشغول تھا، اس لیے بطیحہ کی جانب اس نے توجہ نہ کی اور خوزستان پر حملہ کر کے اہواز پر قبضہ کرلیا، لیکن بہت جلد بہاء الدولہ نے اس کو یہاں سے نکال دیا، اور اپنے وزیر ابو غالب کو بھیجکر اسکے مرکز بصرہ پر قبضہ کرلیا، ابو العباس نے اپنے معاون بدر بن حسنویہ کے پاس کردستان نکل جانا چاہا، ایک دیلمی افسر ابو الفتح نے راستہ میں گرفتار کر کے عمید الجیوش کے پاس بھجوا دیا، اس نے قتل کرا دیا، اس طرح اس نئی قوت کا خاتمہ ہو گیا،

بہاء الدولہ کا انتقال ۴۰۳ھ میں ارجان میں بہاء الدولہ کا انتقال ہو گیا، لاش مشہد لیجا کر اس کے باپ کے پہلو میں دفن کی گئی، وفات کے وقت کل بیالیس سال کی عمر تھی، مدت حکومت چھبیس سال، اس میں کوئی قابل ذکر خصوصیت نہ تھی،

سلطان الدولہ بہاء الدولہ کے بعد اس کا لڑکا ابو شجاع سلطان الدولہ تخت نشین ہوا اور

اپنے ایک بھائی ابو طاہر جلال الدولہ کو بصرہ کا اور دوسرے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کا حاکم بنایا اور ابو محمد حسن بن سہلان کو نائب السلطنت کے عہدہ پر مامور کیا،

ابو الفوارس کی بغاوت اور اطاعت

چند ہی دنوں کے بعد دیالمہ نے ابو الفوارس کو سلطان الدولہ کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا، اور اس نے شیراز پر قبضہ کر لیا، لیکن سلطان الدولہ نے بہت جلد اس کو نکال دیا، اور ابو الفوارس کرمان چلا گیا، سلطان الدولہ نے یہاں بھی اسے ٹکنے نہ دیا، اور ابو الفوارس نے بست جا کر سلطان محمود غزنوی کے دامن میں پناہ لی، اس نے عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا، اور امیر ابو سعید طائی کو فوجیں دیکر اس کی امداد کے لیے بھیجا، اسوقت سلطان الدولہ خود اُسے واپس جا چکا تھا، اسلیے ابو الفوارس نے کرمان اور اسکے بعد شیراز پر قبضہ کر لیا، سلطان الدولہ کرمان سے واپس آیا اور ابو الفوارس کو شکست دیکر دوبارہ شیراز سے نکالا، اور ۴۰۸ھ میں وہ بحال تباہ کرمان لوٹ گیا، سلطان الدولہ نے کرمان پر بھی قبضہ کر لیا، ابو الفوارس کا رویہ ابو سعید غزنوی کیساتھ نامناسب رہا تھا، اسلیے دوبارہ اسکو محمود غزنوی کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوئی اور مہذب الدولہ کے پاس بطیحہ چلا گیا، اس نے عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا، چند دنوں کے بعد سلطان الدولہ نے اس کی خطا معاف کر کے کرمان کا حاکم بنا دیا،

عراق پر مشرف الدولہ کا قبضہ

۴۱۱ھ میں بغدادی فوج سلطان الدولہ کے خلاف ہو گئی، وہ در پردہ اس کے بھائی مشرف الدولہ کی حامی تھی، اسی زمانہ میں سلطان الدولہ نے واسط جانے کا ارادہ کیا فوج نے اس شرط پر جانے کی اجازت دی کہ وہ اپنے بھائی یا لڑکے کو نائب بنا دیں چھوڑتا جائے، اس لیے اسے مجبوراً مشرف الدولہ کو چھوڑنا پڑا، لیکن بغداد سے نکلتے ہی اس نے ابو محمد حسن بن سہلان کو مشرف الدولہ کو نکالنے کے لیے بھیجا، مشرف الدولہ نے اس کو شکست دیکر واسط پر قبضہ کر لیا، یہاں کے دیلمی بھی اس سے مل گئے، اس سے اسکی

عظمت وشان بڑھ گئی، سلطان الدولہ اس وقت اہواز میں تھا، اس میں مقابلہ کی طاقت
نہ تھی، اس لیے وہ اہواز چھوڑ کر ارجان چلا گیا، اور عراق وخوزستان میں مشرف الدولہ
کی حکومت قائم ہوگئی، ۴۱۳ھ میں دونوں میں مصالحت ہوگئی، اس کی رو سے عراق
کا علاقہ اور بغداد کی تولیت مشرف الدولہ کے ہاتھوں میں آئی اور فارس وکرمان کی موروثی
حکومت سلطان الدولہ کے حصہ میں رہی،

شوال ۴۱۵ھ میں سلطان الدولہ کا اور ربیع الاول ۴۱۶ھ میں مشرف الدولہ کا
انتقال ہوگیا، عراق میں مشرف الدولہ کی مدتِ حکومت کل ۵ سال تھی، وہ بڑا نیک سیرت
عادل اور خوبیوں کا فرمانروا تھا،

جلال الدولہ

سلطان الدولہ کی وفات کے بعد فارس میں اس کا لڑکا ابوکالیجار تخت نشین
ہوا، اور عراق میں مشرف الدولہ کے بعد اسکے دوسرے بھائی جلال الدولہ نے اس کی جگہ لی،
۴۱۹ھ میں ترکوں نے جلال الدولہ کے خلاف سخت بغاوت کی، اس کا اور اس کے
تمام وابستگانِ دولت کے گھر اور ٹکسال لوٹ لی، اور جلال الدولہ کا محاصرہ کرکے اس کا
دانہ پانی بند کر دیا، اس نے بغداد چھوڑ کر نکل جانا چاہا، ترک اس میں بھی حائل ہوئے، لیکن
پھر عوام کی دست اندازی سے رک گئے، اور قادر نے دونوں میں صلح کرادی لیکن تھوڑے
ہی دنوں کے بعد پھر ترکوں نے تنخواہ کے لیے شورش بپا کی، جلال الدولہ کے پاس روپیہ
نہ تھا، اس نے گھر کا اثاثہ اور ساز وسامان بیچ کر مطالبہ پورا کیا،

اسی سنہ میں بصرہ کے ترک اور دیالمہ میں تصادم ہوگیا، جلال الدولہ کے لڑکے ابو منصور
عزیز والی بصرہ نے دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کی، اس پر ترک اور بگڑ گئے اور ابوکالیجار کی
حمایت پر آمادہ ہوگئے، ابوکالیجار نے ان کی مدد سے ابومنصور کو بصرہ سے نکال کر اس پر قبضہ

کر لیا، ابو منصور واسط چلا گیا، جلال الدولہ کو اس کی خبر ہوئی، تو اس نے اہواز پر فوج کشی کر دی، اس وقت ابو کالیجار واسط میں تھا، اس لیے جلال الدولہ نے اہواز کو لوٹ کر ابو کالیجار کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا، یہ خبر سنکر وہ اہواز پہنچا، جلال الدولہ نے اسے بھی شکست دی، اور واسط پر قبضہ کرتا ہوا بغداد لوٹ گیا،

واسط پر قبضہ کے بعد جلال الدولہ نے اپنے وزیر ابو علی کو بطیحہ اور بصرہ روانہ کیا، اس نے بطیحہ پر آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا، لیکن بصرہ کی مہم میں شکست کھائی اور گرفتار کر کے ابو کالیجار کے سامنے لیجایا گیا، اس نے معاف کر دیا، لیکن خود ابو علی کے غلام نے اس کا خاتمہ کر دیا، ابو علی کے قتل کے بعد جلال الدولہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا،

قادری دور کے واقعات میں ماوراء النہر کی سامانی حکومت کا خاتمہ اور افغانستان کی غزنوی حکومت کا عروج دو اہم اور قابلِ ذکر واقعے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے، اجمالی حالات یہ ہیں،

امیر سبکتگین غزنوی کی فتوحات

غزنوی حکومت کے قیام کا حال اوپر گذر چکا ہے، امیر سبکتگین کی شجاعت دانائی کا شہرہ اتنا پھیل چکا تھا کہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے حکمران اپنی مشکلات میں اس کی جانب رجوع کرنے لگے تھے، اسی زمانہ میں بست کے حکمران طغان کی حکومت پر ایک شخص ابو ثور نے قبضہ کر لیا تھا، اس نے امیر سبکتگین سے مدد کی درخواست کی، سبکتگین نے ابو ثور کو نکال کر بست، طغان کو واپس دلا دیا، اور طغان اس کی ماتحتی میں آگیا،

غزنین کے قریب قصدار کا قلعہ نہایت سنگین اور یہاں کا قلعہ دار بڑا سرکش تھا، امیر سبکتگین نے اسے مغلوب کر کے خراج وصول کیا، اور اس سے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا،

ہندوستان پر سبکتگین کا حملہ

اس وقت تک مسلمانوں کے قدم سندھ کے آگے نہ بڑھے تھے سنہ ۳۶۷ھ

ین امیر سبکتگین نے خیبر کی سمت سے ہندوستان پر حملہ کیا اور چند قلعے فتح کرکے غزنین لوٹ گیا، پنجاب اور کشمیر کے راجہ جیپال نے مقابلہ کی تیاری کی، اس کی تیاری کی خبر سنکر امیر سبکتگین دوبارہ ہندوستان پہنچا اور کابل و پشاور کے درمیان لمغان کے میدان میں دونوں کا مقابلہ ہوا، یہ سردی کا موسم تھا، بڑی شدت کی برفباری ہوئی، ہندوستانی اس کے عادی نہ تھے، ہزاروں آدمی اور جانور لقمۂ اجل ہوگئے، اس لیے جیپال کو مجبور ہوکر صلح کی درخواست کرنی پڑی، اور خراج اور ہدایا و تحائف کے وعدہ پر مصالحت ہوگئی لیکن لاہور واپس جانے کے بعد جیپال وعدہ سے پھر گیا، اور خراج کی رقم نہ بھیجی، اس لیے سبکتگین نے دوبارہ فوج کشی کی، جیپال کی تنہا اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس نے اس جنگ کو ہندوستان کی حفاظت کا سوال بناکر کالنجر، اجمیر اور قنوج کے راجاؤں سے مدد مانگی، ان سب نے اپنی اپنی فوجیں بھیجیں اور جیپال نے متحدہ طاقت سے سبکتگین کا مقابلہ کیا، لیکن کثرت تعداد کے باوجود شکست کھائی، اور سبکتگین نے دریائے اٹک تک اس کی مملکت پر قبضہ کرلیا، اور پشاور میں فوجی چھاؤنی قائم کرکے غزنین لوٹ گیا۔[1]

سامانیۂ ماوراء النہر کے دور زوال میں اس کے امراء میں خودسری پیدا ہوگئی تھی، اور حصول اقتدار کے لیے ان میں باہم رشک و رقابت کا بازار گرم رہتا تھا، چنانچہ امیر نوح سامانی کے زمانہ میں اس کے ایک عہدہ دار عماد الدولہ ابوعلی نے جیحون کے اس پار کے تمام سامانی مقبوضات پر قبضہ کرکے خالصۂ شاہی پر بھی دست درازی شروع کردی، ایک دوسرا امیر فائق الخاصہ بھی مخالفت پر آمادہ ہوگیا، یہ حالات دیکھکر سامانیوں کے پرانے حریف ایلک خان فرمانروائے ترکستان نے سامانیہ کے پایۂ تخت بخارا پر قبضہ کرلیا، اور نوح کو یہاں سے بھاگنا پڑا،[1]

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۱۹ ملخصاً

لیکن اس کی خوش قسمتی سے چند ہی دنون کے بعد ایلک خان بیمار ہو کر لوٹ گیا، اور امیر نوح پھر بخارا واپس آگیا،

ابو علی برابر مخالفت پر قائم رہا، امیر نوح نے ہرچند اسے سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ باز نہ آیا، آخر مین امیر نوح نے اپنے قدیم نمکخوار امیر سبکتگین والی غزنہ کی جانب رجوع کیا، اس نے ۳۸۴ھ مین ابو علی پر فوج کشی کر کے اسے فاش شکست دی، امیر نوح نے اس کارگذاری کے صلہ مین سبکتگین کو ناصر الدولہ اور اسکے لڑکے محمود کو سیف الدولہ کا لقب عطا کیا،

ابو علی کو شکست دینے کے بعد سبکتگین اپنے لڑکے محمود کو خراسان کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود غزنہ لوٹ گیا، اس کی واپسی کے بعد ابو علی نے امیر فائق کو ساتھ لیکر خراسان پر فوجکشی کر دی، لیکن محمود نے اسے شکست دی، اور وہ مختلف مقامون پر پھرتا پھرتا ہوا آخر میں گرفتار ہوا، اور ۳۸۷ھ مین سبکتگین نے اسے قتل کرا دیا[1]،

امیر نوح سامانی اور امیر سبکتگین کا انتقال

اسی سنہ میں امیر نوح اور امیر سبکتگین دونون کا تھوڑے وقفہ سے انتقال ہو گیا، نوح کی جگہ اس کا لڑکا منصور تخت نشین ہوا، محمود باپ کی وفات کے وقت نیشاپور میں تھا، اس لیے غزنین کا تخت اس کے چھوٹے بھائی اسمٰعیل نے حاصل کر لیا،

یہ عمر اور تجربہ دونون میں محمود سے کم تھا، اس لیے حکومت نہ سنبھال سکا، اور فوج اس کے قابو سے باہر ہو گئی، محمود نے اس کو لکھ بھیجا کہ والد مرحوم کے بعد تم مجھکو سب سے زیادہ عزیز ہو، میں تمھاری ہر خواہش کو پورا کرون گا لیکن سلطنت کی بقا و تحفظ کے لیے عمر، تجربہ اور امور مملکت سے واقفیت ضروری ہے، اگر یہ اوصاف تم مین موجود ہوتے تو میں سب سے

[1] یہ حالات ملخصاً زین الاخبار گردیزی ص ۵۳ تا ۵۵ سے ماخوذ ہین،

پہلے تمھاری حکومت تسلیم کرلیتا، والد نے میری عدم موجودگی مین تم کو محض اس لیے نامزد کردیا تھا کہ مین ان کی وفات کے وقت غزنین سے دور تھا، اور اس کی حفاظت کے لیے کسی کا نامزد کرنا ضروری تھا، اب حق و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم والد کی میراث کو شرع شریف کے مطابق تقسیم کردو۔ غزنین کو جو ہمارا مولد و منشا ہے، میرے حوالہ کردو، مین بلخ کی ولایت خرخشوں سے پاک کرکے تم کو دیدوں گا، اسمٰعیل نے اسے نہ مانا، اس لیے محمود نے ۳۸۸ھ مین فوج کشی کرکے اسماعیل کو شکست دی اور اس کو جرجان کے قلعہ مین نظر بند کرکے اس کی راحت و آسایش کے جملہ سامان فراہم کردیے، جہان وہ آخر عمر تک نظر بند رہا،[۱]

سامانیہ کا خاتمہ

ادھر خراسان مین محمود کی عدم موجودگی مین امیر بکتوزون نے نیشاپور پر قبضہ کرلیا تھا، اس لیے اسمٰعیل سے فراغت کے بعد محمود پھر نیشاپور واپس گیا، بکتوزون مین اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے نیشاپور چھوڑ دیا، امیر منصور محمود کی طرف مائل تھا، اس لیے بکتوزون اور فائق خاصہ نے اسے ۳۸۹ھ مین اندھا کرکے معزول کردیا، اور اس کے بھائی عبدالملک کو تخت نشین کیا،

محمود کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان دونون سے انتقام لینے کے لیے تیار ہوگیا، لیکن انھون نے ہرات اور بلخ کا علاقہ دے کر صلح کرلی، لیکن چند ہی دنون کے بعد بعض اختلافات کی بنا پر محمود کے بھائی نصر نے بکتوزون پر حملہ کردیا، وہ شکست کھا کر بحال تباہ بخارا چلا گیا، اور فائق کا ۳۸۹ھ مین انتقال ہوگیا، ایلک خان تاک مین لگا ہوا تھا، وہ عبدالملک کی مدد کے بہانہ سے بخارا پہنچا اور عبدالملک اور اس کے بھائیون کو گرفتار کرکے بخارا پر قبضہ کرلیا،[۲]

۱؎ تاریخ فرشتہ ج اول ص ۲۳ ۲؎ زین الاخبار گردیزی ص ۵۸ تا ۶۰

عبدالملک کا ایک بھائی اسمٰعیل کسی طرح قید سے نکل گیا، وہ سامانی امرا، اور فوجین جو عبدالملک کی گرفتاری کے بعد منتشر ہو گئی تھین، اسمٰعیل کے پاس جمع ہو گئین، اس نے انکی مدد سے ایک مرتبہ ترکمانون کو بخارا سے نکال دیا، لیکن اب سامانی حکومت کی قوت ختم ہو چکی تھی، یہ قبضہ محض چراغ سحری کا آخری سنبھالا تھا، ایلک خان نے بہت جلد دوبارہ بخارا پر قبضہ کر لیا، اور اسمٰعیل کئی سال تک مختلف قوتون سے جنگ کرتا اور ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا، کہیں اس کو پناہ نہ ملتی تھی، جس کے حدود مین قدم رکھتا تھا کوئی اسے ٹکنے نہ دیتا تھا، آخر مین مایوس ہو کر ۳۹۴ھ مین ماوراء النہر کا رخ کیا، اس کی سرگردانی و پریشانی دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی، اور ایک عرب قبیلہ نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا، اس کے قتل کے بعد سامانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا[۱]

غزنویوں کا عروج سامانیون کے زوال کے ساتھ ہی ساتھ غزنویون کی نئی قوت برابر ترقی کرتی رہی، خراسان پر محمود کے قبضہ اور اس کے بھائیون اسمٰعیل کی شکست کے بعد ہی ۳۸۹ھ مین قادر باللہ نے محمود کی حکومت تسلیم کر لی تھی، اور اس کو خراسان کی حکومت کا پروانہ، لوا، خلعت اور یمین الدولہ امین الملت ولی امیر المومنین کے القاب عطا کیے تھے[۲]، اس نے کامل پینتیس سال تک بڑے جاہ و جلال کی حکمرانی کی، فتح و ظفر اس کے ہمرکاب تھی، کبھی کسی مہم مین ناکام نہ ہوا، اور ترکستان سے لیکر شمالی مغربی ہند تک نہایت طاقتور حکومت قائم کر دی، اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے،

تاریخ مین محمود کا نام زیادہ تر ہندوستان کی فتوحات کی وجہ سے روشن ہے، اس نے ہندوستان پر سولہ یا سترہ حملے کیے، اور راجہ انند پال والی پنجاب اور قنوج، میرٹھ، کالنجر،

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ ص ۵۵ [۲] زین الاخبار گردیزی ص ۶۴

متھرا، مالوہ، اجمیر، گوالیار اور گجرات کے راجاؤں کی متحدہ فوجوں کو شکست دے کر پنجاب پر قبضہ کیا، اور اپنے نامور غلام ایاز کو یہاں کا حاکم بنایا، پھر چند برسوں میں کشمیر، قنوج کا نجر، کوہ بالاناتھ، گوالیار اور گجرات کے راجاؤں کو مطیع بنایا، سندھ و پشاور سے لیکر پنجاب تک زیرنگین کر لیا، ان فتوحات میں سب سے زیادہ اہم فتح سومنات کی شمار کی جاتی ہے جو ۴۱۶ھ میں ہوئی،

محمود ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا، اس نے باطنیوں کا جنھوں نے مسلمانوں پر بڑی آفت ڈھا رکھی تھی، زور توڑنے کی کوشش کی، چنانچہ رے اور نواح رے کے بہت سے باطنیوں کو قتل کیا، اور بیشمار کو خراسان بھجوایا، سندھ اور ملتان میں بھی باطنیوں کا استیصال کیا،

محمود اور خلافت بغداد کے تعلقات	خلافت بغداد کی دینی مرکزیت ہر دور میں قائم رہی، اور عباسی خلفاء کی تصدیق و اجازت نامہ کے بغیر کوئی نئی حکومت باقاعدہ حکومت

تسلیم نہ کیجاتی تھی، اس لیے مشرق کی نو مولود حکومتوں کے حکمران خواہ بطیب خاطر، خواہ سیاسی مصلحت کی بنا پر خلافت بغداد کی سیادت ماننے اور اس سے تعلق قائم رکھنے پر مجبور تھے، اس لیے خراسان پر قبضہ اور اسمٰعیل کو شکست دینے کے بعد ۳۸۹ھ میں محمود نے بھی قادر باللہ سے خراسان اور دوسرے مقبوضات کے صداقت نامہ اور فرمان حکومت کی درخواست کی، اس کی درخواست پر جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، قادر باللہ نے اسے لوا، خلعت اور "یمین الدولہ امین الملت ولی امیر المومنین" کا لقب عطا کیا،[۱]

فرشتہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمود اور قادر باللہ میں کچھ ناخوشگواری بھی پیش آئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ محمود نے قادر باللہ کو لکھا کہ خراسان کا بڑا حصہ میرے قبضہ میں آچکا ہے، کچھ تھوڑا سا علاقہ آپ کے غلاموں کے پاس ہے جو مجھے مرحمت فرمایا جائے،

[۱] زین الاخبار گردیزی ص ۶۲

قادر نے اس کی درخواست منظور کرلی اور مطلوبہ حصہ محمود کو دلادیا، چند دنوں کے بعد پھر اس نے سمرقند کی خواہش کی، قادر نے اس سے انکار کردیا اور کہلا بھیجا کہ اگر میری اجازت کے بغیر تم نے سمرقند کی طرف قدم بڑھایا، تو ساری دنیائے اسلام کو تمھارے خلاف کردوں گا، محمود اس جواب پر بگڑ گیا اور بغدادی قاصد سے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ ایک ہزار ہاتھیوں سے بغداد پر حملہ کرکے اسے برباد کردوں اور اس کی خاک ہاتھیوں پر لاد کر غزنین لے آؤں، قاصد نے واپس جاکر قادر کو یہ جواب سنایا، اس کے جواب میں قادر نے لکھدیا "بسم اللہ الرحمن الرحیم ا، ل، م، الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ وآلہ اجمعین"۔ محمود کے درباریوں میں سے کوئی اس تحریر کا مطلب نہ سمجھ سکا، خواجہ ابوبکر قہستانی اس تلمیح کو سمجھ گئے، انھوں نے کہا حضور نے ہاتھیوں سے حملہ کی دھمکی دی تھی، اس لیے اس کے جواب میں ال م سے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۔ کی طرف اشارہ ہے یہ سن کر محمود گھبرا گیا، اور بہت رویا، اور قاصد سے اپنی گستاخی کی معذرت کرکے ہدایا و تحائف دیکر اس کو بغداد واپس کیا،[1]

لیکن فرشتہ کا یہ بیان محل نظر ہے، وہ بہت بعد کا مورخ ہے، قدیم تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، محمود کا تعلق خلافت بغداد سے خادمانہ رہا، اور خلفائے بغداد اس کی قدر افزائی کرتے رہے، خود قادر نے مختلف اوقات میں اس کو خراسان، ہندوستان، نیمروز اور خوارزم کا لواے حکومت عطا کیا، اور اس کو کہف الدولہ والاسلام، اس کے بھائی امیر یوسف کو عضد الدولہ اور اس کے بیٹوں مسعود و محمد کو شہاب الدولہ و شہاب الملۃ اور جمال الدولہ و جمال الملۃ کے القاب سے سرفراز کیا،[2]

[1] فرشتہ ج اول ص ۰۔ [2] گردیزی ص ۸۷

محمود کا انتقال | ربیع الثانی ۴۲۱ھ میں اس جلیل القدر فرمانروا کا انتقال ہوگیا، اس وقت ۶۰ سال کی عمر تھی، مدت حکومت پینتیس ۳۵ سال،

ہندوستانی مورخین کو عموماً محمود کی زندگی میں کشت و خون، فتوحات اور حرص دولت کے سوا اس کے کارنامے بہت کم نظر آتے ہیں، حالانکہ وہ جس درجہ کا جہانگیر و کشورکشا تھا، اسی درجہ کا جہاندار بھی تھا، اس نے علم و تمدن کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں، وہ جامع کمالات فرمانروا تھا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ محمود عاقل، دیندار، نیک سیرت اور صاحب علم فرمانروا تھا، اس کے لیے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی گئیں، وہ علماء کا قدردان تھا، ان کا اعزاز و اکرام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا، دور دور کے علماء اس کے دربار میں جمع ہوگئے تھے، وہ عدل پرور اور رعایا کے ساتھ شفیق تھا،[۱] وہ خود بھی بڑا صاحب علم تھا، صاحب جواہر مضیہ شیخ محی الدین عبدالقادر حنفی نے اس کو حنفی فقہا میں شمار کیا ہے، اس کے حالات میں لکھتے ہیں کہ محمود ممتاز فقہا میں تھا، فصاحت و بلاغت میں یگانہ تھا، فقہ، حدیث، خطبات و رسائل میں اس کی تصانیف ہیں، فقہ حنفی میں اس کی تصنیف کتاب التفرید جودت اور کثرت مسائل میں امتیازی درجہ رکھتی ہے،[۲]

جہاں جہاں اصحاب کمال کا پتہ چلتا تھا، ان کو غزنین بلا بھیجتا تھا، اس کے بہنوئی ابو العباس مامون فرمانروائے خوارزم کے دربار میں مختلف علوم کے ارباب کمال جمع تھے، اطبا میں ابن سینا اور ابو الحسن الخمار، علمائے ریاضی میں البیرونی اور ابو نصر عراق، فلاسفہ میں ابو سہل مسیحی دربار خوارزم کی زینت تھے، محمود نے مامون کو لکھ بھیجا کہ تمھارے دربار میں

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۹ [۲] جواہر مضیہ ج ۲ ص ۱۵۷،

جو فلاں فلاں علماء ہیں، میں استفادہ کے لیے اپنے یہاں بلانا چاہتا ہوں، انھیں بھیج دو،

مامون ایسے ارباب کمال کو جدا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن محمود کی خواہش کو رد کرنا بھی اسکے بس میں نہ تھا، اس لیے اس نے ان علماء کو محمود کا خط سنا کر اپنی مجبوری ظاہر کر دی، خط سنکر البیرونی، ابوالحسن الخمار اور ابونصر عراق غزنیں چلے گئے لیکن ابن سینا اور ابوسہل مسیحی نے جانا پسند نہ کیا، اور محمود کے خوف سے خوارزم چھوڑ دیا،[۱]

محمود خود نکتہ سنج شاعر تھا، اور شعر و سخن کا بڑا مذاق رکھتا تھا، چنانچہ اس نے شاعری کا ایک خاص محکمہ قائم کیا تھا، اور عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دیکر شعبۂ شاعری کا افسر مقرر کیا تھا تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ چار سو شعراء اس کے دربار سے وابستہ تھے، ان میں ابوالقاسم حسن بن احمد عنصری، ابوالحسن علی بن قلوع خرخی حسن بن اسحٰق فردوسی، ابونصر علی بن احمد اسدی طوسی، ابوالنجم احمد منوچہر دامغانی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، وہ جس فیاضی سے شعراء پر صرف کرتا تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چار سو زرین کمر غلام ملک الشعراء عنصری کے جلو میں چلتے تھے، سفر میں اس کا سامان چار سو اونٹوں پر بار ہوتا تھا،[۲]

حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ محمود علماء اور شعراء کا قدردان تھا اور ان پر چار لاکھ دینار سالانہ سے زیادہ صرف کرتا تھا:[۳]

اس کی اس قدردانی اور زرپاشی نے فارسی شاعری کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا، بقول مولانا شبلیؒ فارسی شاعری غزنوی دور میں انتہائی کمال کو پہنچ گئی، اور تاریخ و اخلاق کے علاوہ محمودی شعراء نے اصل فن کو ترقی دی اور شاعری کو اس قابل بنا دیا کہ جس قسم کے مطالب چاہیں ادا کر سکیں،[۴] شاہنامہ جیسی زندہ جاوید کتاب جس نے عجم کی تاریخ کو زندہ

---

[۱] تاریخ ادبیات ایران براؤن ج ۲ ص ۹۶ [۲] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ذکر عنصری [۳] تاریخ گزیدہ ج ۱ ص ۳۹۵ [۴] شعر العجم ج ۱ ص ۵۶ و ۵۹،

کر دیا محمود ہی کی یادگار ہے،

محمود کی علم نوازی محض علما و شعراء کی قدر دانی تک محدود نہ تھی، بلکہ اس نے علم و تعلیم کی عام اشاعت کے لیے غزنین میں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا تھا جس کے ساتھ ایک عجائب خانہ بھی تھا، اس میں تمام دنیا کے نوادر موجود تھے،

یہ موقع محمود کے علمی و تمدنی خدمات پر تفصیل سے بحث کرنے کا نہیں ہے، اسکی علم نوازی اتنا مسلّم واقعہ ہے کہ یورپین مورخین بھی جنھیں محمود کو بدنام کرنے میں خاص لطف آتا ہے، اس کی علم دوستی کے اعتراف پر مجبور ہو گئے، الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں:

محمود کے فخر و اعزاز کا دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ سپہگری اور بہادرانہ زندگی کے باوجود علوم و فنون کے ترقی دینے میں بڑا سرگرم تھا، اور یہ اس کے دور کی عجیب و غریب خوبی تھی، اور آج تک کوئی بادشاہ علوم پروری میں اس سے سبقت نہ لے جا سکا، باوجودیکہ محمود نہایت کفایت شعار تھا، مگر علوم و فنون کے باب میں بڑا فیاض واقع ہوا تھا، اس نے خاص غزنین میں ایک بہت بڑا مدرسہ تعمیر کرایا، اور مختلف زبانوں کی عجیب و غریب کتابیں جمع کیں، اور قدرتی عجائبات کا ایک عجائب خانہ بنایا، اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے اس نے بہت سا روپیہ مقرر کیا، اور طلبہ اور ارباب کمال کے وظائف کے لیے ایک مستقل فنڈ قائم کیا، اور ایک لاکھ سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کیے، علماء و مشاہیر کے ساتھ اس احترام سے پیش آتا تھا کہ اس کے دار السلطنت میں اتنے ارباب کمال جمع ہو گئے تھے کہ ایشیا کے کسی بادشاہ کو یہ فخر نہ حاصل ہوا تھا[1]،

ولایت عہد | ۴۲۱ھ میں قادر باللہ بہت سخت بیمار پڑا تھا، زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی،

[1] تاریخ الفنسٹن ترجمہ اردو ص ۵۵۱ و ۵۵۲

اس لیے اپنے لڑکے ابو جعفر عبد اللہ کو ولیعہد نامزد کر کے مراسم ولیعہدی ادا کر دیے،

وفات | اس کے ایک سال بعد ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں انتقال کر گیا، اس وقت ۸۷ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۴۱ سال، حکومت کا اتنا طویل زمانہ اس کے پیشروون میں سے کسی کو نہ ملا تھا،

اوصاف وکمالات | قادر جامع کمالات خلیفہ تھا، مدتوں کے بعد ایسا خلیفہ عباسی تخت پر بیٹھا تھا، اس مین تدبیر وسیاست، فضل وکمال، زہد وتقویٰ تمام اوصاف مجتمع تھے، اگر وہ دور عروج میں پیدا ہوا ہوتا تو ہارون ثانی ہوتا،

جیسا کہ اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوگا، قادر کے پیشرو خلفاء کی کوئی حیثیت باقی نہ رہ گئی تھی، خلافت کا سارا نظام دیالمہ کے ہاتھوں مین تھا، وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے خلفاء کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، قادر نے اپنی سیاست وتدبیر سے خلافت کا کھویا ہوا وقار دوبارہ قائم کیا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ قادر سے پہلے خلافت ترک اور دیالمہ کی حرص وآز کا شکار تھی، قادر نے اس کے وقار وناموس کو دوبارہ زندہ کیا، خدا نے مخلوق کے دلوں میں اسکی ہیبت ڈال دی تھی اور انکی گردن اطاعت اسکے سامنے خم رہی[1]،

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ قادر کے زمانہ میں عباسی خلافت کا وقار دوبارہ قائم ہوا، اسکی رونق بڑھ گئی، اور اس کے پورے نظام میں قوت پیدا ہو گئی[2]، دیالمہ خودسری کے عادی چلے آتے تھے، جسے جو منصب چاہتے دیدیتے تھے، جسے چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے، ۳۹۵ھ میں شرف الدولہ نے قاضی القضاۃ حج کی امارت، مظالم اور طالبین کی نقابت وغیرہ کے بڑے بڑے مذہبی عہدون پر شریف ابو احمد الحسین کے تقرر کا فرمان جاری کر دیا[3]، یہ تقرر قادر کے خلاف مزاج تھا، اس نے مسترد کر دیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۴۴، [2] الفخری ص ۲۰۷، [3] تاریخ الخلفاء ص ۴۲۲

دیالمہ کی شیعیت نوازی سے بغداد میں شیعیوں کا زور اتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ علانیہ سنیوں پر زیادتیاں کرتے تھے، صحابہ پر تبرا کرتے تھے لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، قادر نے ان کی شیعیت نوازی ختم کردی، سنیوں پر ان کی زیادتیوں کا سدباب کیا، اور دیالمہ کے اثر سے سنیوں میں جو غیر اسلامی خیالات پھیل گئے تھے انکا پورا انسداد کیا،

قیام عدل میں اتنا اہتمام تھا کہ بڑے بڑے ارکان دولت بھی کسی پر زیادتی نہ کرسکتے تھے، قاضی بغداد حسین بن ہارون کا بیان ہے کہ کرخ میں ایک یتیم کی قیمتی جائداد محکمۂ قضا کی تولیت میں تھی، قادر کے حاجب کے بعض احباب اس کو خریدنا چاہتے تھے، حاجب نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ میں جائداد کو قضا کی تولیت سے آزاد کردوں تاکہ وہ من مانی قیمت پر خرید لیں میں نے اس کی تعمیل نہیں کی، حاجب نے مجھکو بلا بھیجا، مجھے بڑا خوف پیدا ہوا، اور جانے کا وعدہ کرکے حاجب کے شر سے بچنے کے لیے معروف کرخی کے مزار پر دعا کے لیے چلا گیا، یہاں ایک درویش بیٹھا تھا، اس نے پوچھا کس کیلیے بددعا کرتے ہو، میں نے واقعہ بیان کیا، یہاں سے واپس ہوکر حاجب کے گھر پہنچا، وہ دیکھتے ہی برس پڑا، بڑے نازیبا الفاظ استعمال کیے، اور میرا کوئی عذر نہ سنا، اتنے میں ایک نوجوان نے ایک رقعہ لاکر حاجب کو دیا، اسے پڑھ کر اس کا رنگ اڑ گیا، اس نے مجھ سے معذرت کی، اور پوچھا کیا آپ نے خلیفہ کو اس واقعہ کی خبر کردی تھی، میں نے انکار کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ جو درویش معروف کرخی کے مزار پر ملا تھا، وہ خود قادر باللہ تھا،[1]

علمی اعتبار سے اس کا شمار اس عہد کے علماء میں تھا، اس زمانہ کے مشہور عالم

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۴

ابوبشر ہروی شافعی سے فقہ حاصل کی تھی،[1] تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں شافعی علماء کے زمرہ میں اس کے حالات لکھے ہیں، اس نے اصول میں ایک کتاب بھی لکھی تھی،[2]

علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا، بلکہ اس کا عمل اس کے علم سے زیادہ تھا، خطیب کا بیان ہے کہ اس کی سیاوت، دینداری، تہجد گذاری، نیکیاں اور صدقات وخیرات کی کثرت اتنی مشہور باتیں ہیں جن سے ہر شخص واقف ہے،[3]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حلیم الطبع، کریم النفس تھا، نیکی اور بھلائی اور نیکیوں کو محبوب رکھتا تھا، نیکی کا حکم دیتا تھا، شر سے روکتا تھا، اور اہل شر سے بغض رکھتا تھا،[4]

مختلف مذاہب واقوام کے اثر سے بغداد ہر قسم کے عقائد وخیالات کا مرکز بن گیا تھا جس سے مسلمان بھی متاثر ہو رہے تھے، قادر نے اس کی اصلاح اور تصحیح عقائد میں سعی بلیغ کی اور ۴۰۸ھ میں اس نے محمود غزنوی کو احیاء سنت کا حکم دیا، اس نے نہایت سختی سے اس حکم کی تعمیل کی،[5]

تصحیح عقائد کے لیے خود ایک کتاب لکھی جس میں محدثین کے مسلک کے مطابق صحابہ کرامؓ کے فضائل ترتیب کے ساتھ تھے، اس میں اس نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو بھی ان کے رتبہ کی بنا پر شامل کر لیا تھا، اور معتزلہ اور خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی تھی، یہ کتاب ہر جمعہ کو جامع رصافہ اور جامع بغداد میں محدثین کے حلقہ میں پڑھی جاتی تھی،[6]

صدقات وخیرات میں اتنا اہتمام تھا کہ اپنے افطار تک کے تین حصے کرتا تھا، ایک

۱؎ تاریخ الخلفاء ص ۴۲۲ ۲؎ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱ ۳؎ خطیب ج ۴ ص ۴۰ ۴؎ ابن اثیر ج ۹ ص ۱۴۴

۵؎ دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸۱ ۶؎ خطیب ج ۴ ص ۳۷

حصہ اپنے لیے رکھتا تھا، اور دو حصے جامع رصافہ اور جامع بغداد میں رہنے والے مسکینوں
کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک مرتبہ جامع رصافہ کے ایک نوجوان نے کھانا لینے سے انکار کیا اور
تھوڑی دیر کے بعد مسجد کے دروازے پر دوسروں سے مانگ کر چند ٹکڑے حاصل کیے،
یہ دیکھکر شاہی فراش نے اس سے کہا تجھ کو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ خدا کا خلیفہ تیرے لیے
رزق حلال بھیجتا ہے، اس کے لینے سے تو تو نے انکار کیا، اور در در مانگ کر کھاتا ہے،
اس نے جواب دیا کہ میں نے اس لیے واپس کیا تھا کہ تم نے مغرب سے پہلے کھانا پیش کیا تھا،
جس وقت مجھ کو اس کی ضرورت نہ تھی، جب اس کی حاجت ہوئی تو مانگ کر کھایا، فراش
نے واپس جاکر یہ واقعہ قادر سے بیان کیا، وہ سنکر رو دیا اور کہا ایسے لوگوں کا لحاظ رکھا کرو
اور ان کے کھانا قبول کر لینے کو غنیمت سمجھو اور افطار کے وقت تک ٹھہرے رہا کرو،[1]

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۴۴

ابو جعفر عبداللہ بن قادر الملقب بہ قائم بامر اللہ

۴۲۲ھ تا ۴۶۷ھ مطابق ۱۰۳۱ء تا ۱۰۷۴ء

قادر اپنی زندگی مین اپنے لڑکے ابو جعفر کو ولیعہد بنا کر اس کی بیعت لے چکا تھا، اس لیے قادر کی وفات کے بعد ذی الحجہ ۴۲۲ھ مین وہ تخت نشین ہوا، اور قائم بامر اللہ لقب اختیار کیا، یہ ایک ارمنی لونڈی بدر الدجی کے بطن سے تھا، تخت نشینی کے وقت ۳۱ سال کی عمر تھی،

قائم کی تخت نشینی کے وقت نظام خلافت جلال الدولہ کے ہاتھون مین تھا، وہ ایک غافل فرمان روا تھا، حکومت کی آمدنی پر افسران فوج قابض ہو گئے تھے، اور عام سپاہیون خصوصاً ترکون اور دوسرے عہدہ دارون کو تنخواہین نہ ملتی تھین، اس لیے ترکون کی فوج کی بغاوت کا ایسا سلسلہ شروع ہو گیا کہ جلال الدولہ کا سارا انتظام درہم برہم ہو گیا،

جلال الدولہ کے خلاف فوج کی بغاوت

اس سلسلہ مین سب سے پہلی بار قادر کے عہد ۴۱۹ھ مین بغاوت ہوئی تھی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اس کے بعد ۴۲۲ھ مین بغداد کے شیعہ سنیون مین تصادم ہوا، اور ایک بڑی شورش بپا ہو گئی، ترکی فوج کو موقع مل گیا، وہ پھر جلال الدولہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، اور قائم سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا، جلال الدولہ نے روپیہ دیکر اس کو خاموش کیا،

فوج خاموش ہوئی تھی کہ غلمان جن کی تنخواہین رکی ہوئی تھین، اٹھ کھڑے ہوئے

اور جلال الدولہ کا گھر لوٹ لیا، اور اسے سارا خدم و حشم الگ کر کے خانہ نشین ہو جانا پڑا،

۴۲۳ھ مین پھر فوج مین بغاوت رونما ہوئی، اور اس نے جلال الدولہ کے گھر پر حملہ آور ہو کر اس کے وزیر ابو اسحٰق سہیلی کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا، جلال الدولہ کو بغداد چھوڑ کر عکبرا مین پناہ لینی پڑی، اس کے فرار کے بعد ترکون نے اس کے بھتیجے ابو کالیجار کو بلا بھیجا لیکن اس کے مشیرون نے روک دیا، اس لیے ترک پھر جلال الدولہ کو جا کر واپس لائے، اور عارضی طور سے سکون ہو گیا، لیکن جلال الدولہ کا رعب و دبدبہ اٹھ چکا تھا، اس کا خزانہ خالی تھا، اس لیے حالات کی اصلاح نہ ہو سکی، اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے بغاوت کا سلسلہ قائم رہا، اس سلسلہ مین بڑے بڑے واقعات پیش آئے، جلال الدولہ کو کئی مرتبہ بغداد چھوڑنا پڑا، اس شورش و ہنگامہ سے بغداد کا امن و امان رخصت ہو گیا،

۴۲۶ھ مین یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ کچھ فوجی بغداد کے قریب ایک گاؤن مین گئے تھے کردون نے ان کی سواریان چھین لین، قریب ہی شاہی باغ تھا، فوجیون نے اس کے محافظون پر یہ الزام لگا کر کہ ان کو کردون کا علم تھا اور انھین نہین بتایا شاہی باغ لوٹ لیا، قائم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو ان کی یہ جسارت سخت گران گذری، جلال الدولہ اتنا بے بس تھا کہ اس کا کوئی تدارک نہ کر سکا، قائم نے حکومت کا تعطل دیکھکر قضا اور افتاء کے محکمے توڑ دیے، اس وقت جلال الدولہ نے فوج کو بارگاہ خلافت تک پہنچانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا، اور فوج نے شورش پسند عوام کے ساتھ مل کر حکومت کے عہدہ دارون کو باہر نکلنے سے روک دیا، اس سے اور ابتری پیدا ہو گئی، دن دھاڑے لوٹ مار ہونے لگی، عرب قبائل نواح بغداد لوٹ کر خاص بغداد مین گھس آئے، باقی فوج جلال الدولہ کے نئے وزیر ابو القاسم کو ننگے پاؤن باہر گھسیٹ لے گئی، اور ۴۲۷ھ مین جلال الدولہ کو

معزول کرنے کا عزم کر لیا، اور اسے زخمی کر کے اس کا گھر لوٹ لیا، وہ بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا، قائم نے درمیان میں پڑ کر بڑی مشکلوں سے دونوں میں صلح کرائی، اور جلال الدولہ پھر بغداد واپس آگیا،

لیکن ایک ہی سال کے بعد ۴۲۸ھ میں دولت عباسیہ کے امیر کبیر اور حاجب الحجاب بارسطغان اور جلال الدولہ میں چل گئی، ابو کالیجار نے بارسطغان کے اشارہ سے جلال الدولہ کے لڑکے ابو منصور ملک عزیز کو واسط سے اور بغداد کے غلمان نے جلال الدولہ کو بغداد سے نکال دیا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد جلال الدولہ نے واپس ہو کر بارسطغان کو قتل کر دیا، اور قاضی ابوالحسن ماوردی قاضی القضاۃ بغداد نے جلال الدولہ اور ابو کالیجار میں صلح کرادی اور جلال الدولہ نے اپنی لڑکی ابو کالیجار کے لڑکے سے بیاہ دی۔

اسی زمانہ میں جلال الدولہ نے اپنی کمزوری کو بڑے بڑے القاب کے پردے میں چھپانے کے لیے قائم سے شہنشاہ کا لقب اختیار کرنے کی درخواست کی، اس نے علماء سے فتویٰ طلب کیا، اکثر جاہ پسند علماء نے جواز کا فتویٰ دیدیا، قاضی ابوالحسن ماوردی نے جن کے جلال الدولہ کے ذاتی تعلقات بھی تھے، مخالفت کی، اور جلال الدولہ کے پاس آنا جانا بند کر دیا، اس سے جلال الدولہ کے دل میں ان کی وقعت اور عظمت اور بڑھ گئی، اور اس نے ان سے مل کر ان کی صداقت و حق گوئی کا اعتراف کیا، لیکن علماء کی اکثریت جواز کا فتویٰ دے چکی تھی، اس لیے قائم نے اجازت دیدی،

جلال الدولہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا، اس لیے یہ لقب اس کا سہارا نہ بن سکا، اور ۴۳۲ھ میں پھر فوجوں میں بغاوت رونما اور بغداد میں شورش اور بدامنی بپا ہو گئی، ان بغاوتوں کا بڑا سبب روپیہ کی قلت تھی، جلال الدولہ نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ۴۳۴ھ

میں جوالی کے محاصل پر جو عباسی خلفاء کا خالصہ تھا ہاتھ بڑھایا، قائم پر یہ جسارت سخت گران گذری، اس نے قاضی ابو الحسن ماوردی کے ذریعہ جلال الدولہ کو اس سے روکنے کی کوشش کی، لیکن وہ باز نہ آیا، اور قائم نے بغداد چھوڑ دینے کا عزم کر لیا، لیکن اس پر عمل نہ کر سکا، اور اس میں اور جلال الدولہ میں کشمکش پیدا ہو گئی۔

شعبان ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ کا انتقال ہو گیا، ۵۲ سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۱۷ سال، گو مدت کے لحاظ سے اتنا زمانہ کچھ کم نہیں لیکن اس مدت میں جلال الدولہ کو ایک دن کے لیے بھی سکون میسر نہ ہوا، اور ایسے مخالف حالات میں اتنے دنوں تک اس کی حکومت کا قائم رہ جانا ہی تعجب انگیز ہے۔

ابو کالیجار جلال الدولہ کی وفات کے وقت اس کا لڑکا ابو منصور ملک عزیز واسط میں تھا، بغدادی فوجوں نے اس کے پاس تحریری اطاعت نامہ بھیجا، اور ساتھ ہی حق بیعت کا بھی مطالبہ کیا، ملک عزیز کے پاس روپیہ نہ تھا، اس لیے وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا۔

ابو کالیجار عرصہ سے عراق کی حکومت کا متمنی تھا، اس کے پاس دولت بھی تھی، اس کو فوج کے مطالبہ اور ملک عزیز کی معذوری کی خبر ہوئی، تو فوج کو روپیہ کا لالچ دیکر اپنی طرف مائل کر لیا، اور ایک بڑی رقم فوج کے لیے اور دس ہزار دینار کی نذر اور بہت سے ہدایا و تحائف قائم کی خدمت میں بھیجے، اور صفر ۴۳۶ھ میں قائم نے بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا، اور محی الدین لقب عطا کیا، اس کے بعد رمضان ۴۳۶ھ میں خود ابو کالیجار بغداد گیا، اسی زمانہ میں ملک عزیز نے بھی بغداد کا قصد کیا تھا، لیکن ابو کالیجار اس سے پہلے پہنچ چکا تھا، اس لیے ملک عزیز کی فوجوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ ناکام لوٹ گیا، چند دنوں کے بعد اس نے پھر ابو کالیجار کے مقابلہ کی کوشش کی، مگر اس مرتبہ بھی ناکام رہا، اور اسلئے اس کے

مستقر واسط ابو کالیجار کا قبضہ ہوگیا، اور ملک عزیز کو میا فارقین جاکر نصر الدولہ کے دامن پناہ لینی پڑی، اور ۴۴۱ھ میں ناکام و نامراد مرگیا،

سلجوقیون کا ظہور سلجوقیون کی نئی طاقت کا ظہور قادر ہی کے زمانہ مین ہو چکا تھا، لیکن اس وقت انکی حیثیت خانہ بدوش قبائل سے زیادہ نہ تھی، قائم کے زمانہ مین انھون نے ایک منظم طاقت کی حیثیت حاصل کرلی، اور ایک عظیم الشان حکومت کی بنیاد رکھی جس نے آگے چل بغداد مین دیالمہ کی جگہ لی، ان کی مختصر تاریخ یہ ہے، سلجوقی نسلاً ترک تھے، ان کا آبائی وطن ترکستان اور چین کا درمیانی علاقہ تھا، سلجوقی قبائل کی تعداد ہزارون نفوس پر مشتمل تھی، ترکستان کی غیر مسلم حکومت مین ان کے سردار دقاق یا تقاق کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی، بیغو فرماں روائے ترک اسے بہت مانتا تھا، دقاق کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے سلجوق رکھا، یہ بڑا ہونہار اور جوہر قابل تھا، سن شعور کو پہنچکر اس کے جوہر چمکنے لگے اور اس نے اپنی صلاحیت اور کارنامون سے بیغو کے دل مین بڑا اعتماد حاصل کرلیا، اس نے اس کو اپنا مقرب خاص بناکر سباشی یعنی سپہ سالاری کا منصب عطا کیا، چند دنون مین اس نے اتنا اثر پیدا کیا کہ سارے ترک اس کے مطیع ہوگئے، اس کے اثر و اقتدار کو دیکھکر بیغو کی ملکہ کو خطرہ پیدا ہوا، اس نے اپنے شوہر کو اس کے قتل پر آمادہ کرنا شروع کیا[1]، اس زمانہ مین ترکستان کی حکومت کی حالت بگڑ چکی تھی، آبادی کی کثرت سے ذرائع معاش بھی تنگ ہوگئے تھے، ملکہ کی مخالفت کو دیکھکر سلجوق اپنے زیر اثر ترکمان قبائل کو لے کر ترکستان سے ترک وطن کرکے اسلامی قلمرو مین چلا آیا اور ماوراء النہر کے علاقہ جند مین قیام پذیر ہوا،

راوندی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلجوق نے ترک وطن سے پہلے اسلام قبول

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۲۳

کرلیا تھا، اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دار الاسلام تو وطن کے بعد اس شرف سے مشرف ہوا،[۱]

قبول اسلام کے بعد سلجوقی ایک منظم قوت بن گئے اور ماوراء النہر کے ان سرحدی مقامات پر جو بیغو کے قبضہ مین تھے، اور جہان کے مسلمانون سے وہ خراج وصول کرتا تھا، قبضہ کرلیا،[۲]

سلجوق نے اپنی اولاد کو پھولتا پھلتا ہوا چھوڑ کر، ۱۰۰ برس کی عمر مین انتقال کیا، اور چار نامور لڑکے یادگار چھوڑ گیا، ارسلان یا اسرائیل میکائیل، یونس اور موسیٰ، ان سب سے نسل چلی، مگر میکائیل کی اولاد بہت پھولی پھلی اور بڑی عظمت و ناموری حاصل کی، ان مین بڑے بڑے نامور سلاطین و فرمانروا پیدا ہوئے، ایران و عراق کے سلجوقی فرمانروا اسکی نسل سے تھے؛ میکائیل کی اولاد کے بعد ارسلان کی اولاد نے ترقی کی، انھون نے ایشیائے کوچک مین اپنی حکومت قائم کی، ترکان عثمانی ان ہی کی یادگار تھے، البتہ یونس اور موسیٰ کی اولاد نے تاریخ مین اپنی کوئی یادگار نہین چھوڑی،

سلجوق کی موت کے بعد اس کے چارون لڑکے ماوراء النہر کے مختلف حصون مین پھیل گئے، ارسلان اپنے قبیلہ کے ساتھ بخارا کے قریب مقیم ہوا، اور ایلک خانی اور غزنوی حکومت کی سرحدون پر تاخت شروع کردی،[۳] ایلک خاں کا ملک زیادہ قریب تھا، اس لیے وہ بہت گھبرایا، لیکن سلجوقیون کا روکنا اس کے بس سے باہر تھا، اس لیے خاموش رہا، اتفاق سے اسی زمانہ مین سلطان محمود اپنی اور ایلک خاں کی سرحدون کی تعیین کے سلسلہ میں ماوراء النہر گیا، غزنوی حدود سے سلجوقیون کی قربت محمود کے لیے بھی خطرہ سے خالی نہ تھی، اس لیے ایلک خان نے اس کو بھڑکایا کہ ترکستان کے جو قبائل ان حدود میں آکر آباد ہوئے ہیں

---

[۱] راحۃ الصدور ص ۸۶ و ابن اثیر ج ۹ ص ۱۶۳ [۲] ابن اثیر ج ۱ ص ۱۶۳ [۳] ایضاً

انھون نے نور بخارا، سغد اور سمرقند کے مرغزارون پر قبضہ کر لیا ہے، سلجوق کے چارون لڑکون نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کر لی ہے، ان کی قوت بہت زیادہ ہے، اور وہ حکومت کی داغ بیل ڈالنا چاہتے ہین، آپ کو اکثر ہندوستان کی مہموں کے سلسلہ مین باہر رہنا پڑتا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ وہ آپ کی عدم موجودگی مین آپ کے حدود مملکت مین کوئی فساد نہ برپا کرین، اس لیے ان کا تدارک ضروری ہے،[1]

محمود ان نو وارد قبائل کے خطرہ سے بے خبر نہ تھا، اس سفر مین ان کی قوت و کثرت اپنی آنکھون سے مشاہدہ کر کے ان کی جانب سے بدگمان ہو گیا، اور سلجوقیون کے پاس دوستانہ پیام بھیجکر عہد مواخاۃ کے بہانہ سے بلا بھیجا،[2]

اس کی دعوت پر ارسلان بن سلجوق جو سب بھائیون مین بڑا تھا، محمود سے ملنے گیا، اس نے اس کا بڑا احترام کیا، اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا، اور باتون باتون مین سلجوقیون کے فوجی قوت کا حال معلوم کر کے ارسلان کو قید کر کے ہندوستان بھیجدیا، اور وہ کالنجر کے قلعہ مین نظر بند کر دیا گیا، اور اس کے قبیلہ کو قتل و قید کر کے مختلف سمتون مین منتشر کر دیا، اور ارسلان سات برس تک محمود کی قید مین رہا، حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ قید ہی مین مر گیا،[3]

لیکن راوندی لکھتا ہے کہ دو ترکمان کالنجر پہنچے اور کسی طرح ارسلان کو قید سے نکالنے مین کامیاب ہو گئے لیکن راستہ بھول گئے، اور قلعہ کا محافظ جو ان کی تلاش مین نکلا تھا، پہنچ گیا، ارسلان نے جب دیکھا کہ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہین ہے تو اس نے دونون ترکمانوں سے کہا کہ مجھے تم میرے حال پر چھوڑ دو اور میرے بھائیون کو جاکر یہ پیام پہنچا دو کہ

---

[1] راحۃ الصدور ص ۸۷-۸۸ [2] ایضاً [3] تاریخ گزیدہ ص ۴۳۵

وہ ملک گیری کے لیے پوری کوشش کرتے رہیں، ناکامی سے مایوس نہ ہوں، کوشش جاری رکھیں،
محمود غلام زادہ ہے، اس کا کوئی نسب نہیں ہے، وہ غدار ہے، اس کے پاس ملک نہیں رہ
سکتا، ایک نہ ایک دن ضرور ان کے قبضہ میں آئے گا،[1]

ارسلان کی موت کے بعد محمود نے سلجوقیوں کو خراسان کے حدود میں قیام کی اجازت دیدی، اس لیے اس کی زندگی بھر وہ خاموش رہے، اور غزنوی حکومت کے ساتھ ان کی کوئی آویزش نہیں ہوئی،

میکائیل نے غیر مسلم ترکوں کے مقابلہ میں شہادت پائی اور تین نامور لڑکے یادگار چھوڑے
طغرل بک محمد، جغری بک داؤد اور بیغو، باپ کی موت کے بعد یہ تینوں بھائی جند سے نور بخارا میں منتقل ہو گئے، امیر بخارا علی تگین ان کی قربت پسند نہ کرتا تھا، وہ ان کے درپے ہو گیا، اسلیے سلجوقی نور بخارا سے بغرا خان کے حدود سلطنت میں چلے گئے، اس نے بھی انھیں ٹکنے دیا اور طغرل بک کو گرفتار کر کے داؤد کو بھی پکڑنے کی کوشش کی لیکن سلجوقیوں نے شکست دیکر طغرل بک کو چھڑا لیا، اور اپنے پہلے مستقر جند لوٹ گئے،

جند بھی بخارا کے قریب تھا، علی تگین پہلے سے سلجوقیوں کے خلاف تھا، اس مرتبہ اس نے ان سے لڑنے کے بجائے طغرل بک کے چچازاد بھائی یوسف بن موسیٰ کو توڑنے کی کوشش کی، اور اس کو بخارا بلا کر بخاری ترکوں کا سردار بنایا، اور بنیاخ بیغو کا لقب اور جاگیر عطا کی، لیکن یوسف اس کے پھندے میں نہ آیا، اس لیے علی تگین نے اس کو قتل کر دیا، اس کے انتقام میں سلجوقیوں نے حملہ کر کے ایک ہزار بخاری فوج تہ تیغ کر دی، علی تگین نے بھی ان پر فوج کشی کر کے ان کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کر لی، اور سلجوقیوں کو جند بخارا سے منتشر کر دیا،

---

[1] راحۃ الصدور ص ۹۳

خوارزم کے فرماں روا ہارون بن تونتاش کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے سلجوقیوں کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، اس دعوت پر وہ ۴۲۶ھ میں خوارزم مین جاکر مقیم ہوئے کچھ دنون کے بعد ہارون نے بھی غداری کی، اور سلجوقیون کو قتل و قید کرکے ان کا مال لٹوالیا، اس لیے یہ لوگ خوارزم چھوڑ کر مرو چلے گئے، اور مسعود غزنوی کے دامنِ حمایت مین پناہ لینی چاہی، اور اس کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ ان کو خراسان مین قیام کی اجازت دیدے تو یہ لوگ اس کے دشمنون کے مقابلہ مین ہمیشہ سینہ سپر رہیں گے، مسعود نے ان کے قاصد کو گرفتار کر لیا، اور سلجوقیون کو خراسان سے نکالنے کے لیے فوج بھیجی، اس نے ان کو بڑی فاش شکست دی، اور ان کا ساز و سامان لوٹنے مین مشغول ہوگئی، داؤد نے موقع پاکر دفعۃً حملہ کر دیا، غزنوی اس کو نہ سنبھال سکے، اور سلجوقیون نے اپنی شکست کا ان سے پورا بدلہ لے لیا۔

اس شکست سے غزنویوں پر سلجوقیوں کی اتنی ہیبت بیٹھ گئی کہ مسعود نے دوبارہ فوج کشی کی ہمت نہ کی، اور طغرل بک اور داؤد کو ایک تہدید آمیز تحریر بھیجی، انھوں نے اس کے جواب مین کلام مجید کی یہ آیت لکھ کر بھیجدی قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ،

یہ جواب سنکر مسعود نے اپنا طرز عمل بدل دیا، اور دوستی کے ذریعہ سلجوقیوں کو قابو مین لانے کی کوشش کی، ان کے پاس دوستانہ خط لکھا، تینوں بھائیوں کے لیے خلعت بھیجے اور ان کے قیام کے لیے دہستان، نساء اور فراوہ کے علاقے پیش کیے، لیکن ان کو یقین تھا کہ یہ سب مسعود کا فریب ہے، اس لیے خلعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور قاصد

کیساتھ تحقیر کا برتاؤ کیا جس سے پھر دونوں میں مخالفت ہوگئی، اور سلجوقیون نے خراسان پر عام یورش کردی، اور غزنوی عمال کو پیہم شکستیں دے کر زچ کر ڈالا، وہ برابر مسعود کو اس کی اطلاع دیکر خراسان کی حفاظت کی جانب توجہ دلاتے رہے، لیکن وہ ہندوستان کی مہم میں ایسا مشغول تھا کہ ادھر توجہ نہ کر سکا، آخر مین عمائد بخارا نے متفقہ درخواست بھیجی کہ اگر سلجوقیون کی یورش کا تدارک نہ کیا گیا تو وہ خراسان پر قبضہ کر کے غزنہ پر حملہ آور ہو جائین گے اس وقت انکا معاملہ قابو سے باہر ہو جائیگا، اس درخواست پر مسعود نے سباشی حاجب کو تیس ہزار فوج کے ساتھ خراسان روانہ کیا، سلجوقی اس وقت مرو میں تھے، سباشی فطرۃً بزدل تھا، اس لئے مقابلہ کی ہمت نہ پڑتی تھی، چند دنوں تک ہراۃ اور نیشاپور میں ٹھہرا رہا، اور ایک دن دفعۃً مرو پہنچ گیا، سلجوقی تیار نہ تھے، اس لیے شکست کھا گئے، اسی دوران مین والی جوزجان نے ان پر حملہ کر دیا، داؤد نے ان کو شکست دیکر قتل کر دیا، اس سے سباشی کے دل میں بڑا ہراس پیدا ہوگیا، اور اسکی ہمت پست ہوگئی اور داؤد نے رجب ۴۲۸ھ مین مرو مین اپنا خطبہ جاری کر دیا،[1]

سلجوقی حکومت کا قیام | سباشی کی ہمت اتنی پست ہو چکی تھی اور وہ سلجوقیوں سے اتنا خائف تھا کہ پھر اس نے ان کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اور جنگ کو برابر ٹالتا رہا، تا آنکہ اس کا سامان رسد ختم ہوگیا، اور شعبان ۴۲۸ھ میں داؤد نے اس کو شکست دیکر خراسان پر قبضہ کر لیا، اور یہاں کے تمام سابق انتظامات بدستور قائم رکھے،

غزنوی فوج کی شکست اور خراسان پر داؤد کے قبضہ کی خبر مسعود کو ہوئی تو وہ پوری قوت کے ساتھ سلجوقیون کے مقابلہ کے لیے خراسان پہنچا، سلجوقیون نے کھل کر مقابلہ کرنے کے بعد اسے چکر دے کر تھکانے کا طریقہ اختیار کیا، جب مسعود ان کی طرف بڑھتا تو وہ کترا کر

---

[1] یہ سب واقعات ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں،

دوسری طرف نکل جاتے، اس طرح ایک عرصہ تک کاوے دینے کے بعد جب غزنوی فوج گھبرا گئی تو سلجوقی ایک بے آب وگیاہ میدان کی طرف نکل گئے، غزنوی فوج نے ان کا تعاقب کیا، اور ایک چشمہ یا تالاب پر منزل کی، پانی کم تھا، غزنویوں میں اس کے لیے آپس ہی میں جنگ ہو گئی، اس وقت سلجوقی جو برابر ان کی نگرانی کر رہے تھے، دفعۃً پہنچ گئے، اور غزنوی فوج کو پسپا کر دیا، مسعود نے استقلال دکھایا، لیکن اس کی فوج کی ہمت چھوٹ چکی تھی، اس لیے اسے بھی مجبور ہو کر غزنہ لوٹ جانا پڑا، اس معرکہ نے غزنوی اور سلجوقی کشمکش کا فیصلہ کر دیا، اور خراسان پر مستقل سلجوقیون کا قبضہ ہو گیا،

خراسان پر قبضہ کے بعد سلجوقی ملک گیری کے لیے مختلف ملکون مین پھیل گئے، اور چند دنون مین بیغو نے ہراۃ، داؤد نے بلخ اور طغرل بک نے جرجان، طبرستان اور خوارزم پر قبضہ کر لیا، طغرل بک کے ماں جائے بھائی ابراہیم نیال نے رے کو زیر نگین کیا، اور طغرل بک نے اہل قزوین، بادشاہ دیلم، سالار طرم، علاء الدولہ دیلمی کے لڑکے قرامرز والی اصفہان اور دوسرے لڑکے گرتاشف والی ہمدان کو مطیع بنایا، اور جا بجا اپنے عمال مقرر کیے، ۴۳۶ھ میں گرتاشف نے طغرل بک کے حاکم کو ہمدان سے نکال دیا، اس لیے ابراہیم نیال نے اس پر فوج کشی کر کے ہمدان، دینور، کرمان شاہ وغیرہ پورے عراق عجم اور کردستان کو زیر نگین کر لیا، اور حلوان تک بڑھتا چلا گیا،

یہاں سے عراق کی سرحد شروع ہو جاتی تھی، ابو کالیجار دیلمی کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اس کے تدارک کے لیے خوزستان سے فارس پہنچا، اس مین سلجوقیون کو روکنے کی طاقت نہ تھی، اس لیے طغرل بک سے صلح کر لی، اس نے ابراہیم کو آگے بڑھنے سے روک دیا، اور دیلمی خاندان سے رشتہ قائم نے کے لیے ابو کالیجار کی لڑکی سے خود عقد کر لیا، اور اپنی بھتیجی اسکے

لڑکے ابومنصور فلاستون کو بیاہ دی،

اس کے ایک سال بعد ۴۴۰ھ میں ابوکالیجار، والی کرمان کی بغاوت فرد کرنے کے لئے نکلا، راستہ میں بیمار پڑا اور جناب پہنچکر انتقال کرگیا، عراق میں اس کی مدتِ حکومت چار سال سے کچھ اوپر تھی،

الملک الرحیم

ابوکالیجار کے کئی لڑکے تھے، ایک لڑکا ابومنصور فلاستون اس کی موت کے وقت جناب میں ساتھ تھا، دوسرا، ابونصر خرہ فیروز بغداد میں تھا، ابوکالیجار کی وفات کے بعد ابونصر نے قائم سے بغداد کی تولیت اور عراق کی حکومت حاصل کرلی، اور الملک الرحیم لقب اختیار کیا، دوسرے بھائی ابومنصور نے فارس جاکر شیراز پر قبضہ کرلیا، لیکن چند ہی دنون کے بعد ملک الرحیم نے اپنے بھائی ابوسعد کو بھیج کر ابومنصور کو گرفتار کرا کے شیراز لے لیا، پھر کچھ دنون کے بعد ابومنصور قید سے چھوٹ گیا، شیراز کی فوج اس کے ساتھ تھی، اس لیے پھر اس نے قبضہ کرلیا، اور ابوکالیجار کے خاص علاقے اہواز پر بھی قابض ہوگیا، اور کئی سال تک دونون بھائیوں میں فارس اور خوزستان کے لیے جنگ ہوتی رہی، کبھی ایک قابض ہوجاتا تھا، کبھی دوسرا، آخر میں ابومنصور نے شیراز پر مستقل قبضہ کرلیا، اور اہواز ملک الرحیم کے پاس رہا،

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ فرامرز بن علاء الدولہ والی اصفہان نے طغرل بک کی اطاعت قبول کرلی تھی، لیکن باربار باغی ہوجاتا تھا اس لیے ۴۴۳ھ میں طغرل بک نے فوج کشی کرکے اصفہان اور رے پر مستقل قبضہ کرلیا، اور فرامرز کے گذارہ کے لیے جاگیر دیدی، اس طرح دیلمی خاندان کی ایک شاخ کا خاتمہ ہوگیا،

خلافت بغداد سے سلجوقی حکومت کی تصدیق

اب سلجوقی حکومت کا رقبہ خراسان سے لیکر ایران و عراق تک پھیل چکا تھا، لیکن ابھی تک خلافت بغداد نے اس کی تصدیق نہیں کی تھی، ۴۴۷ھ

میں طغرل بک نے قائم سے فرمان حکومت کی استدعا کی، قائم نے اس کو فرمان عطا کردیا، اسی کے ساتھ خلعت اور رکن الدولہ کے لقب سے بھی نوازا، اور طغرل کو بغداد آنے کی دعوت دی، طغرل بک نے اس کے جواب میں دس ہزار نقد، جواہرات کے قیمتی ہار، بیش قیمت ملبوسات قائم کی نذر کیے، دو ہزار امیر الامراء، اور ۵ ہزار دوسرے ارکان دولت کے شکرانہ میں بھیجے، قائم نے سلجوقی سفارت کی پذیرائی کے لیے خاص دربار منعقد کیا، اس طرح خلافت بغداد کے ساتھ سلجوقیوں کے تعلقات کی بنیاد پڑی[1]،

سلجوقی حکومت کی تعمیر و توسیع میں میکائیل کی تمام اولادیں شریک تھیں، اس لیے قیام حکومت اور خلافت بغداد کی تصدیق کے بعد طغرل بک نے اپنے بڑے بھائی داؤد کے ذریعہ مفتوحہ ممالک کو اپنے تمام بھائیوں اور بھتیجوں میں تقسیم کرادیا، خراسان کا بڑا حصہ داؤد نے خود لیا، اور بست، ہراۃ اور سیستان بیغو کو ملے، طبس و کرمان داؤد کے لڑکے قاروت کے حصہ میں آیا، اور عراق عجم طغرل بک کے حصہ میں پڑا، اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً بقدر حصۂ رسدی تقسیم کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ بعد میں طغرل بک کے دوسرے بھائی ابراہیم نیال کو ہمدان، امیر یاقوتی بن جعفری بک کو ابہر، زنگان اور نواح آذربیجان اور قتلمش بن ارسلان کو گرگان اور دامغان ملے،[2]

۴۴۶ھ میں تبریز کے حاکم نے طغرل بک کی اطاعت قبول کرکے خراج ادا کیا اور اپنے ملک میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس کی اطاعت کے بعد اس نواح کے تمام امرا نے طغرل بک کے سامنے سر اطاعت خم کردیا، اور اس نے ارمنستان پر فوج کشی کرکے ملاذکرد کا محاصرہ کیا، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی، اور طغرل بک ارض روم تک جاکر لوٹ آیا،

---

[1] راحۃ الصدور ص ۱۰۵ و ابن خلدون ج ۳ ص ۴۵۵ [2] ملک کی تقسیم راوندی اور حمد اللہ مستوفی کے بیان سے ماخوذ ہے، دونوں میں جزوی اختلاف ہے، ہم نے ان کا قدر مشترک لکھا ہے،

واپسی میں قریش بن بدران والی موصل نے جو دیالمہ کے خلاف تھا، طغرل بک کی اطاعت قبول کرکے اس کا خطبہ پڑھا،

بغداد میں جنگ اور بدامنی

ایک طرف سلجوقیوں کی یہ روز افزوں ترقی تھی، دوسری طرف دیالمہ کی حالت روز بروز گرتی جا رہی تھی، ان میں خانہ جنگی بپا تھی، وہ نہ صرف خلافت بغداد بلکہ اپنی اصل حکومت فارس کا نظام سنبھالنے سے بھی عاجز تھے، انہیں ان حالات میں سنہ ۴۴۱ھ میں بغداد کے شیعہ سنیوں میں جنگ شروع ہوگئی، ملک الرحیم میں اس کے روکنے کی طاقت نہ تھی، اسلئے اس کا سلسلہ وقتاً فوقتاً پانچ سال تک قائم رہا، فریقین کے ہزاروں آدمی کام آئے، قتل خونریزی اور آتش زنی سے بغداد کے محلے کے محلے ویران ہوگئے اور پانچ سال بغداد میں شورش و بدامنی قائم رہی، بڑی مشکلوں سے ۴۴۶ھ میں اس کا خاتمہ ہوا،[1]

فوج کی بغاوت اور نظام حکومت کی برہمی

شیعہ سنی جنگ ختم ہوئی تھی کہ بغداد کی فوج میں بغاوت پھیل گئی، اسکا سبب یہ ہوا کہ ملک الرحیم کے وزیر نے فوج کی تنخواہ روک لی، اس سے وہ بگڑ گئی، اور وزیر مذکور کو خوف سے روپوش ہوجانا پڑا، باغی فوج نے گھروں کی تلاشی کے سلسلہ میں لوٹ مار شروع کردی اور بغداد میں پھر بدامنی پھیل گئی، قائم نے ہرچند روکنے کی کوشش کی لیکن باغی فوج باز نہ آئی اور قائم نے مجبور ہوکر بغداد چھوڑنے کا عزم کرلیا، اس وقت وزیر مذکور کو مجبور ہوکر فوج کا مطالبہ پورا کرنا پڑا، لیکن اب اس کی سرکشی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ مطالبہ پورا ہونے کے بعد بھی وہ شورش سے باز نہ آئی، بغداد کی بدنظمی دیکھکر اطراف کے کردوں اور عربوں نے الگ لوٹ مار شروع کردی، اہل بغداد اور قرب و جوار کے لوگ گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور بغداد کی حکومت کا نظام درہم برہم ہوگیا،[2]

---

[1] ابن اثیر وغیرہ میں اسکی بڑی لمبی تفصیل ہے ہم نے صرف خلاصہ اور نتیجہ لکھا ہے [2] ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۱

بساسیری کا عروج اور اس کا اور رئیس الرؤساء کا اختلاف

اسی زمانہ میں بغداد میں ایک اور واقعہ پیش آگیا، جس نے ایک بڑے انقلاب کا سامان فراہم کردیا، دیالمہ کے ایک ترکی غلام ارسلان المعروف بہ بساسیری نے ملک الرحیم کے زمانہ میں اتنا عروج اور اقتدار حاصل کیا کہ دولت عباسیہ کا مختار کل بن گیا تھا، سارے امراء اس سے ڈرتے تھے، عراق وخوزستان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، دولت عباسیہ کے سارے سیر حاصل علاقے اس کے تصرف میں تھے، ان کو لوٹ کر دیہاتوں کو ویران کردیا تھا، قائم اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام انجام نہ دے سکتا تھا،[1]

بساسیری مذہباً باطنی شیعہ تھا، اور بغداد کا رئیس الرؤساء سنی تھا، اس لیے دونوں میں مخالفت تھی، بساسیری کو سلجوقیوں کا عروج جو سنی تھے، سخت گراں تھا، اور رئیس الرؤساء ان کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا، بساسیری اور موصل کی عرب حکومت میں بھی مخالفت تھی، خصوصاً جب سے قریش بن بدران نے طغرل بک کی اطاعت قبول کرلی تھی، اس وقت سے بساسیری اس کے سخت خلاف ہوگیا تھا، اتفاق سے اسی زمانہ میں قریش بن بدران کے دو خاص آدمی ابو الغنائم اور ابو سعد خفیہ بغداد آئے، بساسیری نے ان کو گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ دونوں نکل گئے، بساسیری نے اس کا الزام رئیس الرؤساء کے سر رکھا کہ وہ دیالمہ کے دشمنوں سے سازباز رکھتا ہے اور سلجوقیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس غصہ میں قائم، رئیس الرؤساء اور تمام خدام شاہی کے وظائف بند کردیے، اور انبار پر فوج کشی کرکے اس کو قریش کے قبضہ سے چھڑا لیا، اور ابو الغنائم کو گرفتار کرکے سولی پر آویزاں کیا، اس سے بساسیری کے تعلقات قائم اور رئیس الرؤساء، دونوں سے اور زیادہ کشیدہ ہوگئے[2]

---

[1] تاریخ خطیب ج ۹ ص ۴۰۰ [2] ابن اثیر ج ۹ ص ۲۰۸ و ۲۰۹

اس کے بعد ہی ۴۴۴ھ میں پھر بغداد میں شورش پھیل گئی، حکومت قیام امن سے عاجز ہو چکی تھی، اس لیے اس کی اجازت سے سنیوں کی ایک جماعت نے قیام امن کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اپنے ذمہ لے لیا، اتفاق سے بساسیری کا ایک عیسائی مصاحب اس کے لیے شراب کے چھ سو خم لیے جا رہا تھا، وہ پکڑ لیے گئے، اور عمائد بغداد نے ان کو توڑ کر شراب بہا دی، بساسیری کو معلوم ہوا تو اس پر سخت گراں گذرا، اس کا الزام بھی اس نے رئیس الرؤساء کے سر رکھا، رئیس الرؤسا نے ترکی فوج کو اس کے خلاف بھڑکا دیا، اس نے بساسیری کو ہر طرح کے الزاموں کا نشانہ بنا لیا،[1]

بساسیری اور قائم میں اختلاف اور بغداد میں علوی حکومت کے قیام کی کوشش

بساسیری نے اس کا بدلہ قائم سے لینا چاہا، اور قصر خلافت کو لوٹنے اور قائم کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا،[2] ترک اس سے برہم ہی تھے، انھوں نے قائم کی اجازت سے خود بساسیری کا گھر لوٹ لیا، بساسیری شیعہ تھا، اس لئے دل سے فاطمیۂ مصر کا طرفدار تھا، چنانچہ اس نے مستنصر علوی سے ساز باز شروع کر دیا،[3]

قائم عرصہ سے دیالمہ کے استبداد سے عاجز تھا، اور طغرل بک کو فرمان حکومت عطا کرتے وقت بغداد آنے کی دعوت دے چکا تھا، طغرل بک کو بھی بغداد میں دیالمہ کا اقتدار ناپسند تھا، لیکن اس وقت وہ اپنی مہموں میں مشغول تھا، اس لیے بغداد نہ جا سکا تھا، ان سے فراغت کے بعد ۴۴۷ھ میں وہ حج اور فاطمیۂ مصر پر حملہ کے بہانہ سے بغداد روانہ ہو گیا، یہاں اس کی آمد کی خبر سے بڑی بے چینی پیدا ہو گئی، ملک الرحیم اس وقت واسط میں تھا، اس کو خبر ملی تو وہ فوراً بغداد کے لیے روانہ ہو گیا، بساسیری بھی اس کے ساتھ تھا، راستہ

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۲۰۰ و ۲۰۹ [2] تاریخ خطیب ج ۹ ص ۴۰۰ و دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۲۰۳ [3] ایضاً

بہت
میں ملک الرحیم کو قائم کا خط ملا کر بساسیری نے میرے خلاف میرے دشمن مستنصر فاطمی سے خط وکتابت کی ہے اور میرے اور تمھارے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا عہد وپیمان ہے، ایسی حالت میں اگر تم نے میرے مقابلہ میں بساسیری کے تعلقات کو ترجیح دی تو گویا مجھ سے تعلق منقطع کرلیا، اور اگر اس کو علٰحدہ کر کے بغداد آؤ گے تو حکومت کا نظام تمھارے ہاتھوں میں رہے گا، اس لیے ملک الرحیم نے بساسیری کو الگ کر دیا،

طغرل بک کی آمد اور ترکون کی جانب سے اس کی مخالفت

اس درمیان طغرل بک بغداد کے قریب پہنچ گیا، اور قائم کے پاس اظہار اطاعت وخدمت گذاری کے لیے قاصد بھیجا، اور بغدادی ترکوں کو انعام واکرام کا لالچ دیکر ملانے کی کوشش کی، گو ترک رئیس الرؤسا کے مقابلہ میں بساسیری کے خلاف تھے لیکن بساسیری ان کا ہم قوم اور طغرل بک ایک غیر شخص تھا، اس لیے وہ طمع میں نہ آئے، اور قائم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم نے بساسیری کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہو، لیکن وہ ہمارا محترم ہے، اور امیر المومنین کا بنایا ہوا ہمارا سردار ہے، امیر المومنین نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمارے دشمن (طغرل بک) کو آنے نہ دیا جائے گا، لیکن وہ بغداد کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس کے روکنے کی اب تک کوئی تدبیر نہیں کی گئی، اسی کے ساتھ بساسیری کو واپس بلانے کی درخواست کی،

طغرل بک کا ورود بغداد اور ملک الرحیم سے مصالحت

اس دوران میں طغرل بک بغداد پہنچ گیا، ملک الرحیم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے اس نے قائم کو مختار بنا دیا کہ وہ جس طرح مناسب سمجھے اس کے اور طغرل بک کے درمیان مفاہمت ومعاملت کرا دے، قائم نے رائے دی کہ وہ طغرل بک کی اطاعت اور اس کا خطبہ قبول کرلے، ملک الرحیم نے مان لیا، اس کے صلہ میں طغرل بک نے ملک الرحیم کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا، اور رمضان ۴۴۷ھ

یں بغداد میں طغرل بک کا خطبہ جاری ہو گیا۔

طغرل اس وقت تک بغداد کے باہر مقیم تھا، خطبہ جاری ہونے کے بعد اس نے قائم سے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، اس نے اجازت دیدی، بغداد کے عمائد اور ارکان سلطنت نے طغرل بک کے قیام گاہ پر اس سے مل کر خلیفہ کی جانب سے ملک الرحیم کے ساتھ حسن سلوک کا دوبارہ عہد لیا، اور آخر رمضان ۴۴۷ھ میں طغرل بک بغداد میں داخل ہو گیا،[1]

اہل بغداد اور سلجوقیوں میں جنگ اور ملک الرحیم کی گرفتاری

اس کا داخلہ بہت پر امن ہوا، کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا، سلجوقی فوجوں نے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا، لیکن اس کے دوسرے دن چند سلجوقی سپاہیوں نے کسی کام سے ایک بغدادی کو پکڑا، وہ ان کی زبان نہ سمجھتا تھا، اس نے غلط فہمی میں شور مچا دیا، چند بغدادی اس کی حمایت میں سلجوقیوں پر حملہ آور ہو گئے، یہ دیکھکر عوام سمجھے کہ طغرل بک اور ملک الرحیم میں جنگ چھڑ گئی، وہ سلجوقیوں پر ٹوٹ پڑے، ایک جماعت طغرل بک پر حملہ کے لیے اس کے فرودگاہ کی طرف بڑھی، اہل کرخ اس ہنگامہ سے الگ رہے، بلکہ ان سے جہانتک ہو سکا سلجوقیوں کو بچایا، یہ حالات دیکھکر ملک الرحیم الزام سے بچنے کے لیے اپنے امراء کو ساتھ لیکر قصر خلافت میں چلا گیا، اہل شہر کے ناگہانی حملے سے بہت سے سلجوقی مارے گئے، لیکن پھر انھوں نے سنبھل کر پورا مقابلہ کیا، فریقین میں بڑا کشت و خون ہوا، سلجوقیوں نے بغداد کے کئی محلے لوٹ لیے اور شہر میں سخت بد امنی پھیل گئی،

اس کے دوسرے دن طغرل بک نے قائم کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ ہنگامہ ملک الرحیم اور اس کی فوج کے اشارے سے ہوا ہے، اگر اس کا دامن پاک ہے تو اس کو میرے پاس آکر اس کی صفائی دینی چاہیے، ورنہ اس کی ساری ذمہ داری اس کے سر ہے، طغرل کے اس

پیام پر قائم نے ملک الرحیم کو اپنے قاصدوں کے ہمراہ طغرل کے پاس صفائی دینے کے لیے بھیجا، اور خود بھی اس کی صفائی دی، جب یہ لوگ سلطانی قیام گاہ کے پاس پہنچے تو طغرل کی فوج نے ان کو لوٹ لیا، اور طغرل نے ملک الرحیم اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے شروان بھیجدیا،

قائم کو ملک الرحیم کی گرفتاری سخت ناگوار ہوئی، اس نے طغرل کے پاس کہلا بھیجا کہ ملک الرحیم کو میں نے اپنی امان اور اپنی ذمہ داری پر تمہارے پاس بھیجا تھا، اس لیے اس کو رہا کر دو ورنہ میں بغداد چھوڑ دوں گا، میں نے اس یقین و اعتماد پر تم کو بغداد آنے کی دعوت دی تھی کہ تمہارے ذریعہ شرعی احکام کی عظمت قائم ہوگی، اور محرمات کی حرمت بڑھے گی، لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا، قائم کا یہ پیام سن کر طغرل بک نے کچھ آدمیوں کو رہا کر دیا، لیکن ملک الرحیم بدستور قید رہا، اس کے بعد ملک الرحیم کی فوج کی جاگیریں اور بغدادی ترکوں کا کل مال و متاع ضبط کر لیا، اور دار المملکۃ کی عمارت تعمیر کر کے اس میں مقیم ہوا، اور خلافت عباسیہ سے تعلقات استوار کرنے کے لیے ۴۴۸ھ میں قائم کے ساتھ اپنی بھتیجی خدیجہ بنت داؤد کا عقد کر دیا،

بغداد سے طغرل کی واپسی

طغرل بک بغداد میں تیرہ مہینے مقیم رہا، اس مدت میں سلجوقی سپاہیوں نے اہل بغداد پر بڑی زیادتیاں کیں اور ان کے ہاتھوں ان کو بڑی تکلیفیں پہنچیں، قائم نے طغرل کے وزیر عمید الملک کندری سے اس کی شکایت کی، طغرل نے اپنی مجبوری ظاہر کر کے اظہار معذرت کیا، اور فوجوں کو بغداد سے کوچ کا حکم دیدیا،

عرب فرماں رواؤں کی مخالفت اور اطاعت

بساسیری ملک الرحیم سے الگ ہونے کے بعد نور الدولہ دبیس بن مزید والی حلہ کے پاس جو طغرل کے مخالفین میں تھا، حلہ چلا گیا تھا، ۴۴۸ھ

مین ان دونون نے مل کر موصل پر حملہ کر کے قریش بن بدران کو شکست دی اور وہ زخمی ہو کر نور الدولہ کے پاس لایا گیا، اس نے اس کے سامنے مستنصر علوی کا بھیجا ہوا خلعت پیش کیا شکست خوردہ قریش نے اس کو قبول کیا، اور موصل مین مستنصر کا خطبہ جاری کر دیا، بغداد سے روانگی کے وقت طغرل کو اس کی اطلاع ملی، اس لیے وہ بغداد سے سیدھا موصل روانہ ہو گیا، راستہ مین امیر ہزار سب کو اعراب موصل کے مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے ان کو شکست دیکر ان کی بڑی تعداد قتل وگرفتار کی اور طغرل نے ان سے پورا انتقام لیا،

اعراب کی شکست کی خبر موصل پہنچی تو قریش اور نور الدولہ کی ہمت چھوٹ گئی، انھون نے طغرل بک سے صفائی کر کے اطاعت قبول کر لی، لیکن بساسیری کا معاملہ اس نے قائم پر منحصر رکھا، اس لیے وہ موصل چھوڑ کر رحبہ چلا گیا، اور طغرل نے نور الدولہ اور قریش کو انکی حکومت کے بعض حصے واپس دیدیے، اس کے بعد دیار بکر اور جزیرہ ابن عمر کی طرف بڑھا، یہان کے حاکم ابن مروان نے ہدایا وتحائف پیش کر کے رضامند کر لیا، اس مہم مین طغرل کا چچیرا بھائی قتلمش ہمراہ تھا، اس نے اہل سنجار کی شکایت کی، اس لیے طغرل نے فوج کشی کر کے سنجار کو بزور شمشیر فتح کیا، اور اس کے والی کو قتل کر دیا،

طغرل بک کی بغداد واپسی اور خلافت بغداد کی جانب سے حکومت کے جلیل القدر منصب پر تقرر اور عزت افزائی

ان مہمات سے فراغت کے بعد طغرل ۴۴۹ھ مین دوبارہ بغداد گیا، رئیس الرؤساء نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قائم کی جانب سے سلام کے بعد ایک مرصع جام اور خلعت پیش کیا، طغرل نے اس عزت افزائی کے شکرانہ مین زمین بوس ہوا، بغداد کی پہلی آمد مین قائم سے طغرل کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، اس مرتبہ اس نے حضوری کی درخواست کی، قائم نے اجازت دی اور خاصہ کا گھوڑا اس کی سواری کے لیے بھیجا، طغرل اس پر سوار ہو کر بارگاہ خلافت مین حاضر ہوا، قائم

اس کے اعزاز میں خاص دربار منعقد کرکے باریابی کا شرف بخشا، قائم ایک بلند تخت پر تھا، دوش پر رداے نبوی اور ہاتھ میں عصاے خلافت تھا، چپ و راست ارکان دولت تھے، طغرل نے تخت شاہی کے سامنے زمین بوس ہوکر دست بوسی کی عزت حاصل کی، قائم نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اعزاز بخشا اور رئیس الرؤسا نے قائم کی جانب سے اعلان کیا کہ "امیر المومنین تمھاری کوششوں کے شکر گذار، تمھارے کام کے مداح اور تمھاری قربت سے مسرور ہیں، وہ تم کو ممالک محروسہ کا والی بناتے اور خدا کے مخلوق کی ذمہ داری تمھارے سپرد کرتے ہیں، اس کو پورا کرنے میں ہمیشہ خدا کا خوف پیش نظر رکھو، اپنے اوپر اس کی نعمتوں کا احساس کرو اور عدل و انصاف کے قیام اور ظلم و جور کے انسداد اور رعایا کی اصلاح میں پوری کوشش کرو"۔ اس جلیل القدر منصب کے شکرانہ میں طغرل بک پھر زمین بوس ہوا، اور خلیفہ کے حکم سے اسکو خلعت پہنایا گیا، اس نے دوبارہ زمین بوس ہوکر دست بوسی کی عزت حاصل کی، اور خلیفہ کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے ملا، اس نے اس کو "الملک المشرق والمغرب" کے لقب سے ملقب اور فرمان حکومت عطا کیا، ان مراسم کے بعد طغرل اپنے قیام گاہ پر واپس گیا، اور قائم کی خدمت میں پچاس ہزار اشرفیاں نقد، بیش قیمت ہدایا، پچیس ترکی سوار مع اسپ و ساز زرین اور قیمتی کپڑے نذر بھیجے،[1]

ابراہیم نیال کی بغاوت اور اس کا قتل

طغرل کے قیام بغداد کے زمانہ میں اس کا بھائی ابراہیم نیال جسے وہ موصل کی نگرانی کے لیے چھوڑ آیا تھا، اس کے خلاف ہو گیا، اور موصل چھوڑ کر ہمدان چلا گیا، بساسیری اور قریش بن بدران قریب ہی تھے، میدان خالی پاکر موصل پہنچ گئے، طغرل کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً بغداد سے موصل روانہ ہو گیا،

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۲۲۱

اس کی آمد کی خبر سن کر دو نون نے موصل چھوڑ دیا، اور طغرل ابراہیم کے مقابلہ کے لیے ہمدان پہنچا، لیکن ابراہیم کی قوت زیادہ تھی اس لیے طغرل رے چلا گیا، اور اپنے بھتیجون الپ ارسلان یاقوتی اور قاروت کو بلا کر ان کی مدد سے ابراہیم کو شکست دے کر گرفتار کر لیا، ابراہیم کو کئی مرتبہ طغرل معاف کر چکا تھا، لیکن وہ مخالفت سے باز نہ آتا تھا، اس لیے طغرل نے اس کو قتل کرا دیا،

بغداد پر بساسیری کا قبضہ اور قائم کی حدیثہ روانگی

ابراہیم کے مقابلہ مین طغرل کی مشغولیت دیکھ کر قریش بن بدران اور بساسیری بغداد پہنچ گئے، یہان کوئی روکنے والا نہ تھا، اس لیے ذیقعدہ ۴۵۰ھ مین بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر کے یہان مستنصر علوی کا خطبہ جاری کر دیا، اتفاق سے بغداد مین اس وقت کوئی تجربہ کار افسر موجود نہ تھا، چند عمائد بغداد نے عوام کو ساتھ لے کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی، لیکن انھون نے شکست کھائی، اور بساسیری نے حریم خلافت کو لوٹ لیا، اور باب نوبی تک گھس آیا، عمید عراق کو مجبور ہو کر قریش کے دامن مین پناہ لینی پڑی، قائم نے یہ صورت دیکھی تو سیاہ لباس پہنکر قصر خلافت سے نکل آیا، اس وقت اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی، اس لیے اسے مجبور ہو کر قریش سے جو اس وقت بساسیری کے ساتھ تھا، لیکن عرب تھا، اپنے اور اپنے تمام متعلقین و وابستگان دولت کے لیے پناہ لینی پڑی، بساسیری کو معلوم ہوا تو اس نے کہلا بھیجا کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے، اس لیے قریش کو رئیس الرؤساء کو اسکے حوالہ کر دینا پڑا، اور قائم کو اپنے چچیرے بھائی مہارش کی حفاظت میں دیدیا، یہ اپنے ساتھ عزت و حرمت کے ساتھ اس کو حدیثہ لے گیا، اور اسکی خدمت گذاری کا پورا حق ادا کیا، بساسیری نے اہل بغداد پر اثر قائم کرنے کے لیے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا،

قائم کی ضعیف والدہ کو ایک علٰحدہ گھر دیدیا اور اس کی خدمت کے لیے دو کنیزیں مقرر کرکے وظیفہ جاری کر دیا، لیکن رئیس الرؤساء اور عمید العراق سے اس کو پرانی عداوت تھی، ان کو اس نے معاف نہین کیا، اور رئیس الرؤساء کی تشہیر کرکے سولی پر آویزان کیا، اور عمید عراق کو قتل کر دیا۔ اور مستنصر علوی کی خوشنودی کے لیے ان کارروائیون کی اطلاع مصر بھجوائی، لیکن وہان سے کوئی حوصلہ افزا جواب نہین ملا،

بساسیری کا اخراج اور قائم کی واپسی

اس زمانہ مین طغرل ابراہیم نیال کے مقابلہ مین مشغول تھا، اس لیے بغداد کے معاملات کی طرف توجہ نہ کر سکا، اس سے فراغت کے بعد قریش بن بدران اور بساسیری کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ خلیفہ کو بحال کر دیں تو وہ بغداد مین صرف اپنے سکہ اور خطبہ پر قناعت کرے گا، اور عراق ان کے لیے چھوڑ دے گا، لیکن بساسیری اس پر رضامند نہ ہوا، اس لیے طغرل بک کو فوج کشی کرنی پڑی، بساسیری مین اس کو روکنے کی طاقت نہ تھی، اس لیے ایک سال کے قیام کے بعد ذیقعدہ سنہ ۴۵۱ھ مین اس کو بغداد چھوڑنا پڑا،

طغرل نے راستہ ہی سے قائم کو واپس لانے کے لیے ابن فورک کو قریش بن بدران کے پاس بھیجدیا تھا، قریش کی نیت مین فتور تھا، اس نے اپنے بھائی مہارش کے پاس کہلا بھیجا کہ مین نے سلجوقیون سے بچنے کے لیے خلیفہ کو تمھاری امانت میں دیدیا تھا، اب وہ پھر آگئے ہین اس لیے تم خلیفہ کو لے کر خشکی کے علاقہ کی طرف نکل جاؤ، جب وہ اس کو ہمارے ساتھ دیکھین گے تو پھر عراق کا رخ نہ کرین گے، اور ان سے ہم کو آزادی مل جائے گی، لیکن مہارش نے اس کی تعمیل نہین کی، اور قائم کو لیکر بغداد روانہ ہوگیا، دوسری طرف طغرل آرہا تھا نہروان میں دونون ملے، طغرل نے قائم کے سامنے زمین بوس ہوکر اس کی سلامتی پر مبارکباد

پیش کی اور ابراہیم کی بغاوت کی وجہ سے وقت پر بغداد نہ پہنچنے کی معذرت کی، اور وعدہ کیا کہ بساسیری کو بہت جلد اس کے کیے کی سزا کو پہنچائے گا، اور مستنصر علوی سے پورا بدلہ لے گا، اس وفاداری کے صلہ میں قائم نے اپنے دست خاص سے اس کے تلوار باندھی، اور طغرل اس کی پیشوائی کیلیے اس کے دو روسے دو چار دن پہلے بغداد پہنچ گیا، اور ذیقعدہ ۴۵۱ھ میں اپنے ہاتھوں سے قائم کی سواری کی لگام تھام کر قصر خلافت میں لے گیا، اس کی واپسی پر بغداد میں بڑا جشن ہوا، شعرا نے قصائد تہنیت پیش کیے،

بساسیری کا قتل | بساسیری اس وقت تک عراق میں مقیم تھا، قائم کی واپسی کے بعد طغرل نے اس کے استیصال کے لیے فوجیں روانہ کیں، بساسیری کا ساتھی نور الدولہ تو بطیحہ نکل گیا لیکن بساسیری خود ٹھہرا رہا، اس دوران میں سلجوقی فوجیں پہنچ گئیں، اس وقت بساسیری نے نکل جانا چاہا لیکن گھوڑے سے گر پڑا، سلجوقیوں نے پکڑ کر قتل کر دیا، اور اس کا سر لیجا کر طغرل کے سامنے پیش کیا، اس نے بغداد میں سر کی تشہیر کرائی، اور جسم کو سولی پر آویزاں کیا، اور بغداد میں اس کا جس قدر مال و متاع تھا، سب ضبط کر لیا گیا، بساسیری کے قتل سے طغرل اور قائم دونوں کی راہ کا ایک بڑا کانٹا صاف ہو گیا،

طغرل کی واپسی | بساسیری کی جانب سے اطمینان حاصل کر لے کے بعد طغرل بغداد کا نظام درست کرنے کے واسطے گیا، اور عراق کے امرا کو مختلف حصوں پر مامور کیا، اور ۴۵۲ھ میں امیر ہزار اسب بیس بن مزید، ابو علی بن کالیجار وغیرہ کو لے کر بغداد واپس آیا، قائم نے ان کے اعزاز میں دعوت دی، طغرل نے بھی ان سب کو مدعو کیا اور انھیں خلعتیں تقسیم کیں، اور امیر برسق کو بغداد کا شحنہ بنا کر ربیع الاول ۴۵۲ھ میں اپنے مستقر واپس گیا،

قائم کی لڑکی سے طغرل کا نکاح اور اسکا انتقال | ۴۵۴ھ میں طغرل نے قائم کی لڑکی کے ساتھ

شادی کی درخواست کی، یہ جرأت آج تک اترک و دیالمہ کسی نے بھی نہ کی تھی۔ قائم کو اس سے بڑی ناگواری ہوئی، اور اس نے سختی کے ساتھ اس رشتہ سے انکار کر دیا، اور معاملہ اتنا طول کھینچ گیا کہ قائم بغداد چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا، لیکن پھر آخر میں خیر خواہانِ دولت کے مشورہ سے چار و ناچار منظور کرنا پڑا، اور شعبان ۴۵۴ھ میں تبریز میں عمید الملک کی وکالت میں اس شرط پر کہ یہ رشتہ صرف شرف انتساب کے لیے ہے، میاں بیوی میں زن و شو کے تعلقات قائم نہ ہوں گے نکاح ہو گیا، اور دلہن بغداد ہی میں رہی،

۴۵۵ھ میں طغرل بیوی سے ملنے کے لیے بغداد گیا، عمید الملک نے اسے شرط یاد دلائی کہ میاں بیوی خلوت میں نہیں مل سکتے، طغرل نے منظور کیا اور قصر خلافت میں دلہن ایک زرین تخت پر بیٹھی، طغرل نے اس کے سامنے زمین بوسی پر اکتفا کی اور بہت ساز و سامان اور بیش قیمت جواہرات جو دلہن کے لیے لایا تھا پیش کیے اور اہل بغداد کی عام دعوت کی جس کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہا، بغداد کے عمائد اور ارکین سلطنت کو خلعتیں تقسیم کیں، ایک مہینہ قیام کے بعد ربیع الاول ۴۵۵ھ میں اپنے دار السلطنت رے واپس گیا، واپسی کے چھ مہینے کے بعد رمضان ۴۵۵ھ میں انتقال کر گیا، اس وقت ستر سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۲۶ سال اور خلافت بغداد کی تولیت کی مدت آٹھ سال تھی،

اوصاف طغرل کے کمالات اور اوصاف جہانبانی خود اس کی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہیں، اس نے اپنی قوت بازو سے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی، اور مخالف طاقتوں کو مغلوب کر کے اس کو اس قدر مضبوط کر گیا کہ اس کے جانشینوں نے اس کی بنیاد پر سلجوقی حکومت کا عظیم الشان قصر تعمیر کیا، خلافت بغداد کو دیالمہ کے پنجہ سے آزاد کرایا، اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے تمام مفتوحہ ملکوں کو اپنے بھائی بھتیجوں میں تقسیم کر دیا،

وہ ایک راسخ العقیدہ اور دیندار مسلمان اور پاکباز و متقی فرمان روا تھا، نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا تھا، تہجد کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی، ہر جمعہ، دوشنبہ کو روزہ رکھتا تھا، صدقات و خیرات کرتا تھا، مسجدوں کے بنوانے سے شغف رکھتا تھا، کہا کرتا تھا کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے، کہ کوئی عمارت بنواؤں اور اس کے پہلو میں مسجد نہ ہو[1]

الپ ارسلان طغرل خود لاولد تھا، اپنے بھتیجے سلیمان بن داؤد کو اپنا جانشین بنا گیا تھا، چنانچہ اس کی وفات کے بعد رمضان ۴۵۵ھ میں وہ تخت نشین ہوا، قتلمش بن اسرائیل والی قونیہ نے اس کو تسلیم نہیں کیا، اور اس کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا بعض اور امرا نے بھی سلیمان کی مخالفت کی، اور اس کے بجائے طغرل کے دوسرے بھتیجے الپ ارسلان کا خطبہ جاری کر دیا، یہ صورت دیکھکر طغرل کا وزیر عمید الملک کندری بھی الپ ارسلان کے ساتھ ہوگیا، قتلمش نے اس کی بادشاہت بھی تسلیم نہیں کی لیکن الپ ارسلان نے اسکو مغلوب کر لیا، ایک روایت یہ ہے کہ وہ جنگ مین مارا گیا، دوسری یہ کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا،

قتلمش کے بعد الپ ارسلان کی جانشینی مسلم ہوگئی، اور اس نے اپنے کاتب نظام الملک طوسی کو وزیر بنایا، عمید الملک کندری کا درخور بھی قائم رہا، ایک میان مین دو تلوارین نہین رہ سکتی تھین، اس لیے اس مین اور نظام الملک مین اختلاف شروع ہوگیا نظام الملک نے الپ ارسلان کو بھڑکا کر عمید الملک کو قید کرا دیا، اور چند دنون کے بعد وہ قتل کر دیا گیا، قتل کے وقت اس نے الپ ارسلان کے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ "حضور کے خانوادہ کی خدمت میرے لیے مبارک تھی، اس کے طفیل مین مجھے دونوں جہان کی نعمتین ملین، حضور نے

[1] اختصار دولت آل سلجوق عماد الدین اصفہانی ص ۲۲،

چچا نے وزیر بنا کر دنیا کا حاکم بنایا، اور حضور نے درجۂ شہادت پر سرفراز کر کے دوسرے جہان مین امتیاز بخشا، اور نظام الملک سے کہلا بھیجا کہ تم نے بادشاہ کو وزیر کشی کی تعلیم دے کر ایک بری رسم قائم کی ہے عجب کیا ہے کہ ایک دن تم کو یا تمھاری اولاد کو بھی یہ دن دیکھنا پڑے،[1]

۴۵۵ھ مین الپ ارسلان نے قائم کی لڑکی اور طغرل کی بیوی کو جو رے مین تھی، بڑے تزک و احتشام سے بغداد واپس کیا، اور قائم سے خطاب و خلعت کی درخواست کی. اس نے ضیاء الدین عضد الدولہ کا لقب اور خلعت عطا کیا، اور قاصد بھیج کر الپ ارسلان سے اپنی بیعت لی،[2]

خلافت بغداد کی تصدیق کے بعد الپ ارسلان نے توسیع حکومت کی جانب توجہ کی، وہ بڑا اولوالعزم، حوصلہ مند اور شجاع و بہادر تھا، فتح و نصرت اس کے ہم رکاب تھی، کسی مہم میں ناکام نہین رہا، اپنے زمانہ مین اس نے ایران کی سلجوقی حکومت کو مشرق کا امپائر بنا دیا، اس کے کامون کی تفصیل بہت طویل ہے، جو ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس سلسلہ میں الپ ارسلان کے دو کارنامے زیادہ اہم اور قابل ذکر ہین، ایک حکومت قسطنطنیہ کے خطرہ کا انسداد دوسرے حرمین مین فاطمیون کے بجائے عباسی خطبہ کا اجراء،

گرجستان کی فتح

خلافت بغداد کے زوال کے بعد اس مین اور رومیون مین معرکہ آرائی کا سلسلہ قریب قریب بند ہو چکا تھا، اس کے متولی دیالمہ مین کوئی جوش و ولولہ نہ تھا، وہ ایران کی حکومت پر قانع تھے، ان کے برعکس سلجوقیون کے حوصلہ کے سامنے تنہا وسط ایشیا کا میدان کافی نہ تھا، اس لیے وہ ابتدا ہی سے قسمت آزمائی کے لیے مختلف ملکون مین پھیل گئے تھے،

[1] اختصار الصدور ص ۱۰، و تاریخ گزیدہ ص ۴۳۹ [2] ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۱

اور قلمش بن ارسلان نے ایشیائے کوچک کو اپنے حوصلہ کا آماج گاہ بنایا تھا، اور اس کا بڑا حصہ فتح کرکے اپنی حکومت قائم کر لی تھی، جو ڈھائی صدیوں تک قائم رہی۔

خود طغرل بک کی سلطنت کے حدود ارمنستان تک پہنچ گئے تھے جہاں سے قسطنطنیہ کی حکومت یا اس کے ماتحت حکمرانوں کے حدود شروع ہو جاتے تھے، اس لیے دونوں میں تصادم ناگزیر تھا، چنانچہ ۴۵۶ھ میں الپ ارسلان نے اران گرجستان کے صوبوں پر فوج کشی کی، اور اس کے لڑکے ملک شاہ اور وزیر نظام الملک نے رومیوں کے متعدد قلعے فتح کیے اور شہر مریم نشین کا محاصرہ کیا، یہ عیسائیوں کا بڑا مقدس شہر تھا، پوری عیسائی دنیا اس کی تعظیم کرتی تھی۔ اس کے گرد سنگین شہر پناہ اور چاروں طرف نہر رواں تھی، عیسائیوں نے مدافعت میں پوری قوت صرف کر دی لیکن سلجوقی شہر پناہ تک پہنچ کر کمند کے ذریعہ فصیل پر چڑھ گئے۔ اہل شہر نے جو مدافعت کرتے کرتے تھک چکے تھے، سپر ڈال دی اور شہر پر قبضہ ہو گیا[1]۔

الپ ارسلان دوسری سمت مصروف پیکار تھا، اس لیے مریم نشین کی فتح سے بڑی مسرت ہوئی، اور وہ ملک شاہ اور نظام الملک کو واپس بلا کر صبید شہر کی طرف بڑھا، اور اسے فتح کرکے اعال لال کے قلعہ کا رخ کیا، یہ بڑا سنگین اور مستحکم شہر تھا، اس کے مشرق و مغرب میں پہاڑ کی قدرتی دیوار اور متعدد مستحکم قلعے تھے، دوسری سمت نہر حائل تھی، الپ ارسلان نے اس پر پل تعمیر کرکے شہر پر حملہ کیا، اہل شہر نے ہر چند مدافعت کی لیکن روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے، اور سلجوقیوں نے انھیں شکست دیکر شہر پر قبضہ کر لیا۔

اعال لال کی تسخیر کے بعد شہر آنی کا رخ کیا، اور راستہ کی عیسائی آبادیوں کو مطیع کرتے

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳

ہوئے آنی پہنچا، یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ اس میں پانسو گرجے تھے، اس کے تین طرف دریائے ارس تھا، اور چوتھی سمت نہر تھی، شہر تک پہنچنے کے لیے تھوڑا سا خشکی کا راستہ تھا، الپ ارسلان نے لکڑی کا برج بنا کر سنگباری اور تیراندازی کے ذریعہ اہل شہر کو فصیل سے ہٹا دیا، اور حملہ کر کے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گیا، عین اس وقت اس کا ایک حصہ جو سنگباری سے کمزور ہو چکا تھا گر گیا، اور سلجوقی اس کے راستہ سے داخل ہو کر شہر پر قابض ہو گئے، گرجستان کے فرمانروا نے جب دیکھا کہ سلجوقیوں کا روکنا اس کے بس سے باہر ہے تو اس نے جزیہ دیکر صلح کر لی، اور الپ ارسلان مفتوحہ علاقوں کی حفاظت کے لیے فوج چھوڑ کر مرو واپس گیا، ان فتوحات سے اسلامی دنیا کو بڑی شادمانی و مسرت ہوئی، قائم نے خاص طور سے خوشنودی کا اظہار اور الپ ارسلان کے لیے دعا کی۔[1]

قیصر ارمانوس کی شکست اور گرفتاری

ان فتوحات کا تعلق اگرچہ براہ راست قسطنطنیہ کی حکومت سے نہ تھا، لیکن یہ صوبے رومی حکومت کے ہم سرحد اور اس کے باجگذار تھے، اسلیے بالواسطہ رومی حکومت پر ان کا اثر پڑنا ناگزیر تھا، اس لیے قیصر ارمانوس دیوجانس نے سنہ ۴۶۳ھ میں سلجوقیوں کی یورش کو روکنے کے لیے رومی، روسی، غزی، قفجاقی، خزر اور آرمنی قوموں کا تین لاکھ کا لشکر جرار لیکر اسلامی حدود کی طرف بڑھا، الپ ارسلان کو آذربیجان میں اس کی اطلاع ملی، ارمانوس ملازکرد تک پہنچ چکا تھا، الپ ارسلان کے لیے تیاری کا موقع نہ تھا، اس لیے اس نے اپنی بیوی کو نظام الملک کے ہمراہ ہمدان بھیجدیا، اور خود کل پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ارمانوس کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، خلاط کے قریب دونوں کے مقدمۃ الجیش کا سامنا ہوا، گو رومی مقدمۃ الجیش کی تعداد پوری سلجوقی فوج سے

[1] ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۳ و ۱۴

بھی زیادہ تھی، لیکن اس کے باوجود سلجوقیون نے اس کو شکست دیکر اس کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا، اور ان کی مقدس صلیب کو چھین کر نشان فتح کے طور پر بغداد بھیجا،

اس دوران مین اصل رومی لشکر نے خلاط کا محاصرہ کر لیا، یہان کے مسلمانون کے پاس کوئی قوت نہ تھی، اس لیے تھوڑی مدافعت کے بعد انھون نے شہر رومیون کے حوالہ کر دیا انھون نے سارے اہل شہر کو قیدی بنا لیا، اس کے دوسرے دن سلجوقی فوج پہنچی، اس نے رومیون کو ہٹا کر مسلمانون کو ان سے چھڑایا، اس کے بعد الپ ارسلان پہنچا اور رومیون کے قریب ہی خیمہ زن ہوا، پہلے اس نے مصالحت کی کوشش کی لیکن ارمانوس نے جواب دیا کہ "صلح تمھارے پایہ تخت رے پہنچ کر ہو گی"، اس جواب کے بعد جنگ ناگزیر ہو گئی لیکن دونون کی قوت مین کوئی تناسب نہ تھا، امام ابو نصر محمد بن عبد الملک حنفی نے جو الپ ارسلان کے ساتھ تھے، اس کا حوصلہ بڑھایا کہ "تم خدا کے دین کی حمایت مین لڑ رہے ہو، جس کی امداد اور غلبہ کا اس نے وعدہ کیا ہے، اس لیے خدا تم کو ضرور کامیاب کریگا"، اور دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد آغاز جنگ کا مشورہ دیا،

الپ ارسلان نے دوسرے دن مجاہدین کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی، اس وقت اس پر بے اختیار رقت طاری ہو گئی، اس کے ساتھ سارے نمازی رونے لگے، اور اسی حالت مین سب نے بارگاہ ایزدی مین فتح و نصرت کی دعا کی، اور الپ ارسلان لباس بدل کر گھوڑے پر میدان جنگ پہنچا اور پندرہ ہزار سلجوقی لاتعداد رومیون کی صف مین گھس گئے، اور اس شدت کا معرکہ ہوا کہ میدان جنگ مین خون کا دریا بہنے لگا، ہر طرف کشتون کے انبار لگ گئے، یہ معرکہ سلجوقیون کی شجاعت کی حیرت انگیز مثال ہے، ان کی جانبازی نے کئی لاکھ رومیون کو بڑی فاش شکست دی، قیصر ارمانوس گرفتار ہو کر الپ ارسلان کے حضور مین

پیش کیا گیا، اس نے طنزاً پوچھا، تم ہی نے میرے پیام صلح کو ٹھکرایا تھا، ارمانوس نے
جواب دیا جو تمھارے دل مین آئے فیصلہ کر دو لیکن مجھے جھڑکو مت، الپ ارسلان نے
پوچھا اگر تم مجھے گرفتار کر لیتے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے، ارمانوس نے کہا بہت برا
الپ ارسلان نے کہا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ مین تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرونگا
ارمانوس نے کہا یا قتل کروگے یا تشہیر کروگے، تیسری صورت یعنی فدیہ لے کر چھوڑنے کی
امید نہیں، الپ ارسلان نے کہا مین یہی تیسری صورت اختیار کرونگا، چنانچہ کئی کرور
فدیہ کے وعدہ پر اس کو رہا کر دیا، اور یہ شرط قرار پائی کہ الپ ارسلان کو جس وقت فوجی مدد
کی ضرورت پیش آیا کرے گی، ارمانوس مدد کیا کریگا، اور اس کے یہان جس قدر مسلمان
قید ہین، سب کو رہا کر دیگا،

صلح کے بعد الپ ارسلان نے ارمانوس کو شاہی خیمہ مین ٹھہرنے کا حکم دیا، دس ہزار
اشرفیان زادراہ کے لیے دین، اور اس کی مشایعت کے لیے بطریقون کی ایک جماعت
کو جو جنگ مین قید ہوئے تھے، رہا کر کے سب کو خلعتیں دین، ارمانوس اس شریفانہ سلوک
سے اتنا متاثر ہوا کہ دوبارہ الپ ارسلان کے پاس جا کر اظہار اطاعت کیا، اور دونون
میں پچاس سال کے لیے تحریری معاہدہ ہوگیا، سلطان نے خاص اپنی فوج حفاظت کے لیے
دی اور ایک فرسخ تک خود رخصت کرنے کے لیے گیا.

اس دوران مین قسطنطنیہ مین انقلاب ہوگیا، ارمانوس کی گرفتاری کے بعد میخائیل
نے قسطنطنیہ کے تخت پر قبضہ کر لیا، راستہ میں ارمانوس کو اسکی اطلاع ملی، وہ اپنی شکست سے بہت
متاثر تھا، اس خبر نے اس کا دل توڑ دیا، اور اس نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی، اور میخائیل
کے پاس کہلا بھیجا کہ مین نے رومی حکومت کی جانب سے الپ ارسلان سے جو معاہدہ کیا تھا،

اس کے رد و قبول کا تم کو اختیار ہے میخائیل نے زر فدیہ کی ادائیگی کے علاوہ معاہدہ کے اور تمام شرائط قبول کرلیے، ارمانوس کو سب سے زیادہ اسی شرط کے ایفاء کا خیال تھا، اس نے اپنا کل اندوختہ جو اس کے پاس بچ رہا تھا، اور جس کی تعداد دو لاکھ تھی، اور نوے لاکھ کی قیمتی جواہرات اس معذرت کے ساتھ الپ ارسلان کے پاس بھجوائے کہ تاج و تخت سے محرومی کے بعد اس سے زیادہ رقم کی ادائیگی میرے امکان سے باہر ہے، الپ ارسلان نے اس کو قبول کیا۔[1]

حرمین میں عباسی خطبہ کا اجراء | مصر کے فاطمی خلفاء عباسیوں کے حریف مقابل تھے، دیالمہ نے ہم مذہبی کی بنا پر ان سے کبھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا، اس لیے ان کا اثر و اقتدار برابر بڑھتا گیا، اور حرمین تک میں ان کا خطبہ جاری ہوگیا تھا، سلجوقی سنی تھے، جب انھوں نے دیالمہ کی جگہ لی تو فاطمیوں کی قوت توڑنے کی کوشش کی، چنانچہ طغرل بک نے مصر پر حملہ کا ارادہ کیا تھا، لیکن اس کا موقع نہ مل سکا، الپ ارسلان کے زمانہ میں اسکے قدرتی اسباب پیدا ہوگئے، اتفاق سے سلجوقیوں کے زمانہ میں فاطمیوں کا نظام بگڑ چکا تھا، اور مصر میں سخت ابتری پھیل گئی تھی، مقریزی کا بیان ہے کہ عوام کے ساتھ مستنصر فاطمی کے اختلاط اور اس کی سخلہ پروری سے معاملات و مقدمات کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک ایک دن میں آٹھ آٹھ سو استغاثوں کی نوبت آجاتی تھی، اسلیے قدرۃ وزراء اور قضاۃ کے مصارف بہت بڑھ گئے تھے، عمید الدولہ اور وزراء میں اختلاف کی وجہ سے وزراء کی قوت کمزور پڑ گئی تھی، اور حکومت کا نظام بگڑ گیا تھا، خصوصاً ان پر خود سر امراء کے قبضہ کی وجہ سے حکومت کے محاصل گھٹ گئے تھے، امراء کی خودسری کے ساتھ حکومت کا مالی نظام ابتر ہوگیا تھا۔[2]

---

[1] یہ حالات زیادہ تر ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۲ و ۲۳ اور دولت آل سلجوق ص ۴۰ تا ۴۴ سے ماخوذ ہیں۔ [2] مقریزی ج ۲ ص ۱۶۲

اس کے مقابلہ مین سلجوقیون کی طاقت روز افزون ترقی پذیر تھی، ان کے تسنن کی وجہ سے ملک کا عام رجحان بھی ان کی طرف تھا، اس لیے خود بخود لوگ ان کی طرف مائل ہونے لگے چنانچہ ۴۶۲ھ مین محمد بن ابی ہاشم امیر مکہ نے فاطمیہ سے تعلق منقطع کرکے الپ ارسلان کی اطاعت قبول کرلی، اور مکہ مین اس کے نام کا خطبہ جاری کردیا، الپ ارسلان نے اس کے صلہ مین خلعت اور تیس ہزار نقد نذرانہ بھیجا، اور دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا[۱]،

والی حلب کی اطاعت | اسی زمانہ مین ناصر الدولہ حمدانی نے جو مستنصر علوی کے امرا مین تھا، اور اس کے خلاف ہوگیا تھا، ابوجعفر محمد بن احمد بخاری کے ذریعہ الپ ارسلان کو مصر پر حملہ کی دعوت دی، اس دعوت پر وہ شام کی طرف بڑھا، راستہ مین محمود بن صالح والی حلب نے جو فاطمی حکومت کے ماتحت تھا، الپ ارسلان کی اطاعت قبول کرکے حلب مین اسکا خطبہ جاری کیا، قائم نے اس کے صلہ مین محمود کے لیے خلعت بھجوائی لیکن محمود شیعون کی اذان چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، اس لیے الپ ارسلان نے حلب کا محاصرہ کرلیا، چند دنون کے بعد محمود محاصرہ کی سختی سے گھبراکر اپنی ضعیفہ مان کو لیکر الپ ارسلان کی خدمت مین حاضر ہوگیا، اس نے اس ضعیفہ کی سفارش پر محمود کی حکومت بحال رکھی، اور خلعت بھی عطا کیا[۲]،

فلسطین پر قبضہ | حلب کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کررہا تھا کہ خراسان پر رومیون کی فوجکشی کی خبر ملی، اس لیے شام کی مہم ترکون کے ہاتھون مین چھوڑکر خراسان چلا گیا، اس کی واپسی کے بعد اتسز ترکی نے ۴۶۳ھ مین عسقلان کے علاوہ پورے فلسطین پر قبضہ کرلیا، اور دمشق پر حملہ آور ہوا لیکن اس مین کامیابی نہ ہوئی، اس لیے لوٹ گیا،

ملک شاہ کی ولیعہدی | ۴۶۴ھ مین الپ ارسلان نے قائم کی اجازت سے اپنے لڑکے ملکشاہ

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۱ [۲] ایضاً ص ۲۲

کو باقاعدہ ولیعہد بنایا، قائم نے اس کے لیے خلعت ، اور الپ ارسلان کی لڑکی سفری خاتون کے ساتھ اپنے ولیعہد مقتدی کے عقد کا پیام بھیجا، الپ ارسلان نے بڑی مسرت سے اس اعزاز کو قبول کیا، اور عمید الملک اور نظام الملک کی وکالت مین نیشاپور مین غائبانہ عقد ہوا، عقد کے بعد عمید الملک نے اصفہان جاکر ملک شاہ کو قائم کا عطا کردہ خلعت پہنایا،

ترکستان پر فوج کشی اور الپ ارسلان کی وفات

مغرب کے بعد الپ ارسلان نے مشرق کی جانب توجہ کی اور ۴۶۵ھ مین ماوراء النہر کے علاقہ پر فوج کشی کی جیحون کے پار چند سلجوقی سپاہی ایک قلعہ دار یوسف خوارزمی کو پکڑ کر الپ ارسلان کے پاس لائے، اس نے اس سے کچھ باتین دریافت کین، یوسف نے گستاخانہ جواب دیا، الپ ارسلان نے اس کو سزا دینے کا حکم دیا، یوسف بگڑ کر الپ ارسلان پر حملہ کے قصد سے بڑھا، خدام نے روکنا چاہا، لیکن سلطان نے ان کو منع کر دیا، اور یوسف پر خود تیر چلایا، اتفاق سے نشانہ خطا کر گیا، اور یوسف نے الپ ارسلان کو زخمی کر دیا، وہ خود تو مارا گیا لیکن سلطان کا زخم کاری تھا، وہ اس سے جانبر نہ ہو سکا، اور اس کے صدمہ سے ربیع الاول ۴۶۵ھ مین انتقال کر گیا، لاش مرو لیجا کر باپ کے پہلو مین دفن کی گئی، انتقال کے وقت کل چالیس سال کی عمر تھی، مدت حکومت نو سال چھ مہینے،[1]

اوصاف وکمالات

الپ ارسلان اوصاف جہانبانی مین طغرل کا صحیح جانشین اور بعض دوسرے اوصاف وخصوصیات مین اس سے بڑھا ہوا تھا، اس نے سیاسی اور تمدنی دونون حیثیتون سے سلجوقی حکومت کو بڑی ترقی دی، اس کا رقبہ اتنا وسیع کر دیا کہ اس کا ایک سرا ترکستان کے سے ملتا تھا، اور دوسرا شام سے، ابن خلکان کا بیان ہے کہ قتلمش کے مقابلہ مین کامیابی

---

[1] راحۃ الصدور ص ۱۲۰ و تاریخ گزیدہ ص ۴۴۱، عربی مورخین کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے،

بعد الپ ارسلان ملکوں پر چھا گیا، اس کی سلطنت کے حدود بہت بڑھ گئے، اس کی سطوت وہیبت دلوں پر بیٹھ گئی، اس کی فتوحات کا دائرہ اور سلطنت کا رقبہ طغرل کی سلطنت سے زیادہ بڑھ گیا، مغرب میں وہ شام تک پہنچ گیا، اور حلب میں محمود بن صالح کو مطیع بنایا، اسلام کی تاریخ میں وہ پہلا ترک فرمانروا ہے جس نے فرات کو عبور کر کے سرزمین شام میں قدم رکھا، اور ترکستان میں جیحون بازنک پہنچ گیا،[1]

ابن اثیر اس کے اوصاف کے ذکر میں لکھتا ہے، الپ ارسلان فیاض، عادل، عاقل وفرزانہ تھا، اس کی حکومت کے حدود بہت وسیع ہو گئے تھے، ایک عالم اس کے سامنے جھک گیا تھا، اور اس کو سلطان العالم بالکل بجا کہا جاتا ہے،[2]

سلطنت کی توسیع کے ساتھ اس نے اس کو انتظامی اور تمدنی حیثیت سے بھی ترقی دی ملک کے امن وامان کا یہ حال تھا کہ اس کے حدود حکومت میں جرائم مفقود ہو گئے تھے، رعایا کا مال اتنا محفوظ تھا کہ حکومت کے اصل محاصل کے سوا ناجائز آمدنی کا ایک حبہ نہ لیا جاتا تھا، بڑے سے بڑا عہدہ دار ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کے مال کی جانب نگاہ اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا، ایک مرتبہ الپ ارسلان کو اطلاع ملی کہ اس کے ایک غلام نے ایک دیہاتی کا تہ بند چھین لیا ہے، اس جرم میں اس نے اس غلام کو سولی پر چڑھا دیا، گو جرم کے مقابلہ میں یہ سزا نہایت سنگین ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی شخص کو دوسرے کے مال پر دست درازی کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، ایک مرتبہ ایک شخص نے الپ ارسلان کو لکھا کہ نظام الملک ناجائز روپیہ حاصل کر کے جمع کرتا ہے، نظام الملک کو اس کے مزاج میں جو رسوخ حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں، اس کے باوجود الپ ارسلان نے یہ تحریر اس کے حوالہ کر کے کہا، اگر یہ تحریر صحیح ہے

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۴۶ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۶

تو تم کو اپنی اصلاح اور اپنے اخلاق درست کرنے چاہئین، اور اگر غلط ہے تو لکھنے والے کو معاف کر دو،[1]

وہ طبعاً نہایت رقیق القلب اور غریب پرور تھا، کان رحیم القلب رفیقاً بالفقراء[2] غربا پر بکثرت خیرات کرتا تھا، رمضان مین پندرہ ہزار اشرفیان تقسیم کرتا تھا، سارے ملک کے فقرا و مساکین کے نام درج رجسٹر تھے، اور حکومت ان سب کی کفالت کرتی تھی،[2] خاص پایہ تخت کے محتاجون کے لیے مطبخ شاہی مین روزانہ پچاس بکرے ذبح ہوتے تھے،[3]

علم و فن کا قدردان اور سرپرست تھا، بغداد مین بصرف کثیر ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا تھا، یہ مدرسہ مشہور مدرسہ نظامیہ کے علاوہ تھا،[4]

الپ ارسلان کے اوصاف و محاسن بے شمار ہین جن کی تفصیل کا یہ موقع نہین،

ملک شاہ الپ ارسلان اپنی زندگی ہی مین ملک شاہ کو ولیعہد بنا گیا تھا، چنانچہ اسکی وفات کے بعد ربیع الاول ۴۶۵ھ مین وہ تخت نشین ہوا، قائم نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور بغداد اور سلجوقی حکومت کے تمام مقبوضات اور اس کے ماتحت ملکون مین ملک شاہ کا خطبہ جاری ہو گیا، تخت نشینی کے بعد اس نے نظام الملک کو اتابک اور عماد الدولہ کا لقب عطا کر کے سلطنت کا مختار کل بنا دیا، اس نے بھی وفاداری کا پورا حق ادا کیا، اور ملک شاہ کی ہر مشکل اور دشواری مین سینہ سپر رہا، ملک شاہ کی کامیابیان بیشتر نظام الملک ہی کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھین،

قاروت بک کی مخالفت اور اسکا قتل الپ ارسلان اپنی وفات کے وقت اپنے لڑکے ایاز ارسلان کے لیے پانچ لاکھ نقد اور اپنے بھائی قاروت بک والی کرمان کیلئے فارس

[1] ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۲۶ [2] ایضاً [3] دولت آل سلجوق ص ۵۶ [4] ابن خلکان جلد ۲ ص ۵۹

اور کرمان کی حکومت کی وصیت کرتا گیا تھا، ملک شاہ نے اپنے بھائی کی وصیت کی تعمیل فوراً کردی، چچا کے متعلق وصیت بھی پوری کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، لیکن وہ الپ ارسلان کی وفات کے بعد ملک شاہ کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، ملک شاہ نے اسے شکست دیکر قتل کر دیا، اور کرمان و فارس اس کے لڑکے کو دیکر باپ کی وصیت پوری کی،[1]

۴۶۶ھ میں ملک شاہ کی درخواست پر قائم نے اس کو حکومت کا فرمان اور لواء و خلعت عطا کیا،[2] الپ ارسلان کی وفات کے بعد خاقان تگین والی سمرقند نے ترمذ پر قبضہ کر لیا تھا، ۴۶۶ھ میں ملک شاہ نے ترمذ پر فوج کشی کر کے اس کو خاقان تگین کے بھائی کے ہاتھوں سے چھڑایا، اور اس کو خلعت عطا کی، اور سمرقند پر فوج کشی کر کے خاقان تگین کو مطیع بنایا،

ولایت عہد | قائم کے صرف ایک لڑکا محمد تھا، جو اس کی زندگی ہی میں مرگیا تھا، اسکی موت کے چھ مہینے بعد اس کی لونڈی ارجون کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، یہ نومولود قائم کی ضعیفی کا تنہا سہارا تھا، اس لیے اس کی ولادت پر اس کو بڑی مسرت ہوئی اور بڑے ناز و نعم سے اس کی پرورش کی اور اپنی زندگی میں اس کو ولیعہد نامزد کر کے مقتدی بامر اللہ کا لقب عطا کیا،

قائم کی وفات | شعبان ۴۶۷ھ میں قائم نے ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، اس کی مدت حکومت ۴۴ سال آٹھ مہینے تھی،

اوصاف | قائم اوصاف جہانبانی میں اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا، اس نے بھی خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی کوشش کی، ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ فاضل اور صالح خلیفہ تھا، اس نے عباسی خلافت کے وقار و قوت میں اضافہ کیا،[3] سلجوقیوں کے ذریعہ خلافت دیالمہ کے

---

[1] ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۲۰، [2] ایضاً [3] الفخری ص ۲۰۰

پنجۂ استبداد سے چھڑایا، گو اس کے بعد خود سلجوقی اس پر حاوی ہوگئے، لیکن وہ سنی تھے، اس لیے انھوں نے اس کے ظاہری احترام کو قائم رکھا،

ذاتی حیثیت سے وہ بڑا دیندار، متقی اور زاہد تھا، حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ شب بیدار تھا، رات بھر سجادۂ عبادت پر بسر کرتا تھا، اور اکثر روزہ رکھتا تھا، [1]

علمی حیثیت سے بھی ممتاز تھا، ادب اور خطاطی سے خاص دلچسپی تھی، اور ان کا بڑا اچھا مذاق رکھتا تھا، اسے دفتری تحریریں پسند نہ آتی تھیں، ان میں اصلاح دیا کرتا تھا، قیام عدل میں خاص اہتمام رکھتا تھا، اہل حاجت کی حاجت برآری میں بڑا مستعد تھا، کوئی حاجت مند اس کے دربار سے مایوس نہ ہوتا تھا، [2] اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں،

---

[1] دول الاسلام جلد ا ص ۲۱۳ [2] ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۳۳

ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن قائم الملقب بہ مقتدی بامر اللہ

۴۶۷ھ تا ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۷۴ء تا ۱۰۹۴ء

قائم کے بعد شعبان ۴۶۷ھ میں اس کا پوتا عبداللہ بن محمد الملقب بہ مقتدی بامر اللہ جسے وہ اپنی زندگی میں ولیعہد بنا گیا تھا تخت نشین ہوا، اس وقت اس کا بیسوان سال تھا،

مقتدی کے زمانہ میں سلجوقیوں کو تاج و تخت حاصل کیے ہوئے تین پشتیں ہو چکی تھیں، اسلیے ان میں خلافت بغداد کے ساتھ عقیدت اور اس کی خدمت گذاری کا جذبہ ختم ہو گیا، اور ملک شاہ نے مقتدی کو اپنا محکوم و تابع فرمان بنانے کی کوشش کی، لیکن مقتدی حوصلہ و ہمت کا خلیفہ تھا، اس نے اس کے استبداد کو قبول نہ کیا، اور بڑی حد تک خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی کوشش کی، گو وہ پوری طرح اس میں کامیاب نہ ہو سکا، تاہم بڑی حد تک اپنا وقار قائم رکھا،

اشاعرہ اور حنابلہ کی جنگ

۴۶۸ھ میں ذات باری کی تنزیہ و تجسیم کے مسئلہ میں بغداد کے حنابلہ اور اشاعرہ کے درمیان سخت فساد ہو گیا، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ امام ابونصر شافعی نے مدرسۂ نظامیہ میں وعظ کہا، اور اشاعرہ کی حمایت میں حنابلہ کے عقائد پر کچھ طعن و طنز کیا،[۱] اس پر وہ بگڑ گئے، اور مدرسۂ نظامیہ کے بازار پر حملہ کر کے اپنے بعض مخالفین کو قتل کر دیا، اس پر

[۱] ذات باری تعالیٰ کی تنزیہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے لیکن کلام مجید اور احادیث نبوی میں باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی تعبیر کے سلسلہ میں اسکے ہاتھ پاؤں وغیرہ جن اعضا کا ذکر آیا ہے حنابلہ بغیر کسی تاویل کے اسکو مانتے ہیں جس سے تجسیم کا شائبہ پیدا ہوتا ہے [۲] تاریخ آل سلجوق صفحہ ۵۰

دونوں میں فساد ہوگیا اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے[1]، اس وقت تو یہ ہنگامہ فرو ہوگیا، لیکن اس کے دو سال بعد پھر تصادم ہوگیا، نظام الملک نے اس ہنگامہ کا بانی مقتدی کے وزیر فخرالدولہ کو قرار دیا اور مقتدی سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا[2]، اس کو اس کے ماننے میں تامل ہوا، لیکن فخرالدولہ حالات کی نزاکت کا اندازہ کرکے خود مستعفی ہوگیا، اور اس کے لڑکے عمیدالملک نے نظام الملک کو رضامند کرکے باپ کی جگہ حاصل کرلی[3]،

امام ابونصر بڑے جلیل القدر عالم تھے، ان سے نظام الملک نے کوئی تعرض نہیں کیا اور انھیں عزت و احترام کے ساتھ نیشاپور بھیجدیا، جہاں وہ آخر عمر تک درس و افتا میں مشغول رہے[4]، مقتدی کے زمانہ میں بھی اس کے اور ملک شاہ کے اختلافی معاملات کے سوا خلافت بغداد کے اور کوئی قابل ذکر واقعات نہیں ہیں، اس کی تفصیل آخر میں آئے گی، البتہ خود ملک شاہ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے اور سلجوقی حکومت کا رقبہ شام سے لیکر چین کی سرحد تک وسیع کردیا، اس کا اجمالی حال یہ ہے،

دمشق پر سلجوقیوں کا قبضہ

اوپر الپ ارسلان کے دور میں معلوم ہوچکا ہے کہ اسکے ترکی افسر اتسز نے فلسطین پر قبضہ کرلیا تھا، دمشق لینے کی بھی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوا تھا، ۴۶۸ھ میں دمشق میں سخت قحط پڑا، ہزاروں آدمی لقمۂ اجل ہوگئے، اس کے علاوہ یہاں کی پولیس اور مصمودی قبائل میں جنگ ہوگئی، اس نے دمشق کی حالت اور زیادہ ابتر کردی، امیر اتسز نے موقع پاکر حملہ کردیا، اہل دمشق میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، انھوں نے شہر حوالہ کردیا، اور ذیقعدہ ۴۶۸ھ میں دمشق فاطمیہ کی سیادت سے نکل کر سلجوقیوں کے قبضہ میں آگیا، اور یہاں مقتدی کا

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۳۰۰ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۸ [3] ایضاً وتاریخ آل سلجوق ص ۵۰

[4] ابن خلکان ج ۲ ص ۳۰۰

خطبہ جاری ہو گیا[۱] اور اتسز نے شام میں شیعی اذان ختم کر کے سنی اذان جاری کر دی، سلجوقیوں کا اصل مقصد فاطمی حکومت کا استیصال تھا، اتفاق سے اسی زمانہ میں فاطمیون کا ایک ممتاز فوجی افسر ابن ایلد کوز اس کے خلاف ہو گیا، اور شام جاکر اتسز کی خدمت میں ہدایا پیش کر کے اس کو مصر پر حملہ کے لیے آمادہ کر لیا، دولت فاطمیہ کا مختار کل بدر الجمالی تیس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ میں آیا، اتسز کے پاس کل پانچہزار سپاہ تھی، اپنے بھائی مامون کے اصرار سے اس نے اتنی ہی فوج سے مقابلہ کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتسز نے شکست کھائی اور مامون جنگ میں مارا گیا[۲]

دوسری طرف اتسز کی عدم موجودگی میں شام میں بغاوت ہو گئی، صرف دمشق کے باشندے اس سے الگ رہے، بیت المقدس میں بغاوت زیادہ سخت تھی، اس لیے اتسز واپسی کے بعد دمشق ہوتا ہوا قدس گیا اور یہاں کے باشندوں کو بے دریغ قتل کیا، صرف ان لوگوں کو چھوڑا جنھوں نے صخرہ میں پناہ لی تھی،

شام میں سلجوقی حکومت کا قیام بدر الجمالی کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اس نے نصیر الدولہ کو فوجیں دیکر شام روانہ کیا، اس نے دمشق میں اتسز کا محاصرہ کر لیا، اسی دوران میں ملک شاہ کا بھائی تتش ارسلان جس کو ملک شاہ نے شامی مقبوضات کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، پہنچ گیا، نصیر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی، اس لیے محاصرہ اٹھا کر چلا گیا، اور اتسز نے دمشق تتش ارسلان کے حوالہ کر دیا، اتسز کا رویہ سلجوقی حکومت کے ساتھ مشتبہ تھا، اس لیے تتش نے اس کو قتل کرا دیا، اور چند دنوں میں فلسطین وغیرہ پر قبضہ کر کے شام میں مستقل حکومت قائم کر لی، جو دولت بوریہ شام کے نام سے موسوم تھی[۳]

---

[۱] تاریخ ذیل دمشق ابن القلانسی ص ۱۰۸ و ۱۰۹ [۲] تاریخ مصر ابن میسر ص ۲۵ [۳] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۸

ملک شاہ کے زمانہ مین شام اور اس کے آس پاس حلب، دیار بکر اور موصل مین عرب حکومتین قائم تھین، اور علی الترتیب سابق بن محمود، منصور بن نصر مروانی اور شرف الدولہ بن مسلم ان کے حکمران تھے، یہ تینون سلجوقیون کی جانب سے مطمئن نہ تھے، اور بعضون سے ان کا تصادم بھی ہو چکا تھا، اس لیے ملک شاہ کے مقابلہ کے لیے تینون متحد ہو گئے،

حلب شام ہی کا حصہ تھا، اور الپ ارسلان کے زمانہ مین یہان کا فرمانروا محمود بن صالح مرداسی الپ ارسلان کی اطاعت قبول کر چکا تھا لیکن اس کا لڑکا سابق پھر فاطمیہ سے مل گیا تھا، تتش ارسلان برابر حلب پر قبضہ کرنے کی کوشش مین لگا رہا، لیکن شرف الدولہ والی موصل کی مزاحمت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا، مگر خود سابق مین کوئی صلاحیت نہ تھی، اس لیے حلب کے ایک امیر ابن الحیتی نے حلب کی حکومت حاصل کر لی، اور چند دنون کے بعد ۴۷۳ھ مین شرف الدولہ کے حوالہ کر دی، سابق نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور حلب کی مرداسی حکومت کا خاتمہ ہو گیا

حلب پر قبضہ کے بعد شرف الدولہ کو پورے شام کی طمع دامنگیر ہوئی، اس نے حکومت مصر کی مدد کے اعتماد پر دمشق پر حملہ کر دیا، لیکن وہان سے کوئی مدد نہ ملی اور شرف الدولہ شکست کھا کر موصل لوٹ گیا،

۴۷۷ھ مین ملک شاہ نے فخر الدولہ کو دیار بکر کی مہم پر مامور کیا، اس کے فرمانروا منصور ابن نصر اور شرف الدولہ نے مل کر اس کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی، ملک شاہ نے اہل موصل کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کی اطاعت قبول کر لین تو فبہا ورنہ بزور شمشیر موصل پر قبضہ کیا جائیگا، شرف الدولہ کے بعد خود ان مین مقابلہ کی قوت نہ تھی، اس لیے انھون نے شہر حوالہ کر دیا، اس کے بعد خود ملک شاہ نے موصل جا کر شرف الدولہ کو جو رحبہ مین مقیم تھا، اطمینان دلا کر بلا بھیجا، اور اس سے اپنی اطاعت قبول کرا کے موصل کی حکومت پر بحال کر دیا، اس طرح

حکومت سلجوقیوں کے زیر اثر آگئی، ۴۷۸ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والی قونیہ نے ایک اختلاف کی بنا پر شرف الدولہ پر فوج کشی کرکے اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد اس کا بھائی ابراہیم اسکا جانشین ہوا،

حلب پر شرف الدولہ کی جانب ابن الحیتیتی حکمران تھا، شرف الدولہ کو قتل کرنے کے بعد سلیمان نے اس پر فوج کشی کردی، ابن الحیتیتی نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ حلب کی حکومت کا فیصلہ ملک شاہ پر منحصر کر دیا جائے، اور دوسری طرف خفیہ تتش ارسلان سلجوقی فرمانروائے شام کو حلب حوالہ کرنے کے لیے بلا بھیجا، اس وعوت پر اس نے ۴۷۹ھ میں حلب پر فوج کشی کی، سلیمان کو اس کی خبر ہوگئی، اس نے آگے بڑھکر روکنے کی کوشش کی لیکن شکست کھاکر خودکشی کرلی، اور تتش ارسلان نے ابن الحیتیتی سے حلب حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا، اس نے اسے بھی ملک شاہ سے استصواب کے بہانہ سے ٹالنا چاہا، لیکن تتش نے حلب پر بزور قبضہ کرلیا۔

ابن الحیتیتی کا بھائی قلعہ بند ہوگیا، اور تتش کو اس کا محاصرہ کرنا پڑا، اسی دوران میں ملک شاہ جسے ابن الحیتیتی نے بلا بھیجا تھا، جمادی الثانی ۴۷۹ھ میں حلب پہنچ گیا، اسے دیکھ کر تتش محاصرہ اٹھاکر دمشق لوٹ گیا، اور ابن الحیتیتی نے حلب ملک شاہ کے حوالہ کردیا، اس سفر میں اس نے حران اور رہا وغیرہ پر بھی قبضہ کیا، اور نصر بن علی والی شیزر کو مطیع بنایا، اور قسیم الدولہ کو حلب میں چھوڑ کر اصفہان واپس گیا[1]،

ترکستان پر قبضہ مشرق میں اس کی فتوحات کا دائرہ چین تک پہنچ گیا، یاد ہوگا کہ الپ ارسلان نے ترکستان پر فوج کشی کی تھی، اور اسی سفر میں ایک قلعدار کے ہاتھوں زخمی ہوکر انتقال کرگیا تھا، ترکستان پر ملک شاہ کے قبضہ کے قدرتی اسباب پیدا ہوگئے، اس لیے اسکے زمانہ میں

[1] یہ حالات تاریخ مصر ابن میسر و تاریخ ذیل دمشق ابن القلانسی اور ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں،

احمد خان بن خضر خان ترکستان کے تخت پر تھا، یہ بڑا ظالم وجابر تھا، اس کی رعایا نے اس کے مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لیے ملک شاہ کو حملے کی دعوت دی، اس دعوت پر اس نے ۴۸۲ھ میں فوج کشی کرکے بخارا وسمرقند کو فتح کرلیا، احمد خان گرفتار کرکے اس کے سامنے پیش کیا گیا، ملک شاہ نے چند دنوں عزت واحترام کے ساتھ اپنا مہمان رکھکر اصفہان بھجوادیا، عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ اس کو رہا کرکے اس کا ملک اسے واپس کردیا۔

ترکستان پر قبضہ کے بعد چین کا رخ کیا، اور یوزکند جاکر خاقان چین کو اپنی اطاعت کا پیام بھیجا، اور سکہ وخطبہ میں اپنا نام داخل کرنے کا مطالبہ کیا، خاقان میں اس کے رد کرنے کی جرأت نہ تھی، اس نے خود حاضر ہوکر اظہار اطاعت کیا، اور بہت سے ہدایا وتحائف پیش کیے۔[1]

اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ترکستان پر فوج کشی کی تیاری کے زمانہ میں روم کے سفرا خراج لے کر ملک شاہ کے پاس خراسان آئے ہوئے تھے، ملک شاہ انھیں بھی اپنے ساتھ ترکستان لیتا گیا، اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آنے والے مورخ لکھیں کہ روم کے شہنشاہ نے کاشغر کے پھاٹک پر مجھے خراج پہنچایا، چنانچہ آج نو صدیوں کے بعد ایک مورخ اس واقعہ کو قلمبند کر رہا ہے۔ ان فتوحات کے علاوہ ملک شاہ نے اور بھی بہت سی فتوحات حاصل کیں اور قرب وجوار کے تمام امراء اور فرماں رواؤں کو مطیع بنایا جن کی تفصیل قلم انداز کردی ہے، عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ فتح وظفر اس کے ہم رکاب تھی، سلطان العرب مسلم ابن قریش نے اس کے گھوڑے کے سم کو بوسہ دیا، روم، غزنہ اور ماوراء النہر کے فرماں روا اس کے ظلِّ عاطفت میں تھے، آس پاس کے تمام حکمران اس کا احترام کرتے تھے، اس کے عطا کردہ خلوت کو اپنے لیے فخر واعزاز کا باعث سمجھتے تھے۔[2]

[1] ابن اثیر ج۱۰ ص ۵۸ و دولت آل سلجوق ص ۶۲ [2] دولت آل سلجوق ص ۵۳،

مقتدی اور ملک شاہ کے تعلقات

مقتدی کے زمانہ مین خلافت بغداد کے ساتھ سلجوقیون کی خدمتگذاری کا دور ختم ہوگیا تھا، اور دیالمہ کی طرح ان کی حیثیت بھی حاکمانہ ہوگئی تھی، خلافت کا سارا نظام ملک شاہ کے ہاتھون مین تھا، مقتدی کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا، لیکن ملک شاہ اپنے پایہ تخت مین رہتا تھا، اور اپنی گوناگون مصروفیتون کی وجہ سے بذات خود اس کو خلافت بغداد کے نظام کی نگرانی کی فرصت نہ تھی، اس کی جانب سے اس کا ایک نائب بغداد مین رہتا تھا، جو عمید العراق کہلاتا تھا، وہی خلافت کے جملہ انتظام وانصرام کا ذمہ دار ہوتا تھا،

مقتدی کے زمانہ مین ابو الفتح بن ابی اللیث لیثی اس عہدہ پر تھا، جو بڑا بدخلق تھا، اس لیے مقتدی کے تعلقات اس سے ہمیشہ کشیدہ رہے، اس کا اثر ملک شاہ اور مقتدی کے تعلقات پر بھی پڑا، اور دونون مین ناخوشگواری پیدا ہوگئی، مقتدی نے تعلقات کو سلجھانے اور ان کو استوار کرنے کے لیے ۴۷۴ھ مین ملک شاہ کی لڑکی کے ساتھ اپنی شادی کا پیام بھیجا، لڑکی کی ماں ترکان خاتون نے اس شرط پر کہ اس کی لڑکی کے علاوہ اور کسی حرم یا کنیز سے تعلقات نہ رکھے گا، پچاس ہزار مہر معجل پر رشتہ منظور کرلیا، اور ۴۷۴ھ مین دونون کا عقد ہوگیا، لیکن رخصتی چھ سال بعد ۴۸۰ھ مین عمل مین آئی،

مگر اس رشتہ کے بعد بھی عمید العراق کی روش مین کوئی فرق نہ آیا، اور مقتدی کی شکایتین بدستور قائم رہیں، ۴۷۵ھ مین مقتدی نے شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی کو جو اس زمانہ کے بڑے جلیل القدر عالم اور شیخ وقت تھے، ملک شاہ اور نظام الملک کے پاس اپنی شکایتین پیش کرنے کے لیے بھیجا، یہ شیخ اس پایہ کے بزرگ تھے کہ بغداد سے لیکر خراسان تک جن جن مقامات سے گذرے، ان کی پابوسی کے لیے مخلوق ٹوٹ پڑتی تھی، بڑے بڑے علماء اور صوفیہ اپنی مسندون اور حجرون کو چھوڑ کر زیارت کے لیے نکل آتے تھے، شیخ اسی شان سے بغداد سے خراسان

پہنچے اور ملک شاہ اور نظام الملک سے مل کر ان کے سامنے عمید العراق کی شکایات بیان کین، شیخ کی گفتگو کے بعد ان دونون کے لیے کسی عذر کی گنجایش نہ تھی، چنانچہ ان کے تمام مطالبات منظور کیے، اور مقتدی اور اس کے وابستگان دولت کے معاملات مین عمید العراق کا کوئی اختیار باقی نہ رہا، اور ان کو اس کی زیادتیون سے نجات مل گئی، [1]

ملک شاہ کو مہمات مین مشغولیت کی بنا پر اب تک بارگاہ خلافت مین حاضری کا اتفاق نہ ہوا تھا، ۴۷۹ھ مین اس نے پہلی مرتبہ بغداد کا سفر کیا، اور مقتدی کے حضور مین بیش قیمت ہدایا و تحائف پیش کیے، اس نے باریابی کے بعد شرف اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا، نظام الملک نے ملک شاہ کے ہمراہی سلجوقی امرا کو مقتدی کے حضور مین پیش کر کے ان کا تعارف کرایا، ان مراسم کے بعد مقتدی نے ملک شاہ کو ملک و رعایا کی ذمہ داری کا ذمہ دار بنایا اور اسے عدل و انصاف کی نصیحت کی، ملک شاہ نے اس کی شکر گذاری مین دست بوسی کی درخواست کی جو منظور نہ ہوئی، اور ملک شاہ کو صرف خاتم خلافت کے بوسہ پر اکتفا کرنی پڑی، نظام الملک کو بھی خلعت عطا ہوا، [2]

ملک شاہ کے قیام بغداد کے دوران محرم ۴۸۰ھ مین اس کی لڑکی پہلی مرتبہ رخصت ہو کر بغداد آئی، اس کی بارات کا جلوس اس شکوہ و تجمل کا تھا کہ اہل بغداد نے اس سے پہلے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا، ۱۳۰ اونٹون اور ۷۴ خچرون پر جہیز کا طلائی و نقرئی سامان بار تھا، اونٹون اور خچرون کی جھولین دیبائے رومی کی اور ان کی گھنٹیان سونے اور چاندی کی تھین، خالص چاندی کے بارہ صندوقون مین دلہن کے زیورات، جواہرات اور ملبوسات تھے، خچرون کے آگے ۳۳ طلائی ساز کے اعلی النسل کے گھوڑے تھے، ایک خالص سونے کا گہوارہ تھا، تمام

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۳ و طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۹۱ و ۹۲ مین اسکی پوری تفصیل ہے، [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۵۳

سلجوقی امراء جلوس کے ہمرکاب تھے، سب کے علیحدہ علیحدہ شمع و مشعل بردار تھے، اسی شان کا جلوس امراء کی بیویوں کا تھا، سب سے آخر میں دلہن کی سواری تھی، اس کے محفہ پر سونے اور جواہرات کا مرصع پردہ آویزاں تھا، اس کے گرد دو سو حسین ترکی کنیزوں کا گلرنگ دستہ تھا، یہ جلوس نہر معلیٰ پر پہنچا تو یہاں کے باشندوں نے اشرفیاں اور کپڑے نچھاور کیے، مقتدی نے وزیر دولت ابو شجاع کو تین سو سواروں کے ساتھ دلہن کے استقبال کے لیے بھیجا، اور اس کے لیے ایک نادر الوجود محفہ بھیجا، اس شان سے یہ جلوس قصر خلافت تک آیا، اس شب کو بغداد کے گلی کوچوں میں اتنی روشنی تھی کہ پورا شہر بقعۂ نور بنا ہوا تھا،[1]

مقتدی نے یہ رشتہ ملک شاہ سے تعلقات کی خوشگواری کے لیے قائم کیا تھا، لیکن اسکا نتیجہ الٹا نکلا، اور یہ شادی وبال جان بن گئی، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ملک شاہ کی لڑکی کے ساتھ جو ترکی خدام آئے تھے، ان میں سے ایک خادم نے ایک میوہ فروش سے میوہ خریدا اور اس کی قیمت ادا کرنے میں کچھ پس و پیش کیا، میوہ فروش نے اسے گالی دی، خادم نے اسے مارا، اس کی اس زیادتی پر عوام میوہ فروش کی حمایت پر آمادہ ہو گئے اور مقتدی سے اس کی شکایت کی، اس نے تمام ترکی خدام کو ذلت کے ساتھ نکلوا دیا، اس کی نازک مزاج بیوی کو یہ بہت ناگوار ہوا،

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ مقتدی کی ساس نے اس شرط پر شادی کی تھی کہ مقتدی اسکی لڑکی کے علاوہ کسی دوسری بیوی یا باندی سے تعلق نہ رکھے گا، مقتدی یہ شرط پوری نہ کر سکا، اس سے میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو گئے، ملک شاہ کی لڑکی نے باپ کو شکایت لکھ بھیجی کہ مقتدی اس کی جانب التفات نہیں کرتا، اس شکایت پر ملک شاہ برہم ہو گیا، اور

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۵۵

مقتدی کو لکھ کر فوراً لڑکی کو بغداد سے واپس بلالیا، باپ کے گھر آنے کے بعد چند ہی دنون کے بعد وہ مرگئی اور اپنی یادگار ایک لڑکا جعفر چھوڑ گئی، جو آگے چل کر باپ کے لیے مصیبت کا سامان بنا اسکی تفصیل آگے آئے گی،

۴۸۴ھ مین ملک شاہ نے بغداد کا دوسرا سفر کیا، اس سفر مین اس نے بغداد مین "جامع سلطانی" کی تعمیر کا حکم دیا، اور نظام الملک و تاج الدولہ تتش ارسلان وغیرہ سلجوقی امرا نے بغداد مین اپنے اپنے مکانات بنوائے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان مین سے کسی کو ان گھرون مین رہنے کا موقع نہ ملا، اور چند دنون مین سب یکے بادیگرے ختم ہوگئے،

نظام الملک کی معزولی ۴۸۵ھ مین نظام الملک کی معزولی کا واقعہ پیش آیا، یہ افسوس ناک واقعہ بھی برامکہ کے اسبابِ زوال کی طرح حکومت پر نظام الملک کے بیجا تسلط و استبداد، اس کی خود رائی و خود سری اور اس کے لواحقین کی بے عنوانیون کا نتیجہ تھا،

ملک شاہ نے نظام الملک کو سلطنت کا مختار کل بنا دیا تھا، وہ خود تو زیادہ تر سیر و شکار مین مشغول رہتا تھا، اور حکومت کا سارا نظام نظام الملک کے ہاتھون مین تھا، اسلیے نظام الملک اپنے تدبر و ہوشمندی اور حکومت کی خیر خواہی کے باوجود جادۂ اعتدال پر قائم نہ رہ سکا اور اس مین استبداد اور جاہ پسندی پیدا ہوگئی، حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدون پر اپنے اعزہ اور لواحقین کو بھر دیا جو نظام الملک کے بل پر بڑی بے عنوانیان کرتے کسی کو ان کے مقابلہ مین بولنے کی مجال نہ تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلجوقی امرا جن کی حق تلفی ہوتی تھی، یا جو نظام الملک کے جاہ و اقتدار کو پسند نہ کرتے تھے، اس کے خلاف ہوگئے، اور چونکہ تمام شعبون مین نظام الملک کے لواحقین بھرے ہوئے تھے، اس لیے ان کو گرفت کا موقع مل گیا، اور انھون نے اس کے خلاف ملک شاہ کے کان بھرنا شروع کر دیے،

چنانچہ سب سے اول سنہ ۴۷۶ھ میں سید الرؤسا ابوالمحاسن بن کمال الملک نے جو ایک جلیل القدر سلجوقی امیر اور نظام الملک کا عزیز بھی تھا، ملک شاہ سے شکایت کی کہ نظام الملک اور اس کے لواحقین، حکومت کی ساری آمدنی کھائے جاتے ہین، صوبون کو اپنی جاگیر بنالیا ہے اور ان کو لوٹ لوٹ کر دولت سے اپنا گھر بھر لیا ہے، اگر نظام الملک کو میرے حوالہ کردیا جائے تو مین اس سے ایک لاکھ اشرفی وصول کردون، نظام الملک کو اس شکایت کی خبر ہوگئی، اس نے سلطان کی دعوت کی، اور اپنے تمام خدم وحشم کو سلطان کے ملاحظہ مین پیش کر کے عرض کیا کہ غلام تین پشتوں سے اس دودمان عالی کی خدمت کرتا چلا آتا ہے، اس لیے اس پر غلام کا حق ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور کو سلطنت کی آمدنی مین میرے تصرفات بیجا کی خبر پہنچائی گئی ہے، یہ خبر صحیح ہے، لیکن یہ مال میری ذات پر نہین بلکہ ان خدام اور غلامون پر جو حضور کی خدمت کے لیے جمع کیے گئے ہین، اور انعام واکرام اور صدقات واوقاف مین خرچ ہوتا ہے، جس سے آپ کا نام بلند ہوتا ہے، دنیا آپ کی ممنون ہوتی ہے، اور اس کا اجر بھی آپ ہی کو ملے گا، میری ساری املاک آپ کے لیے حاضر ہے، میرے واسطے روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک گوشۂ عافیت کافی ہے، یہ نظام الملک کے اقبال کا زمانہ تھا، اس لیے اس کی یہ تدبیر کارگر ہوگئی، اور ملک شاہ نے الٹا امیر ابوالمحاسن کو اس کے حوالہ کردیا، اور اس کو آخر مین نظام الملک کے دامن مین پناہ لینی پڑی،[1]

لیکن نظام الملک اور اس کے لواحقین کی روش مین کوئی فرق نہ آیا، اس لیے آخر مین سلطان نے ان کے استبداد اور بے عنوانیون سے تنگ آکر نظام الملک کو سنہ ۴۸۵ھ مین عہدۂ وزارت سے معزول کردیا،

[1] ابن اثیر ج ۱۰، ص ۴۴

معزولی کے اصل سبب یعنی نظام الملک کے استبداد اور اس کے اعزہ کی بے عنوانیوں پر تمام مورخین کا اتفاق ہے، لیکن آخری واقعہ کے بارہ میں جس کے بعد معزولی عمل میں آئی، عربی اور فارسی مورخین کے بیانات مختلف ہیں،

راوندی کے بیان کے مطابق یہ آخری سبب نظام الملک کے ساتھ ملک شاہ کی بیوی ترکان خاتون کی مخالفت تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ نظام الملک ملک شاہ کے بڑے لڑکے برکیارق کو جو زبیدہ خاتون کے بطن سے تھا اور حکومت کا اہل بھی تھا، ولیعہد بنوانا چاہتا تھا، برکیارق کے اوصاف کی وجہ سے سلطان بھی اسی کو پسند کرتا تھا، لیکن ترکان خاتون اپنے صغیر السن لڑکے محمود کو ولیعہد بنانے کی فکر میں تھی، اس لیے وہ نظام الملک کے خلاف ہو گئی، اور ملک شاہ کو اس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا، نظام الملک کے لڑکے اور پوتے حکومت پر چھائے ہوئے تھے، اور ایران و توران کی حکومت اس کے بارہ لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر لی تھی[۱]، یہ چیز خود سلطان کو بھی کھٹکتی تھی، اس لیے ترکان خاتون کی مخالفت کارگر ہو گئی[۲]، راوندی اور احمد اللہ مستوفی دونوں کا بیان ہے کہ سلطان نے ترکان خاتون کی شکایت سے متاثر ہو کر نظام الملک کے پاس کہلا بھیجا کہ معلوم ہوتا ہے تم حکومت میں میرے شریک و سہیم ہو، میرے مشورہ کے بغیر جو چاہتے ہو کرتے ہو، ساری ولایت اور جاگیریں اپنے لڑکوں کو دے رکھی ہیں، اگر اس سے باز نہ آئے تو تمھارے سر سے دستار وزارت اتر جائیگی، نظام الملک نے اسکے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ کا تاج میری دستار سے وابستہ ہے[۳]، اس جواب پر ترکان خاتون کو اور زیادہ بھڑکانے کا موقع مل گیا، اور بالآخر سلطان نے نظام الملک کو وزارت

---

۱ راحۃ الصدور ص ۱۳۳ و ۱۳۴ ۲ تاریخ گزیدہ جلد اول ص ۴۴۴ ۳ راحۃ الصدور ص ۱۳۴ و تاریخ گزیدہ ج اول ص ۴۴۴

سے معزول کرکے تاج الدین ابو القاسم کو وزیر بنایا،

ابن اثیر نے معزولی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ نظام الملک کے قتل کے سلسلہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ اس نے اپنے پوتے عثمان بن جمال الدین کو مرو کا والی بنایا تھا، اس میں اور یہاں کے کوتوال قودن میں کچھ اختلاف ہو گیا، عثمان نے ناتجربہ کاری سے اسکو گرفتار کر لیا، پھر چند دنوں کے بعد رہا کر دیا، قودن ملک شاہ کا خاص اور مقرب غلام تھا، اس نے ملک شاہ سے شکایت کی۔ وہ نظام الملک کے استبداد اور استیلا سے پہلے سے بھرا ہوا تھا، اسلیے عثمان کی یہ نازیبا حرکت بہت ناگوار ہوئی، اور نظام الملک کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم حکومت و سلطنت میں میرے شریک و سہیم بھی ہو تو بھی تم کو کسی نہ کسی اصول کا پابند ہونا پڑیگا، اور اگر میرے ماتحت ہو تو ماتحتی کے حدود کا لحاظ رکھنا چاہیے، تمھاری اولاد نے بڑی بڑی ولایتوں پر قبضہ کر رکھا ہے، اور سیاست ملکی کے حدود کو توڑ کر خود سری اور مطلق العنانی کرنا چاہتے ہیں، نظام الملک نے اس کے جواب میں کہلایا کہ اگر سلطان کو اب تک نہیں معلوم تھا تو اب معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بیشک حکومت میں اس کا شریک ہوں، اس کو میری ہی تدبیروں سے تاج و تخت ملا ہے، کیا وہ بھول گیا کہ اس کے والد کے بعد میں ہی نے مخالف قوتوں کو زیر کر کے ملک کو صاف کیا تھا، اس وقت اس نے میرے کسی کام کی مخالفت نہیں کی اور مجھ سے چمٹا رہا، اب جبکہ جملہ امور مملکت اس کے قبضۂ اقتدار میں آ گئے، اسکا کوئی مخالف باقی نہیں رہا، دور و قریب کے ملک زیر نگین اور فرمان روا اسکے زیر فرمان ہو گئے، تو اب وہ میرے گناہ گنتا ہے، اور دوسروں سے میری چغلی سنتا ہے، اس سے جا کر کہدو کہ اس کا تاج سلطنت میرے قلمدان وزارت سے وابستہ ہے، جب یہ اٹھے گا تو تاج بھی باقی نہ رہیگا،

لہ تاریخ گزیدہ ج ۱ دلی ص ۸۸۸

اس بارہ مین اس کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے، نظام الملک غصہ مین یہ نازیبا کلمات تو کہہ گیا لیکن بعد مین اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، چنانچہ شاہی سفیرون سے اسکی معذرت مین کہا کہ سلطان کی توبیخ سے مجھکو تکلیف پہنچی تھی، اس کے اثر سے غم و غصہ کی حالت مین یہ باتین زبان سے نکل گیئین، تم کو اختیار ہے، جیسا مناسب سمجھو جاکر سلطان سے کہدو، یہ سفرا نظام الملک کے احسان مند تھے، اس لیے رفع شر کے خیال سے واپس جاکر ملک شاہ سے اصل جواب بیان کرنے کے بجائے نظام الملک کی جانب سے معذرت کرکے وفاداری اور اطاعت شعاری کا اظہار کیا، لیکن ایک سفیر بلیرد نے اصل واقعہ بیان کردیا،[۱]

ابن اثیر نے اس سلسلہ مین معزولی کا کوئی ذکر نہین کیا ہے، بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ اس کے چند دنون کے بعد نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام الملک کی معزولی کے اسباب کے سلسلہ کا یہ آخری واقعہ ہے، ان دونون روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے، بلکہ یہ سب واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے جس کا نتیجہ معزولی کی شکل مین ظاہر ہوا معزولی کے چند ہی مہینون کے بعد رمضان ۴۸۵ھ مین ایک اسمٰعیلی باطنی کے ہاتھ سے نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اسکی تفصیل آگے آتی ہے،

باطنی تحریک باطنی تحریک کے ابتدائی حالات اوپر گذر چکے ہین، مقتدی کے زمانہ مین عجم مین اس تحریک نے اتنی قوت حاصل کرلی کہ باطنی حکومت کے مقابلہ مین آگئے،

اسمٰعیلی یا باطنی فرقہ شیعی فرقہ کی ایک شاخ اور امام جعفر صادق کے صاحبزادے امام اسمٰعیل کی طرف منسوب ہے، امام جعفر صادق تک اثنا عشری اور اسمٰعیلی دونون متحد ہین، انکے بعد دونون شاخین الگ ہوجاتی ہین، امام جعفر صادق کے دو صاحبزادے تھے، بڑے

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۰

اسمٰعیل اور چھوٹے موسیٰ کاظم اسمٰعیل باپ کے جانشین تھے لیکن ان کا انتقال جعفر صادق کی زندگی مین ہوگیا تھا شیعون کے نزدیک چونکہ امامت من جانب اللہ ہے، اس لیے اسمٰعیلی کہتے ہین کہ ایک مرتبہ کسی امام کی نامزدگی کے بعد پھر اس سے اخراج نہین ہوسکتا ہے، اس لیے وہ اسمٰعیل ہی کو امام مانتے ہین لیکن اثنا عشری کے نزدیک معصوم امام نہین ہوسکتا اور وہ بدا کے قائل ہین، اس لیے وہ جعفر صادق کے بعد موسیٰ کاظم کو مانتے ہین، بعض اسمٰعیلی یہ بھی کہتے ہین کہ امام اسمٰعیل نے وفات نہین پائی، بلکہ روپوش ہوگئے تھے، ان کے نزدیک ائمہ کی دو قسمین ہین، ظاہر اور مستور، اور ان مین سے ہر ایک کا سات سات کا دور ہوتا ہے، اس لحاظ سے اسمٰعیل ساتوین امام ہین (علیؓ، حسنؓ، حسینؓ، زین العابدینؒ، باقرؒ، صادقؒ، اسمٰعیلؒ)، اس لیے ان پر ائمہ ظاہر کا دور ختم کر دیتے ہین، اور ان کے لڑکے محمد سے ائمہ مستور کا دور شروع ہوتا ہے، یہ ائمہ گو خود مخفی رہتے ہین، لیکن ان کے دعاۃ علانیہ انکی دعوت کرتے ہین، عبید اللہ المہدی مغربی بانی دولتِ فاطمیہ سے پھر ائمہ ظاہر کا دور شروع ہوتا ہے، اس فرقہ کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہے، اس لیے اس کو باطنی کہتے ہین۔[1]

فاطمی خلفاء نہ صرف حکومت و سلطنت بلکہ خاندان اور دعواے خلافت مین بھی، بنی عباس کے حریف مقابل تھے لیکن دینی مرکزیت خلافت بغداد ہی کو حاصل رہی، اور دنیاے اسلام ان ہی کو خلیفہ مانتی تھی، ان کی اس مرکزیت کو توڑنے کیلیے فاطمیہ کی کوششین عرصہ سے جاری تھین لیکن ان کا اثر زیادہ تر مغرب کے علاقون تک محدود رہا اور مشرقی ممالک مین عباسی ہی خلافت مانی جاتی تھی، اس لیے مستنصر علوی کے زمانہ مین باطنیون نے مشرقی ملکون مین فاطمی دعوت کا نظام قائم کیا، لیکن سلجوقیون کے ابتدائی دور تک

---

[1] کتاب الملل والنحل شہرستانی ج ۲ ص ۲۷ و ۲۹

خلافت بغداد کا نظام جاسوسی بہت مکمل تھا، اس لیے باطنی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا، الپ ارسلان نے اپنے دور میں اس نظام کو توڑ دیا، اس سے باطنیوں کو اپنی دعوت کی تبلیغ و اشاعت کا پورا موقع مل گیا[۱] اس دعوت کی تبلیغ و اشاعت کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے مختصر واقعات یہ ہیں کہ مقتدی کے زمانہ میں عجم میں یہ دعوت کافی پھیل گئی، اور باطنیوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ اصفہان کے ایک قلعہ پر قبضہ کر کے اپنا مستقل مرکز قائم کر لیا، اور مسلمانوں پر دست درازی شروع کر دی،

اتفاق سے مستنصر علوی کو حسن بن صباح جیسا عالی دماغ داعی مل گیا جس نے سارے مشرق میں اس دعوت کو پھیلا دیا، یہ رے کا باشندہ تھا، امام موفق کے حلقۂ درس میں تعلیم حاصل کی تھی، ہندسہ، حساب، نجوم وغیرہ علوم ریاضیہ میں مہارت رکھتا تھا، وہ ایک فاطمی داعی احمد بن عطاش کے اثر سے فاطمی تحریک میں شامل ہوا، اور اسکے یہاں فاطمی دعاۃ کی آمد و رفت شروع ہو گئی، نظام الملک کے خسر ابو مسلم نے جو رے کے رئیس تھے، اس کی گرفت کی، حسن بن صباح اس کے خوف سے بھاگ گیا، اور پھرتا پھراتا ہوا مصر پہنچا، مستنصر علوی نے اسے اپنے گون کا آدمی دیکھ کر اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور مشرق میں فاطمی دعوت کی تبلیغ پر مامور کر دیا، اس نے شام، جزیرہ، دیار بکر، خراسان، کاشغر اور ماوراء النہر کا دورہ کر کے پوری مستعدی سے اس فرض کو انجام دیا، قزوین کے قریب دیالمہ کا بنایا ہوا ایک سنگین قلعہ الموت حسن بن صباح کے مقصد کے لیے نہایت موزوں و مناسب تھا، یہ ایک علوی کی ملکیت میں تھا، ابن صباح نے یہاں قیام کیا اور اپنے ظاہری زہد و ورع سے چند دنوں میں اس نواح میں کافی اثر پیدا کر لیا، اور ایک جماعت اس کی دعوت

[۱] دولت آل سلجوق ص ۶۲

شامل ہوگئی، الموت کا علوی بھی اس کے ظاہری زہد سے متاثر ہوا جب حسن بن صباح کی قوت مضبوط ہوگئی تو اس نے علوی کو نکال کر الموت پر قبضہ کرلیا،[۱]

اس وقت تک حسن بن صباح کا کاروبار مخفی تھا، قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ کھل کر میدان میں آگیا، اور دلیرانہ قتل و غارتگری شروع کردی، اس کے داعیوں کے لیے کسی کی جان لے لینا اور اپنی جان دیدینا معمولی بات تھی، جس کو قتل کرنا مقصود ہوتا اس کو مار کر خود قتل ہوجاتے، بڑے بڑے لوگ دن دھاڑے قتل کیے جانے لگے اور انکے ہاتھوں بادشاہوں تک کی جان محفوظ نہ تھی،

نظام الملک کا قتل جب باطنیوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے، تو ملک شاہ کو ان کی جانب توجہ کرنی پڑی، نظام الملک نے پہلے زبانی نامہ و پیام کے ذریعہ حسن بن صباح کو اسکی دست درازیوں سے روکنے کی کوشش کی لیکن جب وہ باز نہ آیا تو پھر الموت پر فوج کشی کرکے اس کا نہایت سخت محاصرہ کرایا، سلجوقی فوجوں کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا، جب اس نے دیکھا کہ اس کے لیے مفر کی کوئی صورت باقی نہیں ہے تو ایک فدائی کو بھیج کر نظام الملک کو قتل کرادیا،

اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان ۴۸۵ھ میں سلطان نے بغداد کا سفر کیا، اس سفر میں نظام الملک بھی ہمرکاب تھا،[۲] نہاوند کے قریب منزل ہوئی، نظام الملک افطار کے بعد سواری پر اپنے حرم کے خیمہ میں جارہا تھا کہ راستہ میں ایک باطنی نوجوان فریادی کی صورت میں اس کے پاس آیا، نظام الملک نے اس کی درخواست سننے کے لیے قریب بلا لیا، باطنی نے آگے بڑھ کر خنجر سے ایسا کاری وار کیا کہ ایک ہی وار میں نظام الملک کا

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۰۹ [۲] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۶۰ [۳] سلطان نے اگرچہ نظام الملک کو معزول کردیا تھا لیکن اسکا اعزاز و اکرام اور اس سے تعلقات قائم رکھے تھے، اسلیے وہ اس سفر میں سلطان کے ہمرکاب تھا،

کام تمام ہوگیا، اس کی فوج اور خدام و حشم ہمرکاب تھے، ان میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی، سلطان نے فوراً جاکر سکون پیدا کیا، قتل کے وقت نظام الملک کی عمر ۷۶ سال تھی، مدت وزارت تیس سال[1]

اتنا مسلم ہے کہ یہ قتل ایک باطنی کے ہاتھوں ہوا، لیکن خود باطنی نے کیوں قتل کیا؟ اس بارہ میں بیانات مختلف ہیں، عام خیال یہ ہے کہ حسن بن صباح نے اپنی راہ میں نظام الملک کو حائل دیکھ کر قتل کرادیا، راوندی کا بیان ہے کہ ایک سلجوقی امیر تاج الملک کی تحریک سے قتل ہوا، بعض روایتوں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ خود سلطان کا اشارہ شامل تھا[2] لیکن اس قیاس کے علاوہ اس روایت کی اور کوئی سند نہیں ہے کہ سلطان نظام الملک کے استبداد سے تنگ تھا لیکن معزولی کے بعد استبداد سے نجات مل گئی تھی، اسکے بعد قتل کی ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، درحقیقت اس شبہہ کا سبب یہ ہے کہ معزولی اور قتل کے درمیان اتنا کم وقفہ تھا کہ بعض مورخین کو معزولی کا پتہ بھی نہ چل سکا، چنانچہ ابن اثیر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور قتل کا واقعہ ایسا اہم تھا کہ ہر مورخ کی نگاہ میں آیا، اور جن کو معزولی کا علم نہ تھا، انھوں نے اس کو ملک شاہ کے عتاب کا نتیجہ قرار دیدیا، دوسری روایت البتہ قرین قیاس ہے، اسلیے کہ تاج الملک ترکان خاتون کا وزیر اور ملک شاہی دور کا بڑا ممتاز امیر تھا، شاہزادوں کی وزارت، خزانہ اور محلات سلطانی کی داروغگی، دیوان طغرا و انشا کی افسری جیسے جلیل القدر عہدے اس سے متعلق تھے، اور سلطان کے مزاج میں اس کو بڑا درخور حاصل تھا، نظام الملک کی وزارت ہی کے زمانہ سے ترکان خاتون تاج الملک کو اس کا منصب دلوانے کی فکر میں تھی[3] لیکن اس کے سامنے تاج الملک کا چراغ جلنا مشکل تھا، اسلیے وہ اسی زمانہ سے اس کے خلاف ہوگیا تھا، اور امیر مجد الملک مستوفی اور امیر ابو المعالی سدید الملک وغیرہ

[1] راحۃ الصدور ص ۱۳۵ [2] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۵۸ و ۵۹ [3] راحۃ الصدور ص ۱۳۲ و دولت آل سلجوق ص ۵۹،

کو ساتھ ملاکر نظام الملک کے خلاف سازش کرتا تھا، اور اس کو سلطان کی نگاہ سے گرانے کی کوشش میں تھا[1]، ترکان خاتون کی کوشش سے تاج الملک کی آرزو پوری ہوئی، اور نظام الملک کی معزولی کے بعد سلطان نے اسے وزیر بنالیا، ممکن ہے تاج الملک اسکے بعد بھی نظام الملک کو اپنے لیے خطرہ سمجھتا رہا ہو، اور اس کی جانب سے پورا اطمینان حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی ہی کا خاتمہ کرادیا ہو،

نظام الملک کے مختصر حالات اور کارنامے

نظام الملک جس پایہ کا وزیر تھا، تاریخ اسلام میں برامکہ کے علاوہ اس کی دوسری مثال نہیں ملتی، اس کے اوصاف و کمالات، فضائل و مناقب اور کارنامے اتنے گوناگوں ہیں کہ ان کی تفصیل کے لیے مستقل کتاب چاہیے، اس نے تیس سال تک اس شان و شکوہ کی وزارت کی اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ اس کے سامنے برامکہ کی داستانیں ماند پڑگئیں، ملک شاہی دور کے ساری درخشانی جو سلجوقیوں کا دور زرین شمار کیا جاتا ہے، نظام الملک ہی کی ضوپاشیوں کا نتیجہ تھی،

نظام الملک کا پورا نام و لقب ابو علی حسن بن علی الملقب بہ اتابک نظام الملک رضی امیر المومنین ہے، اس کا باپ علی طوس کا معمولی زمیندار تھا، ۴۰۸ھ میں نظام الملک کی ولادت ہوئی، وہ بچپن ہی سے نہایت ذکی و ذہین تھا، سات برس کی عمر میں کلام مجید حفظ کیا، اور نو عمر ہی میں فقہ، حدیث، ریاضی جملہ مروجہ علوم میں کامل ہوگیا،[2]

ابتدا میں مختلف چھوٹی چھوٹی خدمتیں انجام دیں، پھر ابو علی بن شاذان والی بلخ کے زمرۂ ملازمت میں داخل ہوگیا، ابو علی کا طرز عمل پسندیدہ نہ تھا، اس لیے نظام الملک برداشتہ خاطر ہوکر الپ ارسلان کے والد جعفری بک داؤد کے پاس مرو چلا گیا، اس کو نظام الملک کی

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۴۲ و ابن خلکان ج اول ص ۱۴۳ [2] ایضاً

گفتگو اور اس کے اطوار بہت پسند آئے، اس کی سفارش سے الپ ارسلان نے، اسکو اپنا کاتب بنا لیا،[1]

نظام الملک جوہر قابل تھا، ترقی کا میدان پاکر جوہر چمکنے لگے، اور اپنی کارگذاری اور حسن خدمات سے الپ ارسلان کے دل مین اتنی وقعت اور اس کے مزاج مین اتنا رسوخ و اعتماد حاصل کر لیا کہ تخت نشینی کے بعد اس نے قلمدان وزارت اس کے سپرد کیا، اسوقت سے اس کے عروج کا آغاز ہوا، اور الپ ارسلان کی وفات تک برابر اس منصب پر رہا اور اپنے زمانۂ وزارت مین بڑے بڑے کارنامے انجام دیے جنکا مختصر تذکرہ ابھی آتا ہے،

الپ ارسلان کی وفات کے بعد جب اس کے بھائی قاروت بک نے ملک شاہ کی بادشاہت ماننے سے انکار کیا اور اس کے مقابلہ مین کھڑا ہوا، اس وقت نظام الملک ہی کی تدبیرون سے اس کو شکست ہوئی، اور ملک شاہ کو تاج و تخت ملا، اس صلہ مین اس نے نظام الملک کو نہ صرف منصب وزارت عطا کیا، بلکہ سلطنت کا مختار کل بنا دیا، اس کے زمانہ مین نظام الملک کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ گیا، اور اپنے درخشان کارنامون سے ملک شاہی عہد کو سلجوقی حکومت کا دور زرین بنا دیا،

خلافت بغداد سے بھی اس کے تعلقات نہایت نہایت خوشگوار تھے، اور وہ خلفاء کا دل سے احترام کرتا تھا، مقتدی بھی اس کی بڑی عزت کرتا تھا، مقتدی کی شادی کے جلوس مین تمام امراے دولت کو جلوس کے ہمراہ پیادہ پا چلنے کا حکم تھا، صرف نظام الملک کو سواری پر چلنے کی اجازت ملی تھی، قصر خلافت سب سے نمایان اور ممتاز جگہ اس کی تھی، دوسرے تمام امرا اس کے چپ و راست بیٹھے تھے، شادی کی تقریب مین نظام الملک کو مقتدی

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۳ تذکرہ نظام الملک و ابن خلکان ج اول ص ۳۴۳ و ۳۴۴،

کیجانب سے جو خلعت ملا تھا اس پر "وزیر عالم عادل نظام الملک رضی المومنین" کا طغرا کڑھا ہوا تھا، یہ وہ اعزاز تھا جو اس کے سوا اور کسی وزیر کو نصیب نہ ہوا تھا[1]،

نظام الملک اپنے دور کا بڑا فاضل تھا، دینی اور دنیاوی دونون علوم مین پوری دستگاہ حاصل تھی، سبکی نے شافعی علماء کے زمرہ مین اس کے حالات لکھے ہین[2]، عربی و فارسی دونون زبانون کا انشاء پرداز تھا، شاعر بھی تھا، اس نے سیاسیات اور قانون مملکت پر جو کتاب سیاست نامہ کے نام سے لکھی ہے، وہ نہ صرف اس دور کی بہترین سیاسی کتابون مین ہے بلکہ آج بھی اس سے ملکی انتظام مین فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، اس کا ترجمہ یورپ کی بہت سی زبانون مین ہو چکا ہے،

ذاتی فضل و کمال کے ساتھ وہ بڑا علم پرور اور علماء نواز تھا، اس کا دربار علماء و مشائخ کا مرجع تھا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ نظام الملک کی مجلس فقہاء و ائمہ اور اصحاب خیر و صلاح سے معمور رہتی تھی[3]، ان مین امام الحرمین، شیخ ابو اسحق شیرازی، ابو القاسم قشیری اور ابو علی فارمدی جیسے جلیل القدر علماء اور ائمہ تھے، نظام الملک ان کی بڑی عزت و تکریم کرتا تھا، اور ان کی خیر و برکت سے مستفید ہوتا تھا، امام الحرمین اور ابو القاسم قشیری کے لیے اپنی مسند خالی کر دیتا تھا، ابو علی فارمدی کے سامنے دو زانو بیٹھتا تھا، اور کہتا تھا، جو علماء آتے ہین وہ میرے سامنے میری جھوٹی تعریفین کرتے ہین، جس سے میرا عجب و غرور بڑھتا ہے اور شیخ ابو علی فارمدی میرے عیوب اور مظالم گناتے ہین جس سے مجھ مین فروتنی پیدا ہوتی ہے، اور مین اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہون[4]،

اپنے زمانہ مین اس نے علم و فن کی بڑی خدمت اور تعلیم کی اشاعت کی بڑی کوشش کی،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص [2] تفصیل کے لیے دیکھو طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۳۰۵ و ما بعد [3] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲، [4] ابن خلکان ج اول ص ۱۴۳ [5] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲،

بلخ، نیشاپور، ہرات، اصفہان، بصرہ، مرو، موصل، آمل، اور عراق کے تمام شہرون مین مدرسے قائم کیے۔[1] عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ جس بستی مین کوئی بڑا عالم موجود تھا، وہان نظام الملک نے ایک مدرسہ اور ایک کتب خانہ قائم کیا۔[2] ان مین سب سے بڑا مدرسہ نظامیۂ بغداد تھا، اسے بڑے اہتمام سے تعمیر کرایا تھا، اس کی تعمیر پر دو لاکھ دینار یعنی تقریباً دس لاکھ روپیے صرف ہوئے، دو سال مین اس کی عمارت تعمیر ہوئی، ذیقعدہ ۴۵۹ھ مین بڑے اہتمام سے اس کا افتتاح ہوا، کئی لاکھ روپیے سالانہ اس کا خرچ تھا، اس کے متعلق دار الاقامہ بھی تھا، تمام طلبہ کو وظائف ملتے تھے، اس دور کے منتخب علماء درس کے لیے فراہم کیے تھے، امام ابو اسحٰق شیرازی، ابو نصر صباغ، ابن الخطیب شارح حماسہ، ابو الحسن فصیحی، قطب الدین شافعی اور امام غزالی جیسے یگانۂ عصر علماء مختلف اوقات مین اس مدرسہ کی تعلیم و تدریس کی مسند پر بیٹھے،

ان مدارس کے اخراجات کا معتد بہ حصہ نظام الملک اپنی جیب خاص سے دیتا تھا، اور حکومت کی جانب سے بھی امداد مقرر کی تھی، ابن اثیر کا بیان ہے کہ نظام الملک نے ممالک محروسہ کے سارے شہرون مین مدارس قائم کیے، اور ان کے مصارف کے لیے بڑی بڑی رقمین مقرر کین،[3]

قزوینی کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام الملک اپنی آمدنی کا جو کرورون روپیے سالانہ کی تھی، دسوان حصہ مدارس کے لیے نکالتا تھا، اور چھ لاکھ دینار سالانہ تقریباً تیس لاکھ روپیے حکومت کی جانب سے ملتے تھے،[4]

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۳۷ [2] دولت آل سلجوق ص ۵۵ [3] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۰ [4] آثار البلاد قزوینی ذکر طوس

نظام الملک کی اس توجہ اور دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگون مین مدارس قائم کرنے کا عام ذوق پیدا ہو گیا، اور جگہ جگہ مدرسے قائم ہونے لگے،[۱]

مذہبی خدمات

مدارس کے قیام کے ساتھ اس نے ملک بھر مین بکثرت مسجدین بنوائین،[۲] حجاج کے قافلوں کا راستہ درست کرایا، اور جابجا ان کی سہولت کے لیے منزل گاہون پر عمارتین تعمیر کرائین، پانی کے ذخیرے کے لیے حوض اور تالاب بنوائے،[۳] لاوارث خانقاہون کی تجہیز و تکفین کا انتظام لیا،[۴] خالص رفاہ عام کے جو کام انجام دیے، ان کا ذکر ملک شاہ کے کارنامون مین آئے گا،

قیام عدل

قیام عدل مین بڑا اہتمام تھا، اس کی معدلت گستری پر مورخین کا اتفاق ہی، سبکی کا بیان ہے کہ اس کا دور تمامتر فضل و عدل کا دور تھا، اسکی عدل پروری سے مخلوق آرام کی نیند سوتی تھی، کسی کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی، اس کے پاس ہر شخص ہر وقت آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا تھا، ایک مرتبہ ایک عورت استغاثہ لے کر آئی، نظام الملک اسوقت دسترخوان پر تھا، حاجبون نے روک دیا، نظام الملک کو خبر ہو گئی، اس نے حاجبون کو تنبیہ کی اور کہا مین نے تم کو غریب فریادیون ہی کے خدمت کے لیے رکھا ہے، معززین تو خود پہنچ جاتے ہین،[۵]

دستور الوزرا مین اس نے عدل و انصاف پر بڑا زور دیا ہے، اس سلسلہ مین لکھتا ہے کہ "وزیر کو بلاناغہ صبح سے شام تک لوگون کے معاملات و مقدمات مین مختلف قسم کے احکام صادر کرنا پڑتے ہین، اس بارہ مین خدا کا حکم ہی کہ "لوگون کے درمیان عدل سے فیصلہ کرو"، اس لیے اگر ایک فیصلہ بھی احکام خداوندی کے خلاف ہو جائے تو سو برس کی حکومت سے بھی اس کی

---

[۱] ابن خلکان ج اول ص ۱۴۴ [۲] ایضاً [۳] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۴۰ و ابو الفدا ج ۲ ص ۲۰۳
[۴] طبقات الشافعیہ حوالۂ مذکورہ [۵] ایضاً

تلافی نہین ہو سکتی،[1]

اس عدل گستری کی وجہ سے اس کے دور مین اتنا امن و امان تھا کہ کسی کو جان و مال کا کوئی کھٹکا نہ رہتا تھا، اور ہر شخص آرام کی نیند سوتا تھا،[2]

غربا پروری | غربا پروری اس کا خاص وصف تھا، غریبون کو بہت دوست رکھتا تھا، ان سے لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتا تھا، انھین روزانہ اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلاتا تھا[3] تاریخون مین اس کی غربا پروری کے بہت سے واقعات مذکور ہین،

دینداری | دنیاوی وجاہت اور جلالت شان کے باوجود وہ بڑا دیندار اور عابد و زاہد تھا، سبکی کا بیان ہے کہ وہ ہر وقت باوضو رہتا تھا، ہر وضو کے بعد نفل پڑھتا تھا اور قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا، کلام مجید ہر وقت ساتھ رکھتا تھا، اذان سنتے ہی سارے کام بند کر دیتا تھا، جمعہ، دوشنبہ کو پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا،[4]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اذان سنتے ہی سارا کام بند کر دیتا تھا، اور پھر نماز ادا کرنے سے پہلے کوئی کام شروع نہین کرتا تھا، اگر نماز کا وقت آجاتا اور موذن کی آواز سنائی نہ دیتی تو خود اذان دینے کا حکم دیتا، اور یہ عبادت گذارون کے حفظ اوقات اور پابندی کی ایک بڑی مثال ہے،[5]

آخر زمانہ مین وہ کہا کرتا تھا کہ میری آرزو ہے کہ مجھے شکم پری کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک مسجد مل جاتی جس مین خدا کی عبادت کرتا،[6] نظام الملک کے فضائل بے شمار ہین، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہین ہے،

ملک شاہ کا آخری سفر بغداد اور وفات | مقتدی نے اپنے بڑے لڑکے مستظہر کو ولیعہد بنایا تھا، اور ملک شاہ

---

[1] سیاست نامہ [2] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۳۳ [3] ابن اثیر ج ۳ ص ۲، [4] طبقات ج ۳ ص ۱۳۳ [5] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۲ [6] ایضاً

اپنے صغیر السن نواسہ جعفر بن مقتدی کو ولیعہد بنوانا چاہتا تھا، اس کے لیے مقتدی آمادہ نہ ہوتا تھا، اور اس مسئلہ مین عرصہ سے دونون مین کشمکش جاری تھی لیکن ملک شاہ نے یہ طے کرلیا تھا کہ اگر مقتدی جعفر کی ولیعہدی پر راضی نہ ہوا تو وہ اس کی زندگی مین جعفر کو اصفہان مین تخت نشین کردے گا،[1]

اس مسئلہ کو طے کرنے کے لیے رمضان ۴۸۵ھ مین اس نے بغداد کا سفر کیا،[2] اور مقتدی پر زور ڈالا کہ وہ مستظہر کو ولیعہدی سے خارج کرکے جعفر کو ولیعہد بنادے، اس کے لیے وہ مطلق آمادہ نہ تھا لیکن ملک شاہ کی قوت کے سامنے انکار بھی مشکل تھا، چنانچہ اس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے دس دن کی مہلت مانگی، ملک شاہ اجازت دیکر شکار کیلیے بغداد کے باہر چلا گیا، اور مقتدی کی خوش قسمتی سے دوران شکار ہی مین بیمار پڑ گیا، اور بغداد واپس آکر ۱۰ شوال ۴۸۵ھ کو انتقال کیا،[3] انتقال کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۲۰ سال،

یہ معلوم ہو چکا ہو کہ سلطان کی بیوی ترکان خاتون اپنے صغیر السن لڑکے محمود کو ملک شاہ کا ولیعہد بنانا چاہتی تھی، سلطان کا انتقال غیر متوقع طور پر پایہ تخت سے دور بغداد مین ہوا، اسکا ولیعہد برکیارق اصفہان مین موجود تھا، اس لیے ترکان خاتون کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر سلطان کی موت کی خبر مشہور ہو گئی تو برکیارق دارالسلطنت پر قبضہ کرلے گا، اس لیے اس نے شوہر کی موت کو بالکل مخفی رکھا اور جو امرا سلطان کے ہمرکاب تھے، انھین بڑی بڑی رقمیں دیکر اور آیندہ کے لیے وعدہ کرکے اپنا حامی بنالیا، اور امیر قوام الدولہ کو ملک شاہ کی انگوٹھی دیکر اصفہان بھیجدیا کہ وہ

---

[1] راحۃ الصدور ص ۱۴۰، راوندی نے جعفر کو ملک شاہ کا بھانجا لکھا ہو جو صحیح نہین ہو، مقتدی کیساتھ ملک شاہ کی بہن کی نہیں بلکہ لڑکی کی شادی ہوئی تھی جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہو [2] اسی سفر مین نظام الملک کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا [3] ابن خلکان ج ۲ ص [illegible]

اسے قلعدار کو دکھا کر قلعہ پر قبضہ کر لے، شاہی انگشتری فرمان کا حکم رکھتی تھی، اس لیے قلعدار نے قلعہ قوام الدولہ کے حوالہ کر دیا[1]، اور برکیارق گرفتار کر لیا گیا (ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷)

ترکان خاتون نے بغداد سے روانگی کے پہلے مقتدی سے درخواست کی کہ وہ محمود کو ملک شاہ کا ولیعہد مان کر اس کے نام کے خطبہ کی اجازت دیدے، محمود کی عمر کل چار سال تھی، اسلیے مقتدی کو تامل تھا، لیکن ترکان خاتون نے بے دریغ روپیہ صرف کیا اور آخر میں اپنے نواسہ اور مقتدی کے لڑکے جعفر کو اس کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا،

مقتدی کو ملک شاہ کے استبداد کا پورا تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے سیاسی نقطۂ نظر سے اسکو محمود کی جانشینی میں امن نظر آیا، اولاً وہ چار سالہ بچہ تھا، پھر اسکا سالا تھا، اسکی بادشاہت میں اس کو ترکان خاتون کے شر سے بھی نجات مل جاتی تھی، اس لیے اس نے محمود کو ولیعہد تسلیم کر کے خطبہ کی اجازت دیدی اور تاج الدولہ کو مشیر سلطنت اور محاصل حکومت اور عمال کے عزل و نصب کا انتظام اور امیر انز کو فوج اور پایہ تخت کا نگران مقرر کیا[2]،

ان انتظامات سے فراغت کے بعد ترکان خاتون شوہر کی لاش لیکر اصفہان پہنچی اور ایک مدرسہ کی عمارت میں سپرد خاک کیا،

اوصاف و کمالات ملک شاہ اپنے اوصاف و خصوصیات اور ملک گیری و ملک داری میں نہ صرف سلجوقی سلاطین بلکہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا، ابن خلکان کا بیان ہے کہ وہ اپنی سیرت کے لحاظ سے دنیا کے بہترین سلاطین میں تھا، اور "سلطان عادل" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا[3]،

عماد الدین اصفہانی لکھتا ہے کہ ملک شاہ عادل، شجاع، حوصلہ مند، نڈر، صائب الرائے،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳، [2] ایضاً ص ۸، وراحۃ الصدور ص ۱۴۰، [3] ابن خلکان ج اول ص ۱۲۳

باتدبیر اور تاج و تخت کا حقیقی مستحق فرماں روا تھا، سلجوقی سلاطین میں اس کا زمانہ ہار کے درمیانی بڑے موتی کی طرح ممتاز و نمایاں تھا، اس کے آغاز اور انجام دونوں میں ایک تناسب تھا، جس اقلیم کا رخ کیا، اس کو تسخیر اور جس دشمن کا قصد کیا اسے زیر کیا، وہ شام اور انطاکیہ سے لیکر قسطنطنیہ کی سرحد تک پہنچ گیا، اور رومی ملکوں سے ایک ہزار دینار سرخ وصول کیے، اور یہاں پچاس اسلامی منبر نصب کیے،[۱]

اس نے اتنے ملک زیر نگیں کیے، اور سلجوقی حکومت کا رقبہ اتنا وسیع کر دیا کہ خلفائے متقدمین کے سوا بعد کے کسی دور میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس کی سلطنت کا رقبہ طول میں چین سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک تھا،[۲]

سلطنت کی توسیع کے ساتھ اس کو علمی و تمدنی حیثیت سے بھی ذریعہ کمال تک پہنچا دیا، راوندی کا بیان ہے کہ ملک شاہ کے اسلاف نے جہانگیری کی اور اس نے جہانداری، انھوں نے حکومت کا پودا نصب کیا، اس نے پھل کھایا، انھوں نے تخت سلطنت بچھایا، اسکے زمانہ میں برگ و بار لایا، اس کا دور سلجوقی سلطنت کے شباب، ملک کی بہار اور لباس شاہی کی زیب و زینت کا زمانہ تھا، اس نے جس سمت رخ کیا اس کو زیر نگیں کر کے چھوڑا،[۳]

وہ عادل تھا اور اس کا زمانہ عہد معدلت تھا، چنانچہ اس کا لقب ہی الملک العادل ہو گیا، راوندی لکھتا ہے کہ قیام عدل میں اس کو اتنا اہتمام تھا کہ اس کے زمانہ میں ظلم مفقود ہو گیا تھا، اگر شاذ و نادر کسی پر ظلم ہو جاتا تو مظلوم براہ راست ملک شاہ سے فریاد کر سکتا تھا،[۴]

اس کی عدل پروری کی بہت سی مثالیں تاریخوں میں مذکور ہیں،[۵]

---

[۱] دولت آل سلجوق ص ۵۲ [۲] ابن خلکان ج ۲ ص ۱۲۳ [۳] راحۃ الصدور ص ۱۲۰ [۴] ایضاً ص ۱۳۱ [۵] تفصیل کے لیے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۳،

سب سے زیادہ ظلم وزیادتی عموماً فوج اور اس کے افسروں کی جانب سے ہوتی ہے لیکن ملکشاہ کے خوف سے سلجوقی فوجوں کو بھی اس کی جرأت نہ ہوتی تھی، عوام بے خوف خطر اسکی فوج میں گھومتے پھرتے تھے، اور کسی فوجی کو ان پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی[1]،

رعایا کی آسایش و سہولت اور رفاہ عام کے بہت سے کام انجام دیے، اپنے حدود سلطنت میں ہر قسم کے تجارتی ٹیکس موقوف کردیے، سارے ممالک محروسہ میں سڑکیں نکلوائیں، گذرگاہوں پر سرائیں اور دریاؤں پر پل تعمیر کرائے،

مکہ معظمہ کے راستہ میں جابجا پانی کے ذخیرے کے لیے حوض و تالاب بنوائے[2]، بدوؤں اور حرم کے خدام کے وظائف و عطایا مقرر کیے، اس کے زمانہ میں شیخ الحرم کی جانب سے ہر حاجی سے سات دینار سرخ ٹیکس لیا جاتا تھا، ملک شاہ نے اس کے معاوضہ میں جاگیر مقرر کرکے ٹیکس بند کرادیا[3]،

اس کے دور کی علمی ترقیوں کا حال اوپر نظام الملک کے حالات میں گذر چکا ہے، ملک شاہ خود بھی صاحب علم اور اس سے زیادہ علم و فن اور اہل علم و ارباب کمال کا قدرداں تھا، اس نے سلجوقی حکومت کے جغرافیہ پر خود ایک رسالہ لکھا تھا[4]، اس کے دور کے علمی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم اور قابل ذکر زیچ ملک شاہی ہے، جسے اس کے نام پر حکیم عمر خیام نے ترتیب دیا تھا، یہ زیچ چھپ کر شائع ہو چکی ہے،

عمارتوں کا بڑا شائق تھا، اپنے دار السلطنت اصفہان میں شہر اور بیرون شہر بکثرت عمارتیں بنوائیں اور باغات لگائے[5]،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۷، [2] ایضاً [3] راحۃ الصدور ص ۱۳۱ [4] کشف الظنون ج ۱ ص

[5] راحۃ الصدور ص ۱۳۰

نغمہ و سرود سے بھی ذوق رکھتا تھا، اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے ایک مرتبہ ایک حسین اور خوش گلو مغنیہ کا گانا سن رہا تھا، اس کی آواز اور صورت بہت بھائی، سلطان کی نیت میں فتور پیدا ہوا، یہ دیکھ کر مغنیہ نے کہا شاہا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حسین و جمیل چہرہ آتش دوزخ کا ایندھن بنے، حلال و حرام کے درمیان صرف ایک بول کا فاصلہ ہے، سلطان کے دل پر یہ بات اثر کر گئی، اس نے کہا تم سچ کہتی ہو اور اسی وقت قاضی کو بلا کر اس سے نکاح کر لیا[۱]

سیر و شکار کا بڑا شائق بلکہ فریفتہ تھا، اس کے اوقات کا بڑا حصہ اس شغل میں صرف ہوتا تھا، قادر انداز ایسا تھا کہ ایک مرتبہ ایک دن میں ستر ہرن شکار کیے، ہر شکار کے کفارہ میں ایک دینار خیرات کرتا تھا،

اس کے شکاروں کی مجموعی تعداد دس ہزار جانوروں تک پہنچ جاتی ہے، اس کا مستقل شکار نامہ لکھا جاتا تھا، جو کتابی شکل میں بعد میں بھی موجود تھا، عرب، عراق، خراسان، ماوراء النہر، خوزستان اور اصفہان وغیرہ میں جہاں بڑی شکار گاہیں تھیں، وہاں اس نے شکار کی یادگاریں قائم کی تھیں[۲]،

محمود بن ملک شاہ ملک شاہ کے بڑے لڑکے برکیارق کو جس طرح ترکان خاتون نے اسکے حق سے محروم کر کے اپنے صغیر السن بچہ محمود کو ملک شاہ کا جانشین بنانے کی کوشش کی تھی، اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے،

ترکان خاتون نے گو سلجوقی امرا کو اپنی دولت کے زور سے حامی بنا لیا تھا لیکن نظامی ممالیک[۳] جن کی تعداد ہزاروں پر مشتمل تھی برکیارق کے ۔۔۔ اور ترکان خاتون کے اہتمام

۱؎ ابن خلکان ج ۲ ص ۴۲ ۲؎ راحۃ الصدور ص ۱۳۲ و ابن اثیر ج ۱۰ ص ۴۲ ۳؎ نظام الملک کے غلاموں کا دستہ

کے باوجود ملک شاہ کی خبر وفات مخفی نہ رہ سکی، اور جیسے ہی اصفہان پہنچی، نظامی غلاموں سے برکیارق کو قید سے چھڑا کر تخت نشین کر دیا[1]، اس دوران میں ترکان خاتون اصفہان کے قریب پہنچ گئی، چونکہ سلجوقی امرا، اس کے ساتھ تھے اور پایہ تخت میں ان کا مقابلہ مشکل تھا اسلیے نظامی غلاموں نے برکیارق کو رے لیجا کر اس کی تخت نشینی کے مراسم ادا کیے[2]، یہاں دس ہزار آدمی اور برکیارق کے ساتھ ہو گئے،

اصفہان پہنچنے کے بعد ترکان خاتون نے برکیارق کے مقابلہ کے لیے فوجیں روانہ کیں، اس کی فوج کے بعض افسر برکیارق سے مل گئے، اس لیے اصفہانی فوج کو شکست ہوئی اور برکیارق نے اصفہان پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا،

ابھی یہ مہم جاری تھی کہ برکیارق اور ترکان خاتون کا اختلاف دیکھ کر ملک شاہ کے بھائی تتش ارسلان والی دمشق کو اس کے تاج و تخت پر قبضہ کرنے کی طمع دامنگیر ہوئی، اور اس نے برکیارق پر فوج کشی کر دی، اس سے فراغت ملی تھی کہ برکیارق کا سوتیلا بھائی سلطان محمد اٹھ کھڑا ہوا، اور برسوں دونوں میں جنگ جاری رہی، اور ایک دن کے لیے بھی برکیارق کو اطمینان و سکون کے ساتھ حکومت کا موقع نہ مل سکا،

مقتدی کی وفات | ۱۵ محرم ۴۸۷ھ کو کھانا کھانے کے بعد دفعۃً مقتدی کی طبیعت بگڑ گئی اور چند لمحوں میں انتقال ہو گیا، عمائد سلطنت نے اسی وقت مستظہر باللہ کی بیعت لی، اس فراغت کے بعد تجہیز و تکفین عمل میں آئی، وفات کے وقت کل ۳۹ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۱۹ سال آٹھ مہینے،

اوصاف | مقتدی جامع اوصاف فرماں روا تھا، اس میں دین و سیاست دونوں جمع تھے، گو اس کے زمانہ میں سلجوقیوں کی قوت بہت بڑھ گئی تھی، اور ملک شاہ نے خلافت بغداد پر

---

[1] راحۃ الصدور ص ۱۴۰ و ۱۴۲ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۴ و راحۃ الصدور ص ۱۴۰ و ۱۴۲

حاوی ہونے کی بڑی کوشش کی، اور کسی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوا لیکن مقتدی نے حتی الامکان خلافت کے وقار کو قائم رکھا، اور اس دور زوال میں ہر اعتبار سے مقتدی کا زمانہ ممتاز تھا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ مقتدی قوی دل اور عالی ہمت خلیفہ تھا، اس کا عہد بڑی خیر و برکت کا زمانہ تھا، خیر کی کثرت اور رزق میں کشادگی و وسعت تھی، خلافت کا وقار پہلے سے زیادہ قائم ہوا، بغداد کی آبادی میں اضافہ ہوا، البصلیہ، قطیعیہ، حلبہ، مقتدیہ، اجمہ، درب القیار، خرابہ ابن جردہ، خرابہ ابن ہراس، خاتونیتین بہت سے نئے محلے آباد ہوئے،[1]

سیوطی کا بیان ہے کہ وہ نجباے بنی عباس میں تھا، اس کے زمانہ میں قوانین خلافت کا نفاذ ہوا، اور ان کی حرمت قائم ہوئی،[2]

اس سیاسی قوت کے ساتھ اس نے دین و مذہب کا بھی احترام کیا، اور بہت سی دینی و اخلاقی اصلاحیں کیں، گانے ناچنے والی بد اخلاق عورتوں کو بغداد سے نکال دیا، بغیر ازار کے حمام میں جانے اور ملاحوں کو کشتیوں پر ایک ساتھ عورتوں اور مردوں کو لیجانے کی ممانعت کر دی، کبوتر بازی کے برجوں اور چھتریوں کو جن سے گھروں کی بے پردگی ہوتی تھی، اکھڑوا دیا،[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹، ۱۰۰ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴ [3] ایضاً و تاریخ الخلفاء ص ۳۰۴

ابو العباس احمد بن مقتدی الملقب بہ مستظہر باللہ

۴۸۷ھ تا ۵۱۵ھ مطابق ۱۰۹۴ئہ تا ۱۱۱۸ئہ

مقتدی کی وفات کے بعد محرم ۴۸۷ھ مین اس کا لڑکا ابو العباس احمد الملقب بہ مستظہر باللہ تخت نشین ہوا، اس وقت برکیارق بغداد مین موجود تھا، اس نے اور تمام سلجوقی امراء نے مستظہر کی بیعت کی، اس وقت اس کا سولھوان سال تھا، اس کے زمانہ مین سلجوقیون کی خانہ جنگی کے سوا خاص خلافتِ بغداد کے حالات بہت کم ہین،

آذربیجان پر تتش ارسلان کی فوج کشی اور ناکامی

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان والی دمشق اسکے تاج و تخت پر قبضہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا، ملک شاہ کے اصل وارث خانہ جنگی مین مبتلا تھے، اور ملک شاہ کی جانشینی کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تھا، اس لیے امیر اقسنقر برسقی والی حلب اور امیر بوزان والی رہا وغیرہ تتش ارسلان کے ساتھ ہوگئے تھے، انکی مدد سے اس نے ۴۸۶ھ مین بنی مروان کے علاقہ موصل اور دیار بکر وغیرہ پر قبضہ کرلیا تھا، اور آذربیجان پر فوج کشی کی، اسوقت برکیارق اس کے مقابلہ مین نکلا، اسے دیکھ کر امیر اقسنقر اور بوزان، تتش کا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ ہوگئے اور تتش کو ناکام دمشق واپس جانا پڑا۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۸،

امیر اسمٰعیل کی مخالفت اور اسکا قتل

اس دوران میں ترکان خاتون نے اپنے اور ملک شاہ کے چچیرے بھائی امیر اسمٰعیل کو جو برکیارق کا حقیقی ماموں تھا، اپنے ساتھ شادی کی طمع دلاکر ملا لیا۔ اس نے برکیارق پر فوج کشی کر دی لیکن شکست کھائی، ترکان خاتون کا کارپرداز سلطنت امیر انز امیر اسمٰعیل کے خلاف تھا، اس لیے وہ بددل ہوکر برکیارق کے قتل کے منصوبہ سے رہ چلا گیا، لیکن راز فاش ہوگیا، اور وہ خود قتل کر دیا گیا، اس کے چند دنوں کے بعد ترکان خاتون کا بھی انتقال ہوگیا،[۱]

برکیارق کی شکست بغداد میں تتش کا خطبہ

تتش ارسلان کو اقسنقر کی وجہ سے آذربیجان میں ناکامی ہوئی تھی، اسلیے اس نے شام واپس جانے کے بعد خود اس کے علاقہ حلب پر فوج کشی کر دی، اور اقسنقر کو شکست دیکر قتل کر دیا، اس کے دوسرے ساتھی بوزان نے حلب کو بچانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی مارا گیا اور تتش ارسلان پھر آذربیجان پہنچا اور برکیارق کو شکست دیکر بغداد میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرادیا،[۲]

سلطان محمود کی موت اور برکیارق کی تخت نشینی

گو ترکان خاتون کا انتقال ہوچکا تھا، لیکن امیر انز اور دوسرے سلجوقی امرا سلطان محمود کے ساتھ تھے، اور برکیارق کے لیے بیک وقت ان کا اور تتش کا مقابلہ مشکل تھا اس لیے اس نے اصفہان جاکر محمود سے صلح کر لی، اس صلح کے چند ہی دنوں کے بعد چیچک میں محمود کا انتقال ہوگیا، اس کی موت کے بعد سلجوقی امرا نے برکیارق کو تخت نشین کر دیا، اور عراق و خراسان کے تمام امرا اس کے ساتھ ہوگئے[۳]

تخت نشینی کے بعد ہی برکیارق بھی چیچک میں مبتلا ہوگیا، تتش اس وقت ہمدان میں موجود تھا، اس نے سلجوقی امرا کو ملانے کی کوشش کی، برکیارق کی حالت امید و بیم کی تھی، اسلیے امرا نے

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۸۰، [۲] ایضاً ص ۸۱، [۳] راحۃ الصدور ص ۱۴۲

تتش کو امید افزا جواب دیا، لیکن برکیارق خلاف امید شفایاب ہو گیا، اور تتش کو شکست دیکر قتل کر دیا۔[1]

خراسان پر ارسلان ارغون کا قبضہ اور اس کا قتل

ان لڑائیوں کے دوران میں برکیارق کے دوسرے چچا ارسلان ارغون نے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا، تتش سے فراغت کے بعد برکیارق نے اپنے تیسرے چچا بوربرس کو ارسلان ارغون کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن ارسلان نے اسے قتل کرا دیا، اس کے قتل کے بعد برکیارق نے اپنے سوتیلے بھائی سنجر کو اس مہم پر مامور کیا، ابھی یہ راستہ میں تھا کہ ارسلان کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا، اسکے امراء نے اس کے ۷ سالہ بچہ کو جانشین بنایا، لیکن سنجر کے خراسان پہنچنے کے بعد بچہ کو اس کے حوالہ کر دیا، سنجر نے اس کی موروثی جائداد جو ملک شاہ نے ارسلان کو دی تھی، اس کے اخراجات کے لیے رہنے دی، اور برکیارق کی ماں نے اس بچہ کو اپنے پاس بلا کر پرورش کیا، ارسلان کے قتل کے بعد برکیارق خود خراسان گیا اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی اس کے نام کا خطبہ جاری ہو گیا، اور اس نے سنجر کو خراسان کا والی بنایا۔[2]

دوسری طرف سلطان برکیارق کی عدم موجودگی میں اس کے سابق وزیر مؤید الملک نے جس کو اس نے معزول کر دیا تھا، اس کی مخالفت میں امیر انز کو جسے سلطان اپنی غیر حاضری میں اپنا نائب بنا گیا تھا، اس کے خلاف کھڑا کر دیا، لیکن اس کو ایک باطنی نے قتل کر دیا، اور اس کا فتنہ بڑھنے نہ پایا،

سلطان محمد کی مخالفت اور ملک کی تقسیم

اس تدبیر میں ناکامی کے بعد مؤید الملک نے برکیارق کے دوسرے سوتیلے بھائی سلطان محمد کو جو تمام بھائیوں میں بڑا شجاع اور حوصلہ مند تھا، برکیارق کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا، اس کی مخالفت کی خبر پا کر برکیارق فوراً خراسان سے واپس آیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۸۵ [2] ایضاً ص ۹۰ و ۹۱

بغداد میں محمد کا خطبہ

لیکن اس کے پہنچتے پہنچتے سلطان محمد نے رے پر قبضہ کر لیا، اور اسکے وزیر موید الملک نے برکیارق کی ماں زبیدہ خاتون کو جو رے میں تھی، گرفتار کر کے مروا ڈالا، اور بغداد کے شحنہ سعد الدولہ گوہر آئین نے کوشش کر کے ۴۹۲ھ میں بغداد میں سلطان محمد کا خطبہ جاری کرا دیا، اور مستظہر نے اسے "غیاث الدنیا والدین" کا معزز لقب عطا کیا۔[1]

سلطان محمد اور برکیارق میں ۴۹۲ھ سے لیکر ۴۹۷ھ تک پانچ لڑائیاں ہوئیں جو فریق غالب ہوتا تھا وہ بغداد میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرا دیتا تھا اس مسلسل جنگ و خونریزی سے ملک میں بڑی ابتری پھیل گئی، امن و امان مفقود اور ملک ویران ہو گیا، دوسری حکومتیں سلجوقیوں کے مقابلہ میں دلیر ہو گئیں، یہ صورت حال دیکھکر برکیارق نے قاضی ابو المظفر جرجانی حنفی اور ابو الفرج احمد بن عبد الغفار ہمدانی کے ذریعہ محمد کے پاس صلح کا پیام بھیجا، ملک کی ویرانی اس کی نگاہ میں بھی تھی، اس لیے ربیع الاول ۴۹۷ھ میں دونوں میں صلح ہو گئی، اس صلح کی رو سے نہر سپید سے لیکر باب الابواب تک کا علاقہ موصل، جزیرہ، دیار بکر، اور شام و عراق کا فراتی علاقہ سلطان محمد کے حصہ میں آیا، اور باقی ملک برکیارق کے قبضہ میں رہا اور طے پایا کہ دونوں اپنے اپنے ملک کے خود مختار فرماں روا ہوں گے، ہر ایک کے ملک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا، سلطان محمد شاہی نوبت بجانے کا مجاز ہو گا،

اس مصالحت کے بعد سلطان محمد نے برکیارق کے پایہ تخت کو جس پر اس نے قبضہ کر لیا تھا، برکیارق کے حوالہ کر دیا، سلطان محمد کی بیوی اور بچے اصفہان ہی میں تھے، برکیارق نے انہیں ہدایا و تحائف کے ساتھ اپنی فوج کی حفاظت میں محمد کے پاس بھجوا دیا، اور مسلسل کئی سال کی بدامنی اور خونریزی کے بعد ملک میں امن و امان قائم ہوا اور مستظہر نے بغداد میں برکیارق

[1] ابن اثیر ج ۱۰، ص ۱۰۰

کے نام کا خطبہ جاری کر کے اس کو اور اس کے وزیر کو خلعت سے نوازا[۱]،

اس صلح کے بعد جب برکیارق کو اطمینان وسکون حاصل ہوا تو خود اس کا وقت آخر ہو گیا، اس کو عرصہ سے سل اور بواسیر کی شکایت تھی، شراب کی کثرت نے اس کی صحت اور برباد کر دی، ربیع الاول ۴۹۸ھ میں اس نے بغداد کا سفر کیا، راستہ میں طبیعت زیادہ بگڑ گئی، اور امید زیست باقی نہ رہی، امراء ہمرکاب تھے، اسی وقت اپنے صغیر السن بچے ملک شاہ کو ولیعہد بنا کر امیر ایاز کو اس کا اتابک مقرر کیا، اور ۲ ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں انتقال کر گیا، لاش اصفہان لیجا کر سپرد خاک کی گئی، انتقال کے وقت ۲۵ سال کی عمر تھی، مدت حکومت ۱۲ سال

برکیارق عاقل ودانشمند فرماں روا تھا، حلم وعفو اور ضبط وتحمل اس کے امتیازی اوصاف تھے، عموماً عفو ودرگذر سے کام لیتا تھا،

تخت نشینی سے لیکر وفات سے کچھ دنوں پہلے تک وہ مسلسل مخالف حالات میں مبتلا رہا اور اس کو ایسی ایسی مشکلات اور ہمت شکن واقعات کا سامنا رہا کہ کسی دوسرے فرماں روا کے لیے ان کا مقابلہ مشکل تھا، اس نے محض اپنی ہمت واستقلال سے ان کا مقابلہ کیا اور گو اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی لیکن اس کی حکومت قائم رہی،

ملک شاہ ثانی بن برکیارق برکیارق کی موت کے بعد ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں اس کا صغیر السن بچہ ملک شاہ ثانی تخت نشین ہوا، مستظہر نے اس کی حکومت کی تصدیق کر کے بغداد میں اس کا خطبہ جاری کر دیا، اور ملک شاہ اول کے تمام خطابات اس کو عطا کیے[۲]، اس کی تخت نشینی کے بعد ہی اس کے اتابک امیر ایاز نے سلطان محمد کی مخالفت شروع کر دی[۳]،

سلطان محمد الپ ارسلان اور ملک شاہ کے اوصاف وکمالات کا وارث تھا، اسلیے بعض

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۲۹ [۲] ایضاً [۳] راحۃ الصدور ص ۱۵۲

اکابر امراء برکیارق ہی کے زمانہ سے اس کی حمایت میں تھے، چنانچہ امیر سیف الدولہ صدقہ ابن
منصور والی حلہ شروع سے اس کا معاون و مددگار تھا، اس نے سلطان محمد کو بغداد بلا بھیجا، ملک شاہ
۵ سالہ بچہ تھا، اصل حکومت امیر ایاز کے ہاتھوں میں تھی، اس لیے سلطان محمد سیف الدولہ کی دعوت
پر بغداد پہنچا، سلطان محمد کا مقابلہ ایاز کے لیے دشوار تھا، اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا، سب نے
مقابلہ کی رائے دی، لیکن ایک تجربہ کار امیر ابو المحاسن نے کہا کہ ان سب امراء کا مشورہ خود غرضی
پر مبنی ہے، وہ اپنے ذاتی فائدے کے لیے جنگ چاہتے ہیں، میری رائے میں سلطان محمد کی
اطاعت زیادہ مفید ہے اس صورت میں وہ ہمارے حقوق کا زیادہ لحاظ رکھے گا، ایاز نے
بھی اس رائے کو پسند کیا، اور سلطان محمد سے ملکشاہ اور اس کے تمام امراے دولت کی جان و
مال کی حفاظت کا وعدہ لیکر جمادی الاول ۴۹۷ھ میں حکومت اسکے حوالہ کردی، لیکن سلطان کو اپنے
کی جانب سے اطمینان نہ تھا، بعض واقعات بھی ایسے پیش آئے جس سے اسکی بدگمانی اور بڑھ گئی اور
اس نے ایاز کو بہانہ سے بلا کر قتل کرا دیا، وہ ملک شاہ سلجوقی کے لائق ترین غلاموں میں تھا۔[1]

راوندی اور حمد اللہ مستوفی کا بیان اس سے مختلف ہے، انھوں نے اس سلسلہ میں یہ
افسانہ لکھا ہے کہ ایاز نے سلطان محمد کا مقابلہ کیا، لیکن میدان جنگ میں ایاز کی فوج کو سلطان محمد
کی فوج کی سمت فضائے آسمانی پر ایسی خوفناک شکلیں نظر آئیں کہ ان کی ہیبت سے ہتھیار ڈالدیے
اور ایاز زندہ گرفتار ہوا، اور سلطان نے اسے قتل کرا دیا۔[2]

سلطان محمد بن ملک شاہ ایاز کے قتل کے بعد سلطان محمد مستظہر کے حضور میں حاضر ہوا، وہ بڑے
اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا، اور غیاث الدین محمد قسیم امیر المومنین کا لقب عطا کیا
اور اس کی حکومت مستحکم ہو گئی،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۴۳ [2] راحۃ الصدور ص ۱۵۴ و تاریخ گزیدہ ج اول ۴۵۴

سلطان محمد اپنے نامور اسلاف کی خصوصیات کا حامل اور ان کا صحیح جانشین تھا، اپنے زمانہ میں اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، اور سلجوقی حکومت کو پھر ایک طاقت ور سلطنت بنا دیا، اسکی بادشاہت مسلم ہونے کے ایک ہی سال بعد ۴۹۹ھ میں اسکے چچیرے بھائی امیر منکبرس نے علم بغاوت بلند کر کے نہاوند پر قبضہ کر لیا، اسی زمانہ میں بنی برسق پر عتاب سلطانی نازل ہوا تھا، ان کی جاگیر ضبط ہو گئی تھی، اور زنگی بن برسق قید کر دیا گیا تھا، منکبرس نے زنگی کے بھائیوں کو ساتھ ملانے کی کوشش کی، زنگی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھائیوں سے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے منکبرس کا ساتھ دیا تو میری خیر نہیں، اگر مجھے بچانا چاہتے ہو تو منکبرس کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالہ کر دو، چنانچہ ان لوگون نے مدد کے بہانہ سے اس کو بلا کر سلطان کے پاس بھجوا دیا، سلطان نے اس خدمت کے صلہ میں زنگی کو رہا کر کے بنی برسق کی جاگیر واگذار کر دی،[1]

صدقہ بن دبیس کا قتل ۵۰۱ھ میں سلطان محمد نے اپنے پرانے وفادار امیر سیف الدولہ صدقہ بن منصور اسدی والی حلہ کو قتل کرا دیا، وہ سلطان کی وفاداری پر اب تک قائم تھا لیکن اس کے تقرب اور اس کی شوکت و عظمت کی وجہ سے اس کے حاسدون نے سلطان کو اس کے خلاف بھڑکا دیا، سیف الدولہ میں ایک وصف یہ تھا کہ وہ ہر طاقتور کے مقابلہ میں کمزورون کی پشت پناہی کرتا تھا، اور اس بارہ میں وہ سلطان محمد کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا، اتفاق سے ابودلف سرخاب ابن کیخسرو بن سادہ پر عتاب سلطانی نازل ہوا، صدقہ نے اسے بھی پناہ دی،

سلطان نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ سرخاب کو اس کے حوالہ کر دے، اس نے انکار کیا، اور سلطان کے مقابلہ میں اس کی پوری امداد و حمایت کے لیے آمادہ ہو گیا، اس قسم کے بعض واقعات اور پیش آئے، اس لیے سلطان نے اس پر فوج کشی کر دی، سیف الدولہ نے اس کا

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۹

مقابلہ کیا اور بہادری کے ساتھ لڑکر جان دی[1]،

والی موصل کی سرکشی اور موصل پر سلطانی قبضہ

موصل کے والی جاؤلی سقاؤ کا رویہ سلطان کے ساتھ باغیانہ تھا، اس نے خراج دینا بند کر دیا تھا، اور سیف الدولہ اور سلطان کی جنگ میں اس نے سیف الدولہ کی حمایت کی تھی، اس لیے اس سے فراغت کے بعد سلطان نے جاولی کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں، وہ مقابلہ کے انتظام کے لیے موصل کے باہر چلا گیا، اور سلطانی فوجوں نے موصل کا محاصرہ کر لیا، جاولی کے بیوی بچے اور کچھ فوج موصل کے قلعہ میں تھی، ان لوگوں نے اہل موصل پر زیادتی کی، اس لیے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے، اور سلطانی فوجوں نے آسانی کیساتھ شہر پر قبضہ کر لیا، جاولی کی بیوی امیر مودود کی اجازت سے اپنا مال و متاع لیکر اپنے بھائی امیر برسق بن برسق کے پاس چلی گئی، اور موصل کا علاقہ سلطانی قبضہ میں آگیا،

باطنیوں کی مصیبت

سرزمین عجم میں باطنیوں کی تبلیغ و اشاعت کا مختصر حال ملک شاہ کے زمانہ میں گذر چکا ہے، ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں باطنیوں کی قوت بہت بڑھ گئی، اور انھوں نے عجم کے بہت سے قلعوں اور قہستان کے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا[2]،

ملک شاہ کے زمانہ ہی سے ان کی تاخت و تاراج اور قتل و غارت کی وارداتیں شروع ہو گئی تھیں، قلعوں پر قبضہ کے بعد انکی جسارت اور بڑھ گئی، اور انھوں نے بیدریغ خونریزی شروع کر دی اور چند دنوں کے اندر ہزاروں مسلمانوں کو جن میں بہت سے اکابر علما، وفضلا اور امراء تھے قتل کر ڈالا قتل کی وارداتیں اتنی عام ہو گئی تھیں اور لوگوں پر اتنا خوف و ہراس طاری ہو گیا تھا کہ کوئی شخص تنہا گھر سے نکلنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اگر باہر جانے والے مقررہ وقت پر گھر نہ واپس

---

[1] ابوالفدا ج ۲ ص ۲۲۲ [2] ابن اثیر نے ان قلعوں کی پوری تفصیل لکھی ہے، دیکھو ج ۱۰ ص ۱۱۰

آجاتے تو گھر والوں کو ان کی موت کا یقین ہو جاتا، [1]

خاص اصفہان کا علاقہ بھی محفوظ نہ تھا، ایک باطنی رئیس احمد بن عطاش نے اصفہان کے قریب ایک قلعہ سیاہ در پر قبضہ کر لیا تھا، [2] شہر اصفہان تک میں ان کا ایک مخفی مرکز قائم تھا، روزانہ قتل کی وارداتیں ہوتی تھیں اور پتہ نہ چلتا تھا، باطنی مختلف بھیسوں میں پھیلے ہوئے تھے، اصفہان میں ایک اندھا باطنی روزانہ ایک تاریک اور پر پیچ گلی کے سرے پر کھڑا ہو جاتا اور جو راہ گیر نکلتا اس سے کہتا بابا خدا بھلا کرے، اندھے کو اس کے گھر تک پہنچا دو، لوگ رحم کھا کر ساتھ ہو جاتے اور جیسے ہی باطنیوں کی کمین گاہ تک پہنچتے، باطنی ان کو پکڑ لے جاتے، اس طریقہ سے چار پانچ مہینوں کے اندر سیکڑوں آدمی لاپتہ ہو گئے، اور ان کی گمشدگی کا کوئی سراغ نہ ملتا تھا، اتفاق سے ایک دن ایک بھکارن مانگتے مانگتے کمینگاہ کے دروازہ تک پہنچ گئی، اور اندر سے نالہ و فریاد کی آواز سن کر بھاگ نکلی اور لوگوں سے بیان کیا کہ فلاں گھر میں میں نے نالہ و فریاد کی آوازیں سنی ہیں، قتل کی وارداتوں سے لوگوں کو جستجو تھی ہی، اتنا سراغ پا کر ہزاروں آدمی اس گھر میں گھس گئے، وہاں پورا مقتل نظر آیا، زمین دوز تہ خانوں میں کئی سو آدمی سزا بھگت رہے تھے، بہت سے مر چکے تھے، کچھ نیم جان تھے، بعض دیواروں میں میخوں سے ٹھکے ہوئے تھے، اس انکشاف سے شہر میں ایک شور برپا ہو گیا اور اصفہان ماتم کدہ بن گیا، [3]

خود سلطانی فوج میں سپاہی کے بھیس میں ہزاروں باطنی تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے، جو شخص ان کی مخالفت کرتا اس کو قتل کی دھمکی دیتے، جان کے خوف سے کوئی شخص بھی مخالفت کی جرأت نہ کرتا تھا، بڑے بڑے امرا، پوری احتیاط کرتے تھے، اتفاق سے سلطان برکیارق اور سلطان محمد کی جنگ کے زمانہ میں باطنیوں کے ہاتھ سے جو امیر مارے گئے وہ سب

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۰۹ [2] ایضاً ص ۱۱۰ [3] راحة الصدور ص ۱۵۷، و ۱۵۰

سلطان محمد کی جماعت کے تھے، اس لیے سلطان محمد کے مخالفین نے خود اس کو باطنیت سے متہم کر دیا تھا، اس لیے برکیارق کو ان کے استیصال کی طرف توجہ کرنی پڑی، اور اس نے سب سے اول اپنی فوج کے باطنیوں کو تلاش کر کر کے قتل کرایا، اس سلسلہ میں بہت سے امراء بھی مارے گئے،[۱]

فوج کے علاوہ جہاں جہاں ان کے جتھے مل سکے، ان کا استیصال کیا گیا، اس سلسلہ میں بھی بہت سے امراء جن پر باطنیت کا شبہہ تھا قتل ہوئے، مدرسۂ نظامیہ کے ایک مدرس کیا ہراسی باطنیت کے الزام میں پکڑے گئے، اور مستظہر کی شہادت پر انھیں رہائی ملی،[۲]

باطنیت کا الزام ایسا سنگین تھا کہ اس کا داغ صرف تلوار دھو سکتی تھی، اس لیے اس عام دار و گیر میں بہت سے ناکردہ گناہ بھی مارے گئے، مختلف امراء اور با اثر اشخاص نے اپنی اپنی جگہ پر علحدہ ان کا استیصال کیا، چنانچہ جاولی سقاؤ والی موصل، بیران شاہ دالی کرمان شاہ اور ابوالقاسم مسعود بن محمد خجندی نے ہزاروں باطنیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا،[۳]

اس سختی سے ان کا زور کسی قدر گھٹا لیکن سلجوقیوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے پھر انہیں طاقت پکڑنے کا موقع مل گیا، اور ۴۹۸ھ میں انھوں نے بیہق کے نواح میں قتل و غارت شروع کر دی، رے کے قریب حاجیوں کے ایک بڑے قافلہ کو جس میں خراسان، ماوراء النہر اور ہندوستان تک کے حجاج تھے، تہ تیغ کر ڈالا، اور اس کا کل سامان لوٹ لیا،[۴]

اصفہان کے نواح میں بھی قلعۂ سیاہ در اب تک احمد بن عطاش کے قبضہ میں تھا، وہ بے شمار مسلمانوں کو قتل کر چکا تھا، اور زمینداروں اور سلطانی عمال تک سے ٹیکس وصول کرتا، اور سب جان کے خوف سے ادا کرتے تھے،[۵]

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۱۲ [۲] ابن خلدون ج ۵ ص ۲۷ و ۲۶ [۳] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۰۹ و ۱۱۱ [۴] ایضاً ص ۱۴۳
[۵] ایضاً ص ۱۵۱

اس لیے سلطان محمد کو بھی ان کی طرف توجہ کرنا پڑی، اور اس نے سپاہ در پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کیا، احمد بن عطاش نے چند دنوں تک مدافعت کی کوشش کی، لیکن پھر اس کا سامان رسد ختم ہوگیا، اس نے سلطان محمد کے وزیر سعد الملک اوجی کے پاس جو در پردہ باطنی تھا، کہلا بھیجا کہ اگر تم نے سامان رسد بھیجنے کا کوئی انتظام نہیں کیا تو میں قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا، سعد الملک نے جواب میں کہلایا کہ چند دن اور توقف کردیں اس کتے (سلطان محمد) ہی کا کام تمام کرائے دیتا ہوں،

سلطان محرور المزاج تھا، ہر مہینہ فصد لیا کرتا تھا، سعد الملک نے شاہی فصاد کو رشوت دیکر زہر آلود نشتر سے فصد دینے پر آمادہ ہوگیا، سلطان کو اس کی خبر ہوگئی اور فصاد کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا، سلطان نے اسی زہر آلود نشتر سے سعد الملک کو فصد دلوائی اور وہ ختم ہوگیا، سعد الملک کی موت کے بعد احمد بن عطاش قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہوگیا، سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور نہایت ذلت کے ساتھ اس کی تشہیر کر کے قتل کیا اور اس کا قلعہ مسمار کرا دیا[1]،

۵۰۳ھ میں سلطان نے اپنے وزیر نظام الملک بن احمد بن نظام الملک اول باطنیوں کے اصل مرکز قلعہ الموت کی تسخیر پر مامور کیا، اس نے فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کیا، لیکن چند دنوں کے بعد گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کو لوٹ آنا پڑا، اس کی واپسی کے بعد ایک باطنی نے حملہ کر کے اس کو زخمی کر دیا، زخم اوچھا لگا تھا، چند دنوں میں شفایاب ہوگیا،

اس کے دو سال بعد یہ مہم امیر انوشتگین شیر گیر کے متعلق ہوئی، اور متعدد امراء اسکی

[1] راحۃ الصدور ص ۱۵۵ تا ۱۶۱ المختصر تاریخ گزیدہ ج اول ص ۴۵۴ و ۴۵۵

مدد پر مامور ہوئے، انھوں نے قلعہ کلام اور قلعہ بیرہ باطنیوں کے کئی قلعے فتح کیے، امیر انوشتگین نے بڑے اہتمام سے قلعہ الموت کا محاصرہ کر لیا، اور یہاں مکانات بنوا کر مستقل قیام کر دیا سلطان برابر سامان رسد اور فوجیں بھیجتا رہا، حسن بن صباح نو دس سال تک مدافعت کرتا رہا، آخر میں جب اس کا سامانِ رسد ختم ہو گیا، اور محصورین کی جان پر آ بنی تو حسن بن صباح اس شرط پر قلعہ حوالہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا کہ اسے بیوی بچوں سمیت نکل جانے دیا جائے، لیکن انوشتگین نے اسے منظور نہ کیا، اور اہل قلعہ کی جانکنی کی نوبت پہنچ گئی عین اس وقت سلطان محمد کی موت کی خبر آ گئی، اس لیے انوشتگین محاصرہ اٹھا کر لوٹ گیا۔[1]

پہلی جنگ صلیبی

مستظہر کے دور کا سب سے اہم واقعہ جنگ صلیبی کا آغاز ہے، اگرچہ اس کو براہ راست خلافت بغداد سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جنگ صلیبی نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ اُس زمانہ کے مشرق و مغرب کا نہایت اہم واقعہ ہے جس کا سلسلہ دو صدیوں تک قائم رہا، ساری دنیائے اسلام اس سے متاثر ہوئی اور اس کا آغاز سلجوقیوں کی مخالفت سے ہوا، اور اس کے دفاع میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے، اس لیے اس کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں،

قدیم یورپین مورخین نے ان لڑائیوں کو خالص مذہبی رنگ دیدیا ہے لیکن درحقیقت اس کے اسباب مذہبی سے زیادہ سیاسی تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں جنوبی یورپ میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑ گئی تھی، سسلی کا جزیرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا، اسپین میں بھی اس کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا، ان کی متحدہ قوت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی تھی، جو نہ صرف آپس میں دست و گریبان رہتی تھیں، بلکہ ایک دوسرے کی رقابت میں عیسائیوں کے ساتھ مل جانے میں بھی دریغ نہ کرتی تھیں جس سے اندلس میں مسلمانوں

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵ و ۱۸۶

کی قوت روز بروز کمزور پڑتی جاتی تھی، اور عیسائیوں کی قوت بڑھتی جاتی تھی، ان کی متعدد حکومتیں قائم ہوگئی تھیں، مشرقی اسپین کی عیسائی حکومت اتنی طاقتور ہوگئی تھی کہ اس کا فرماں روا الفانسو دوم اسلامی حکومتوں سے خراج وصول کرتا تھا اور عیسائی دنیا کو یقین ہوگیا تھا کہ اسپین سے مسلمانوں کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا،

عین اسی زمانہ میں شمالی افریقہ میں مرابطین کی نئی اور تازہ دم قوت ابھر رہی تھی، اندلس کے مسلمان عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی دیکھ کر مرابطی حکومت کے ممتاز سربراہ یوسف بن تاشفین سے مدد کے طالب ہوئے، وہ ۴۷۹ھ میں ایک لشکر جرار لے کر اندلس پہنچا اور زلاقہ کے معرکے میں عیسائیوں کی متحدہ قوت کو نہایت فاش شکست دی، الفانسو دوم اس جنگ میں سخت زخمی ہوا، اور اس کی قوت برباد ہوگئی، اسپین سے یوسف بن تاشفین کی واپسی کے بعد پھر یہاں کی زوال پذیر اسلامی حکومتوں میں جنگ وجدال کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کا لازمی نتیجہ ان کی تباہی تھی، اس لیے یوسف نے دوبارہ فوج کشی کرکے سرقسطہ کی ہودی حکومت کے سوا جس نے عیسائیوں کے دامن میں پناہ لی تھی، باقی تمام اسلامی حکومتوں کو ختم کرکے متحدہ حکومت قائم کردی، یوسف کی قوت اتنی مضبوط تھی کہ اندلس پر عیسائیوں کے قبضہ کا خواب پریشان ہوگیا، جس سے ساری عیسائی دنیا متاثر ہوئی۔

دوسری سمت مشرقی یورپ کی سرحد پر بھی مسلمانوں کی قوت روز افزوں ترقی پر تھی، سلجوقیوں نے قیصر ارمانوس کو شکست دے کر خراج وصول کیا تھا، اور خاص یونانی علاقے اور ایشیائے کوچک کو فتح کرکے یہاں مستقل حکومت قائم کرلی تھی،[۵] جس سے قسطنطنیہ کی حکومت

---

۵ اس حکومت کا بانی قتلمش بن اسرائیل تھا، ۴۷۰ھ میں یہ حکومت قائم ہوئی اور ۷۰۰ھ میں ترکان عثمانی نے ان کا خاتمہ کیا، اس میں ۱۴ حکمران ہوئے،

کو دائمی خطرہ پیدا ہو گیا تھا،

الیور تھیچر اور فرڈیننڈ کا بیان ہے کہ طغرل بیگ کے جانشین مغرب میں برابر اپنے فتوحات بڑھاتے گئے، یہانتک کہ تمام ایشیائے کوچک کو انھوں نے شہنشاہ الیگزس کے ہاتھ سے نکال لیا اور خود قسطنطنیہ ان کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا،[1]

اے، جے گرانٹ لکھتا ہے:-

"ترکان آل سلجوق نے بغداد پر قبضہ کر کے اسلام میں ایک نئی روح پھونک دی تھی اور شام و فلسطین پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا تھا،[2] یروشلم کے مسیحی زائرین کو ان سے تکلیفیں پہنچنے لگیں، اور تمام یورپ ان کی داستان مصیبت سے گونج اٹھا (اس کی حقیقت آئندہ ظاہر ہوگی) ترک اس کے بعد ایشیائے کوچک میں گھس گئے اور ۱۰۷۱ء میں جس کی کرنٹ میں انھوں نے ایک شاہنشاہی فوج کو شکست دی، اور شاہنشاہ کو گرفتار کر لیا: (قیصر ارمانوس مراد ہے جس کی گرفتاری کا حال اوپر گذر چکا ہے)

مسلمانوں کی طرف سے یورپ کو آٹھویں صدی کے بعد سے کوئی ایسا خطرہ نہیں پیش آیا تھا، کیونکہ مشرق کے علاوہ مغرب میں بھی ان کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا ہسپانیہ میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، وہ کچھ سنبھلنے لگی تھیں، مگر یہاں بھی مسلمانوں کا اقبال زور پر تھا اور ۱۰۸۶ء میں زلاقہ کی عظیم الشان جنگ میں مسیحیوں کو شکست ہوئی، (الفانسو دوم اور یوسف بن تاشفین کی جنگ کی طرف اشارہ ہے) اس طرح آٹھویں صدی

[1] تاریخ یورپ الیور تھیچر ج ۱ ص ۲۸۱ ترجمہ اردو دارالترجمہ حیدرآباد دکن [2] فلسطین و شام میں بھی سلجوقی حکومت قائم ہو گئی تھی جو دولت تُتُشیہ کے نام سے موسوم تھی، اس کا بانی تاج الدولہ تُتُش ارسلان تھا، ۴۷۱ھ میں یہ حکومت قائم ہوئی اور ۵۴۹ھ میں نورالدین محمود زنگی اتابکی کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا،

کی طرح پھر یورپ کے دونوں محاذوں پر خطرہ موجود تھا، اور سخت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا جائے[۱]۔"

سب سے زیادہ خطرہ مشرقی یورپ میں تھا، جہاں سلجوقی قسطنطنیہ کے قریب پہنچ گئے تھے، چنانچہ قیصر الیکزیس نے ان کو روکنے کے لیے یورپ کی حکومتوں سے مدد طلب کی،[۲] اور اسکے حصول کے لیے قسطنطنیہ کا مشرقی کلیسا روم کے مغربی کلیسا کے سامنے جھکنے کو تیار ہو گیا۔[۳]

اتفاق سے اسی زمانہ میں بعض ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن سے پوپ اربن دوم کو ایک مذہبی بہانہ ہاتھ آگیا، شام و فلسطین کی سلجوقی حکومت نے بیت المقدس کے مسیحی زائرین کی بے عنوانیوں کی وجہ سے ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں، لیبان کا بیان ہے:

"قسطنطین کے وقت سے اور علی الخصوص اس زمانہ سے جب ہارون رشید شارلیمین کے مابین سلام و پیام ہوا، عیسائیوں کی زیارت فلسطین جاری رہی اور روز بروز بڑھتی گئی، ان زائرین کے بعض گروہ تو فی الواقع ایک فوج کی حیثیت رکھتے تھے، ایک قسیس رچرڈ اپنے ساتھ سات سو آدمی لے گیا، جو وہاں تک نہ پہنچ سکے، اور سائپرس واپس آئے، ۱۰۲۴ھ میں شیر فراے میانس کا بطریق اور چار بطریق اور اپنے سات ہزار زائرین کا گروہ لے گئے، ان میں بہت سے سردار اور امراء تھے جو بدویوں اور ترکمانوں سے لڑتے بھی تھے، بیت المقدس کی زیارت اس قدر مشکل اور پرخطر ہو گئی تھی کہ پادریوں نے مجرموں کے لیے اسے سزا قرار دیا تھا، اس زمانہ میں بڑے بڑے مجرم بہت ہی کثرت سے تھے، اور چونکہ دوزخ کی آگ کا خوف شدت سے تھا، اس لیے زائرین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، بہ استثناء چند راسخ الاعتقاد اشخاص کے

۱۔ تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۲۵۳ ترجمہ اردو ۲۔ ایضاً تاریخ پوپ ج ۱ ص ۲۵۵ ۳۔ خطط الشام کرد علی ج ۱ ص ۲۵۶

بیت المقدس کے اکثر زائرین اس قسم کے بدمعاش ہوتے تھے جن کی فطرت میں
ہر قسم کی شرارت بھری ہوتی تھی، اور جنھیں محض دوزخ کی آگ میں جلنے کا خوف
اتنی دور لیجاتا تھا،
" ان زائروں کی تعداد روز بروز اس درجہ بڑھتی گئی اور ان کے اطوار بتدریج
اس قدر بگڑتے گئے کہ ترکمانوں نے جو اس وقت شام کے حاکم تھے اور عربوں کے جیسے متحمل
اور روادار نہ تھے، انھیں روکا اور اصرار کیا کہ بلا اجازت کے وہ ایک اسلامی ملک میں
زیارت کے لیے نہ آئیں، بعوض اس کے کہ وہ بیت المقدس میں نہایت شان سے باجے
بجاتے ہوئے اور مشعلیں روشن کیے ہوئے (جیسا کہ عربوں کے زمانہ میں دستور تھا) داخل
ہوں ترکمانوں نے انھیں مجبور کیا کہ وہ نہایت فروتنی کے ساتھ آئیں، بلکہ ان پر انواع
واقسام کے تشدد بھی کیے"[1]
اتفاق سے اسی زمانہ میں فرانس کا پیٹر نامی ایک راہب بیت المقدس کی زیارت کو
گیا، لیبان نے مخبوط الحواس اور متعصب کے لقب سے اس کا تذکرہ کیا ہے[2]، وہ بیت المقدس
کو مسلمانوں کے ہاتھ میں دیکھ کر بہت متاثر ہوا، یہاں کے بطریق سمعان نے مدفن مسیح پر
مسلمانوں کے قبضہ اور عیسائیوں پر ان کے مظالم کی فرضی داستان سنا کر اسکے جذبات
کو اور زیادہ بھڑکایا، اور وہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑانے پر آمادہ ہوگیا[3]
یہاں سے واپسی میں وہ سیدھا روم پہنچا اور پاپائے روم اربن دوم سے مل کر ساری داستان
سنائی، مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کے سیاسی اسباب جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے
پہلے سے موجود تھے، پیٹر کی فریاد سے پوپ کو ایک مذہبی بہانہ ہاتھ آگیا، اور وہ اس مقدس

---

[1] تمدن عرب ص ۲۹۳ ترجمہ اردو [2] ایضاً ص ۲۹۴ [3] الاخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ ص ۴۸

کام میں مدد دینے کے لیے آمادہ ہوگیا، اور پیٹرکو یورپ کی حکومتوں کے نام سفارشی خطوط دیکر عیسائی دنیا میں مقدس جہاد کی منادی پر مامور کیا[1]، وہ پوپ کا اجازت نامہ لیکر سارے فرانس و اٹلی میں روتا پیٹتا پھرا، اور زائرین بیت المقدس پر مسلمانوں کے مظالم بیان کر کے ان کے خلاف سارے یورپ میں جوش پیدا کر دیا[2]،

اس کے بعد پوپ اربن دوم نے ۱۰۹۵ء میں فرانس کے شہر کلرموں میں عیسائی دنیا کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی، اس میں مختلف ملکوں کے اتنے نمایندے شریک ہوئے کہ کسی ایک مکان میں ان کی جگہ نہ نکل سکی، اور چند فروعی امور کے تصفیہ کے بعد پوپ نے مجمع کو مخاطب کیا، اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے پر ترغیب دی اور اس مقصد کے لیے اس نے انجیل کی ایک آیت کے معنی غلط بیان کیے، اس قسم کی معنی آفرینیاں قرون وسطی میں آئے دن ہوتی رہتی تھیں، پوپ نے اس آیت کا یہ مطلب یہ بیان کیا کہ اس وقت جو شخص اپنی صلیب کو نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہ چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے[3]،

بقول اے جے گرانٹ اس زمانہ میں دیوانہ پن کی ایک وبا یورپ میں پھیلی ہوئی تھی، پوپ گویا کلیسا کی زبان تھا، اور جو احکام اس کی زبان سے نکلتے تھے ان پر تمام یورپ آمنا وصدقنا کہتا تھا[4]،

اس لیے پوپ کی تقریر سے حاضرین میں ایک مجنونانہ جوش پیدا ہوگیا، اور سب چلا اٹھے، خدا کی مرضی یہی ہے، خدا کی مرضی یہی ہے، اور سرخ کپڑے کی صلیبیں اپنے سینوں پر لگا کر اس عظیم الشان مہم کے لیے تیار ہوگئے، اور مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک

---

[1] الاخبار المستنبیہ ص ۴ و تمدن عرب ص ۴۲۹ [2] تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۲۵۵

[3] ایضاً [4] ایضاً ص ۲۵۶

انبوہ کثیر پیٹر زاہد کی قیادت میں روانگی کے لیے آمادہ ہو گیا،[1]

لیبان کے بیان کے مطابق ان مقدس مجاہدین کا یہ حال تھا،

"جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی ایک ذریعہ نظر آتا تھا،
کاشتکار جو زمین کے غلام اور آزادی پر جان دیتے تھے، خاندانوں کی اولاد اصغر
جو قانون وراثت کی رو سے محروم الارث تھی، امراء جنھیں آبائی جائداد کا حصہ
کم ملا تھا، اور جنھیں دولت کی خواہش تھی، راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے
عاجز آگئے تھے، غرض کل مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد
بہت تھی اس میں شریک تھے"[2]

ان کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ اس خالص جذبۂ مذہبی میں حرص و ہوا، خود غرضی،
ظلم و ستم، انتقام و منافرت اور جنگ و خوں ریزی کے عناصر شامل ہو گئے، انھیں
صرف مسلمانوں ہی سے نفرت نہ تھی، بلکہ غریب یہودی بھی جو مغرب میں آباد
تھے گرفتار مصیبت ہو گئے، مالی نقصان کے علاوہ انھیں سخت جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں،
اور طرفہ تماشا یہ تھا کہ اس بدکرداریوں کے بانی وہ لوگ تھے جو اس سرزمین کو آزاد کرانے
جا رہے تھے، جہاں مسیح نے تمام بنی آدم کے لیے اپنی جان دی تھی؛[3]

غرض صلیبی مجاہدین کا یہ بے نظام انبوہ جس کی تعداد تیرہ لاکھ تھی، پیٹر راہب اور
ایک مفلس سردار گوتیر کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا، ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا سارا
یورپ ایشیا پر چڑھ دوڑا ہے، راستہ میں جا بجا ان مجاہدین کی آؤ بھگت ہوئی، لیکن
بلغاریہ والیوں نے مفت سامان رسد دینے سے انکار کر دیا، ان کے انکار پر ان حامیانِ دین

[1] تاریخ یورپ لے جے گرانٹ ص ۲۵۵ [2] تمدن عرب ص ۲۹۵ [3] تاریخ یورپ لے جے گرانٹ ص ۲۵۵

نے دیہاتوں کو لوٹنا اور اس کے باشندوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، بلغاریوں نے بھی جو اس کے عادی نہ تھے، ان سے پورا بدلہ لیا، ہزاروں کو مارا اور دریا میں غرق کر دیا، باقی بھاگ کر کسی طرح قسطنطنیہ پہنچے، یہاں مختلف ملکوں کے مجاہدین کے گروہ پہنچ چکے تھے، ان سب نے مل کر قتل و غارت اور انواع و اقسام کے مظالم شروع کر دیے، قیصر الکزیس نے عاجز آکر انھیں باسفورس پار ایشیائے کوچک کی طرف ہانک دیا، یہاں ان کی وحشت و درندگی اور زیادہ بڑھ گئی، اور انھوں نے بلا امتیاز مسلمان و عیسائی دونوں کے ساتھ وحشیانہ افعال شروع کر دیے، ان کا محبوب شغل یہ تھا کہ جو بچہ ان کے سامنے آجاتا اس کو تکا بوٹی کر کے آگ میں جلا دیتے تھے، قلیج ارسلان سلجوقی والی قونیہ نے ان کی وحشت کا ان سے پورا انتقام لیا، اور جانوروں کی طرح ان کا قتل عام کیا، اور قریب قریب پوری فوج برباد ہو گئی[1]،

اس درمیان میں یورپ کی حکومتوں کی فوجیں بھی تیار ہو گئیں اور یورپ کے فرماں رواؤں نے اپنے اعزہ اور امراء کی قیادت میں ان کو روانہ کیا، شمالی فرانس کی فوجیں فلپ اول کے بھائی ہیگو آف ورمینڈ و اسٹفن کی قیادت میں، جنوبی فرانس کی ریمنڈ کاؤنٹ ٹولوز کی، نارمنوں کی شاہ انگلینڈ کے بھائی رابرٹ کی، رائن کے جرمنوں اور فرانسیسیوں کی گاڈ فری رئیس بولون کی، جنوبی اٹلی و سسلی کی بوہمینڈ اور ٹنکرڈ کی قیادت میں روانہ ہوئیں، ان کے علاوہ یورپ کے اور بہت سے امراء بھی شریک تھے،

ان فوجوں کی تعداد دس لاکھ تھی، اس میں جس قسم کے عناصر شامل تھے

---

[1] تمدن عرب ص ۲۹۶

اوران کے پیش نظر جو مقاصد تھے ان کے متعلق آلیور تھیچر کا بیان ہے کہ

"نصرانیوں کا یہ لشکر مختلف و متباین عناصر سے مرکب تھا، پاپا کا ارشاد ہو چکا تھا کہ جو لوگ اس راہ میں شہید ہوں گے، ان کے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے، بہتوں نے اس ارشاد کے اعتماد پر خالص مذہبی جوش سے اس میں شرکت کی تھی، بہت سے ایسے لوگ اس میں شریک ہو گئے تھے، جو ادائی قرض سے بچنا چاہتے تھے یا اپنے خاندانوں سے بھاگ آئے تھے، بہت سے مجرم تک اس میں شریک تھے اور جرائم کی سزا سے جان بچانا چاہتے تھے، بہت سے نیم غلام اپنے آقاؤں کی سخت گیری سے تنگ آکر اس میں آملے تھے، بہت سے منچلے اسی لیے داخل ہو گئے تھے کہ سیر سیاحت و معرکہ آرائی کا لطف آئے گا، یہ عام سپاہیوں کا حال تھا، سرداران فوج تمام تر اس غرض سے شریک ہوئے تھے کہ ان کے اقتدار میں اضافہ ہو، اور مشرقیوں اور یونانیوں سے حاصل کیے ہوئے علاقوں پر مشرق میں اپنی آزاد حکومت قائم کریں، پوپ کا مقصد بیشک مقامات مقدسہ کا آزاد کرانا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی یہ غرض بھی پیش نظر تھی کہ مشرق میں ان کا مذہبی اقتدار قائم ہو جائے (مشرق کی عیسائی دنیا قسطنطنیہ کے مشرقی کلیسا کے ماتحت تھی، جس کو روم کے کلیسا کے ساتھ ہمیشہ چشمک رہتی تھی) اٹلی کے جو شہر اس پہلے محاربے میں شریک ہوئے، ان کی اصل غرض بھی یہ تھی کہ اپنی تجارت کو پھیلائیں، اور مشرقی سواحل پر اپنے خاص حقوق قائم کریں"[1]

اے جے گرانٹ لکھتا ہے کہ

---

[1] تاریخ یورپ آلیور تھیچر ج ا ص ۲۰۳

"جب کلیسا کے حکم سے زرخیز مشرقی ممالک میں لڑنے اور فتوحات حاصل کرنے کا موقع ہاتھ لگا تو امرائے جاگیرداری نے اسے نہایت زریں موقع خیال کیا اور جنگ کے لیے فوراً تیار ہو گئے"[1]

خود یورپین مورخین کے ان بیانات سے ظاہر ہے کہ اس مقدس جہاد کی اصل مقاصد کیا تھے، بہرحال صلیبی فوجیں بحری اور بری دونوں راستوں سے علی الترتیب ہیگو آف ورمنڈ اور گاڈفری کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوئیں، الیکزیس ان کے اصل مقاصد سے غافل نہ تھا، اس لیے صلیبیوں کے قسطنطنیہ پہنچنے سے قبل ہی ان میں اور الیکزس میں اختلاف شروع ہو گیا، الکزس کا کہنا تھا کہ اس کے پرانے مقبوضات مسلمانوں سے واپس لینے کے بعد اسے ملنے چاہییں اور صلیبی ان کو آپس میں تقسیم کرنا چاہتے تھے،[2]

یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ ہیگو آف ورمنڈ رومی سلطنت کے ساحل پر اترتے ہی الیکزیس کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا، گاڈفری کو جو بری راستہ سے آرہا تھا، اور رومی حدود سلطنت میں داخل ہو چکا تھا، اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے الیکزس کے ملک میں قتل و غارت شروع کر دی، اس سے الکزس کو بڑی تشویش پیدا ہو گئی، اور اس نے ہیگو کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ آیندہ اس کے احکام کی پوری پابندی کرے گا، اور اس کے منشا کے خلاف کوئی کام نہ کرے گا، صلیبی اس شرط پر بگڑ کر الیکزس سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے، اس نے ان کو دبانے کے لیے اپنی رعایا کو ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے روک دیا، اس کے جواب میں صلیبیوں نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا، اس لیے الیکزس کو مدافعت اٹھا لینی پڑی،

---

[1] تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۲۵۲ [2] ایضاً ص ۲۵۶

ایک دوسرے سردار بوہمینڈ آف ٹارنٹ نے خاص قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا، اس وقت الیگزیس کو مجبور ہوکر گاڈفری سے جو صلیبی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا صلح کرنی پڑی، اور دونوں میں مفاہمت ہو گئی، صلیبیوں نے حلف لیکر وعدہ کیا کہ وہ اس کے مقبوضات اسے واپس کر دیں گے، اس مفاہمت کے بعد الیگزیس نے صلیبیوں کو ہر ممکن مدد پہنچانے کا وعدہ کیا، اور اپنے ممالک محروسہ میں اعلان کر دیا کہ صلیبی فوجیں جہاں جہاں سے گذریں وہاں کے باشندے ان کو سامان رسد اور دوسری سہولتیں بہم پہنچائیں،[1]

اس مصالحت کے بعد ۱۰۹۷ء میں صلیبی فوجیں گاڈفری کی قیادت میں باسفورس کو عبور کر کے ایشیائے کوچک میں اتریں اور سلجوقیوں کے پایہ تخت قونیہ کا محاصرہ کیا، قلج ارسلان سلجوقی نے بڑی شجاعت سے مدافعت کی، لیکن دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا، اس لیے آخر میں قلج ارسلان کو شکست ہوئی،[2] آلیور تھیچر کا بیان ہے کہ دوران محاصرہ میں خود قیصر الیگزیس نے قلج ارسلان کو مطیع بنا لیا، صلیبیوں میں اس سے بڑی برہمی پیدا ہوئی کہ انھیں لوٹنے کا موقع نہ مل سکا،[3]

قونیہ کے بعد صلیبی فوجیں شام کی طرف بڑھیں اور انطاکیہ کا محاصرہ کیا، یہاں کے سلجوقی والی باغیسیان نے پوری مدافعت کی، جب محاصرہ زیادہ طول کھینچا تو صلیبیوں نے رشوت دیکر شہر پناہ کے ایک محافظ کو ملا لیا، اس نے ایک دروازہ کھول دیا، اور صلیبی فوجیں شہر میں داخل ہوگئیں، اور اس کی پوری مسلمان آبادی کو تہ تیغ کر دیا، اور ان کے مکانات مسمار کر دیے،[4]

---

[1] الاخبار السنیہ ص ۱۰ تا ۱۲ ملخصاً [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۵ [3] تاریخ یورپ ج ۱ ص ۲۸۴ [4] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۶

انطاکیہ پر صلیبیوں کے قبضہ اور مسلمانوں کے قتل عام کی خبر سن کر امیر قوام الدولہ کربوغا والی موصل آس پاس کے مسلمان حکمرانوں کو ساتھ لے کر انطاکیہ کے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہنچا، اس وقت سامان رسد کی قلت کی وجہ سے صلیبیوں کی حالت بہت نازک ہو رہی تھی، اور ان میں تازہ دم اسلامی فوجوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، انھوں نے کربوغا کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر ان کو راستہ دیدیا جائے تو وہ انطاکیہ چھوڑ کر چلے جائیں گے،

کربوغا نے جواب دیا کہ تم کو تلوار ہی نکالے گی، اس جواب سے صلیبیوں میں بڑی مایوسی پھیل گئی، ایک ہوشیار راہب نے ان کی ہمت بندھانے کے لیے ایک خاص مقام پر ایک نیزہ دفن کر کے مشہور کر دیا کہ اس کو خواب میں بشارت ہوئی ہے کہ فلاں مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک نیزہ دفن ہے، اگر وہ مل جائے تو ہماری فتح یقینی ہے، چنانچہ اس مقام کو کھودا گیا، تو اس سے نیزہ برآمد ہو گیا، اس سے صلیبیوں کے دل بڑھ گئے، اور وہ متفرق طور سے مقابلہ کے لیے انطاکیہ سے باہر نکلنے لگے، مسلمانوں نے کربوغا سے کہا اس وقت حملہ کا بہترین موقع ہے، اس نے سب پر ایک ساتھ حملہ کے خیال سے اجازت نہ دی اور کل صلیبی باہر نکل کر مقابلہ کے لیے صف آرا ہو گئے،

کربوغا کی بد دماغی اور اس کے ناپسندیدہ طرز عمل سے دوسرے امرا سخت بد دل ہو رہے تھے، اس لیے انھوں نے عین موقع پر ساتھ چھوڑ دیا، اور مسلمانوں کو بڑی فاش شکست ہوئی، ان کا کل ساز و سامان صلیبیوں کے قبضہ میں آیا،[1]

اس کامیابی کا جشن منانے کے بعد صلیبی فوجیں شمالی شام کی طرف بڑھیں اور معرۃ النعمان کو فتح کر کے تین دن تک قتل عام کرتی رہیں، اور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان قتل اور

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۷ و تاریخ یورپ ج ۲ ص ۲۰۵

اسی قدر زندہ گرفتار کیے، معرۃ النعمان کے بعد عرقہ کا محاصرہ کیا، لیکن اس کو فتح نہ کر سکے، ان کی سفاکی دیکھ کر امیر منقذ والی شیزر نے صلح کر لی، اور صلیبی حمص پہنچے یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کر لی، اس کے بعد صلیبیوں نے عکا فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی[1]، اور انھوں نے اصل منزل مقصود بیت المقدس کا رخ کیا، جنگ صلیبی کے آغاز میں بیت المقدس سلجوقیوں کے قبضہ میں تھا لیکن انطاکیہ پر قبضہ کے بعد جب ان کی قوت کمزور پڑی تو فاطمیۂ مصر نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور صلیبیوں کے حملہ کے وقت وہ ان ہی کے قبضہ میں تھا،

رجب سنہ ۴۹۲ھ مطابق جون سنہ ۱۰۹۹ء میں صلیبی مجاہدین نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا، ان کے سیلاب کو روکنے کی مسلمانوں میں طاقت نہ تھی، اس لیے بیالیس دن کے محاصرہ کے بعد شعبان سنہ ۴۹۲ھ مطابق جولائی سنہ ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا، اور کئی ہفتوں تک اس مقدس شہر میں قتل عام کرتے رہے، صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل کیے گئے، جن میں بڑی تعداد مختلف ملکوں کے ان تارک دنیا علماء و مشائخ کی تھی جو ہجرت کر کے اس مقدس مسجد میں مشغول عبادت تھے، مسجد اقصیٰ کا تمام طلائی و نقرئی بیش قیمت سامان لوٹ لیا[2]،

بیت المقدس کی فتح میں صلیبی مجاہدین نے جس وحشت و درندگی کا ثبوت دیا، اس کی خود منصف مزاج یورپین مورخین تک نے مذمت کی ہے، فرانسیسی مورخ میشو لکھتا ہے:

"بیت المقدس کی فتح میں صلیبیوں نے ایسے اندھے تعصب کا ثبوت دیا ہے جس کی مثال گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی، سویلین کو زبردستی اونچے برجوں اور بلند مکانوں

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۷ [2] ایضاً ص ۹۸

کی چھت سے گرا دیتے تھے، آگ میں زندہ جلا دیتے تھے، گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح گھسیٹتے تھے، مقتول مسلمانوں کی لاشوں پر لیجا کر مسلمانوں کو قتل کرتے تھے کئی ہفتوں تک مسلمانوں کا قتل عام کرتے رہے، مشرق و مغرب کے بیان کے مطابق انھوں نے ستر ہزار مسلمانوں سے زیادہ تہ تیغ کیے، (یہ تعداد صرف مسجد اقصیٰ کے مقتول مسلمانوں کی ہے) بہت سے یہودیوں نے مقدس مذبح میں پناہ لی، صلیبیوں نے آگ لگا کر مع مذبح کے ان کو جلا دیا؛[1]

لیبان نے جنگ صلیبی کے مشہور مجاہد اور عینی شاہد رابرٹ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"ہمارے لوگ (صلیبی) راستوں پر مکانوں کی چھت پر دوڑ رہے تھے، اور مثل اس شیرنی کے جس کے بچے چھین لیے گئے ہوں قتل عام کے مزے لے رہے تھے، یہ بچوں کے ٹکڑے کر رہے تھے اور جوان و پیر فرتوت دونوں کو برابر قتل کر رہے تھے، یہ کسی متنفس کو بھی نہ چھوڑتے تھے، اور جلد فراغت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ہی رسی میں کئی کئی آدمیوں کو لٹکا دیتے تھے...... ہمارے لوگ جو پاتے لے لیتے، اور مردوں کے پیٹ چیر کر ان سے روپیے اور اشرفیاں نکالتے، افسوس اے طمع زر! شہر کے راستوں میں خون کے دریا بہتے تھے، اور چاروں طرف لاشیں پھیلی ہوئی تھیں، او اندھو تم سب کو ایک دن مرنا ہے، ان میں ایک فرد بشر ایسا نہ تھا جو مذہب عیسوی قبول کرتا، بالآخر بوہمینڈ نے ان سب کو جنھیں اس نے قصر کے صحن میں جمع کیا تھا، سامنے بلایا اور بلا امتیاز بڈھے، عورت، مرد اور معذور بے کار اشخاص سب کو قتل کیا، اور جو جوان اور مضبوط تھے انھیں فروخت کرانے کیلیے انطاکیہ بھجوا دیا۔"

[1] خطط الشام کرد علی ج اول ص ۲۸۲ بحوالہ میشو،

ایک دوسرے عینی شاہد ریمانڈ واڑیل پوئی کے قیس کا بیان نقل کرتا ہے،

"جس وقت ہمارے آدمی دیوار اور برجوں پر قابض ہو گئے تو مسلمانوں میں عجیب واقعات نظر آنے لگے کسی کا سر کٹا ہوا تھا کسی کے چہرے مجروح تھے، اور وہ مجبوری اپنے کو دیواروں سے نیچے گرا رہے تھے بعض دیر تک مجروح پڑے رہنے کے بعد جلا دیے گئے، بیت المقدس کے راستوں اور ہر جگہ پر سروں، ہاتھوں اور جانوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور لاشوں پر سے چلنا پڑتا تھا، مگر یہ بہت کم ہے بمقابل اس کے جو وقوع میں آیا...... ہیکل سلیمانی میں اس قدر خون بہا تھا کہ اس کے صحن میں لاشیں تیرتی پھرتی تھیں، کسی کا ہاتھ، کسی کا پیر، کسی کا دھڑ سب بے جوڑ اس طرح سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے کہ انھیں پہچاننا مشکل تھا، صلیبیوں نے اس قتل عام کو ناکافی سمجھکر ایک مجلس منعقد کی جس میں یہ امر قرار پایا کہ کل باشندگان بیت المقدس مسلمان، یہودی اور غیر مقلد عیسائی سب تہ تیغ کردیے جائیں، انکی تعداد تقریباً ساٹھ ستر ہزار تھی، یہ قتل عام کا بازار باوجود حامیان دین عیسوی کی مستعدی کے آٹھ روز تک گرم رہا، عورتیں، بچے، بوڑھے سب مارے گئے کوئی متنفس جانبر نہ ہوا"

یہ دردانگیز واقعات نقل کرنے کے بعد لیبان لکھتا ہے کہ

"ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اقوام مشرقی جو اس وقت اس قدر مہذب تھیں، ایسے غنیم کی بابت کیا خیال کرتی تھیں، ان کی تاریخیں بھی نفرت سے بھری ہوئی ہیں، اور سعدی شیرازی نے ان ہی کی نسبت کہا ہے کہ انھیں آدمی کہنا انسانیت کی عار ہے..... ان کا برتاؤ اس مقدس شہر کے باشندوں کے ساتھ اس سے بالکل مختلف تھا، جو حضرت عمرؓ نے کئی صدی پیشتر عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا" (تمدن عرب ص ۲۹۸ و ۲۹۹)

صلیبی مجاہدوں نے بیت المقدس کی فتح کے بعد پوپ کو ان الفاظ میں یہ مژدہ لکھا تھا:۔

"خدا ہمارے عجز و انکسار سے رام ہوگیا، اور ہمارے عجز و الحاح کے آٹھویں روز اس نے شہر کو دشمنوں سمیت ہمارے حوالہ کیا...... اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ جو دشمن وہاں موجود تھے ان کے ساتھ ہم کیا سلوک کیا تو اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمانؑ کے معبد میں داخل ہوئے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا"[1]

بیت المقدس پر قبضہ کے بعد صلیبیوں نے اس کے آس پاس کے تمام شہروں ہودیہ، عکہ، رملہ اور یافا وغیرہ پر قبضہ کر لیا، اور گاڈفری کے سامنے بیت المقدس کا تاج و تخت پیش کیا، اس نے تاج اور بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے انکار کیا کہ

"جس سرزمین میں مسیح کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا ہو، وہاں وہ سونے کا تاج پہن کر بادشاہ کہلانا پسند نہیں کرتا"

اور صرف "محافظ قبر مسیح" کی حیثیت سے فلسطین کی حکومت قبول کی، انطاکیہ کا علاقہ بوہیمنڈ کو ملا، رہا بوڈوین کے حصہ میں آیا، اور طرابلس الشام ریمنڈ کے حصہ میں پڑا، اس طرح شام میں چار عیسائی حکومتیں قائم ہوگئیں،

بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ اور مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام سے ساری دنیائے اسلام میں اضطراب پیدا ہوگیا، ان کی مرکزی حکومت خلافت بغداد میں کوئی دم باقی نہ تھا، اس کے منتظم سلجوقی خانہ جنگی میں مبتلا تھے، اس لیے وہاں سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی

[1] تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۵۷

شام، مصر، دیار بکر، دیار ربیعہ، موصل وغیرہ کے مسلمان فرماں رواؤں سے جہاں تک ہو سکا فرنگیوں کے مقابلہ کی کوشش کی اور صلیبی لڑائیوں کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو گیا، ان لڑائیوں میں وقتاً فوقتاً مسلمان حکمران بھی کامیاب ہوتے رہے، لیکن ان میں باہم اتحاد نہ تھا، اور صلیبیوں کو یورپ کی حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی، اور وہاں سے امداد کا سلسلہ برابر جاری تھا، اس لیے چند برسوں کے اندر انھوں نے قریب قریب پورے شام و فلسطین پر قبضہ کر لیا، اور مسلمانوں کے پاس صرف حمص، حماۃ، دمشق، حلب اور چند چھوٹے چھوٹے مقامات رہ گئے،

بیت المقدس کی فتح میں صلیبی جس وحشت و درندگی کا ثبوت دے چکے تھے اس کو شام کی کل فتوحات میں دہراتے تھے، جس شہر کو فتح کرتے اس کی پوری آبادی تہ تیغ کر دیتے، مکانوں کو مسمار کر ڈالتے، مال و متاع اور کتب خانوں کو نذر آتش کر دیتے، ان کی اس وحشت و سفاکی سے سارا شام ویران ہو گیا،[1]

جنگ صلیبی کا تعلق زیادہ تر شام و مصر کی حکومتوں سے ہے، جو ہمارے موضوع سے خارج ہیں، اور اس کی تفصیل بڑی طویل ہے، اس لیے ہم اس سلسلہ کو صرف اہم اور خصوصاً ان واقعات کے تذکرے پر اکتفا کریں گے جن کا تعلق خلافت بغداد یا اسکے متولی ایران کے سلجوقیوں سے ہوگا،

بیت المقدس پر عیسائیوں کے قبضہ کے بعد کئی سال تک خلافت بغداد سے شامی مسلمانوں کو کوئی مدد نہ مل سکی، اور شام، مصر، موصل اور جزیرہ کے مسلمان حکمرانوں کی مدافعت کے باوجود انھوں نے شام کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا تھا، حصن اثارب پر ۵۰۵ھ

۱؎ خطط الشام کرد علی ج ۱ ص ۲۸۲

عیسائیوں کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی قوت اتنی کمزور پڑگئی اور ان پر اتنا خوف وہراس طاری ہوگیا کہ جو مقامات ان کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے ان کے نکل جانے کا بھی خطرہ پیدا ہوگیا، مسلمان حکمرانوں نے ان کو بچانے کے لیے صلیبیوں سے صلح کرنے کی کوشش کی، ان کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ بڑی مشکلوں سے روپیہ لے کر عارضی صلح پر رضامند ہوئے۔

یہ صورت حال دیکھ کر اہل حلب کا ایک وفد فریاد لے کر بغداد پہنچا، یہاں کے مسلمانوں اور علماء نے ان کا پورا ساتھ دیا، اور جامع سلطان میں جاکر فریاد کی، نمازیوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا، مسجد کا منبر توڑ ڈالا، یہ جوش وخروش دیکھکر سلطان محمد سلجوقی نے امدادی فوجیں بھیجنے کا وعدہ کیا، لیکن اس کے ایفاء کی کوئی امید نہ تھی، اسلیے دوسرے جمعہ کو مسلمانوں نے قصر خلافت کی مسجد پر ہجوم کیا، حاجبوں نے روکنے کی کوشش کی، مجمع نے زبردستی گھس کر مقصورہ کی کھڑکی اور منبر کو توڑ ڈالا، یہ صورت حال دیکھکر مستظہر نے سلطان محمد کو شامی مسلمانوں کی مدد کیلیے فوجی انتظام کرنے کا حکم دیا،

اس حکم پر سلطان نے خلافت بغداد کے زیر اثر تمام امراء وفرماں رواؤں کو اپنی اپنی فوجیں لے کر شام جانے کا حکم دیا، اور ۵۰۵ھ میں سلطان محمد کا لڑکا مسعود، امیر مودود والی موصل، امیر سکمان قطبی والی تبریز، امیر ابلکی اور امیر زنگی والی ہمدان، امیر احمدیل والی مراغہ، امیر ایلغازی والی ماردین کا لڑکا ایاز، فوجیں لیکر شام پہنچے، اور صلیبیوں کے مقبوضہ کئی قلعے فتح کیے، لیکن پھر ان امراء میں باہم پھوٹ پڑ گئی، شام کے بعض مسلمان فرماں رواؤں نے بھی ان سے تعاون نہیں کیا، اس وجہ سے یہ فوجیں بے نتیجہ لوٹ گئیں،

۵۰۶ھ میں فلسطین کے فرماں روا بودوین نے جو گاڈفری کے بعد اس کا جانشین

ہوا تھا، دمشق پر مسلسل یورش شروع کر دی، امیر طغتگین والی دمشق نے امیر مودود سے مدد طلب کی، وہ اپنی فوج لے کر پہنچا، امیر تمیرک والی بخارا اور امیر ملیناری والی ماردین کا رملکا ایاز بھی پہنچ گئے، اور سب نے مل کر بودوین کو بڑی فاش شکست دی، وہ خود گرفتار ہو گیا، لیکن مسلمان اسے پہچانتے نہ تھے، اس لیے چھوڑ دیا، اس دوران میں طرابلس، اور انطاکیہ کے فرنگی فرماں روا تازہ دم فوجیں لے کر پہنچ گئے، لیکن دور ہی دور سے چھڑپ کر کے لوٹ گئے، اس کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے عکا سے قدس تک کا صلیبی علاقہ ویران کر ڈالا، اور امیر مودود فوجوں کو آرام دینے کے لیے دمشق لوٹ گیا، ربیع الاول ۵۰۷ھ میں جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد گیا، ایک باطنی نے حملہ کر کے زخمی کر دیا، زخم کاری تھا، مودود روزے سے تھا، لوگوں نے افطار کرانے کی کوشش کی، اس نے کہا میں خدا سے روزے کی حالت میں ملوں گا اور شام ہوتے ہوتے انتقال کر گیا[1]،

سلطان محمد کو امیر مودود کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، اس نے اس کی جگہ امیر اقسنقر کو موصل کا والی مقرر کیا، اور اپنے لڑکے مسعود کو اس کے ہمراہ شام روانہ کیا، اور دوسرے تمام امراء کو ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا، ان لوگوں نے رہا کا محاصرہ کیا، لیکن پھر سامان رسد کی قلت کی وجہ سے دو مہینے کے بعد محاصرہ اٹھا کر لوٹ گئے،

سلطان محمد کا انتقال ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد نے ۳۷ سال کی عمر میں انتقال کیا، اس کی مستقل حکومت برکیارق کے بعد ۴۹۸ھ سے شروع ہوئی تھی، اس حساب سے اس کی مدت حکومت ۱۳ سال تھی، سلطان اپنے اوصاف و خصوصیات میں اپنے نامور اسلاف کا صحیح جانشین اور شجاعت و شہامت، عدل و انصاف، حسن خلق تمام اوصاف

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۷۴، و ۱۷۵

سے آراستہ تھا، [1]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ ساری عمر میں اس سے کوئی بڑا کام صادر نہیں ہوا، اس کے عدل سے بڑے بڑے امراء کو کسی شخص پر ظلم و زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، اس کی عدل پروری کے متعدد واقعات ابن اثیر نے نقل کیے ہیں، رعایا کی سہولت اور تجارت کی ترقی کے لیے ہر قسم کے ٹیکس موقوف کر دیے تھے، [2]

عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ سلطان محمد کو تائید ایزدی حاصل تھی، وہ مبارک فال تھا، شباب میں بھی وہ پاکباز رہا، حوصلہ مندی اور سیاست ملکی میں اپنے دادا الپ ارسلان کے نقش قدم پر تھا، باوقار، پُر ہیبت اور دانشمند تھا، جب اس کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی، اس وقت اس کے بھائی کی حکومت کے اثر سے سارا نظام درہم برہم ہو رہا تھا، سلطان نے اس کی تنظیم و شیرازہ بندی کر کے سلطنت کو مضبوط و مستحکم کیا، [3]

راوندی لکھتا ہے کہ سلطان دینداری، عدل و انصاف عفت و پاکدامنی، اصابت رائے اور پابندی عہد کے اوصاف سے متصف تھا، [4]

اس کے اوصاف و کمالات کے شاہد خود اس کے واقعات زندگی ہیں، ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کے تاج و تخت کے بہت سے دعویدار پیدا ہو گئے تھے، ان کی اور برکیارق کی خانہ جنگی سے سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو رہا تھا، برکیارق کے بعد سلطان محمد نے اس بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کر کے پھر سلجوقی حکومت کو زندہ کیا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی، اس کا ایک بڑا کارنامہ باطنیوں کا استیصال ہے، اگر اس نے ہمت و مستعدی سے کام نہ لیا ہوتا تو مشرق کے سارے اسلامی ممالک میں قیامت بپا ہو جاتی، راوندی لکھتا ہے

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۵ [2] ایضاً [3] تاریخ آل سلجوق ص ۱۰۸ [4] راحۃ الصدور ص ۱۵۳

کہ سلطان نے دین کے اعزاز اور ملحدوں کے استیصال اور ان کے قلع قمع کرنے میں بڑا جہاد کیا، اور اسلام کی عزت و ناموس کی حفاظت میں بڑا کارنامہ دکھایا، اپنی قوت و قہر کے تیشہ سے کفر و بدعت کے خس و خاشاک کو پاک کر دیا، اس نے اصفہان کے باطنیوں کے قلعہ کی تسخیر میں بڑی زحمت اٹھائی، سات برس تک مسلسل خواب و خور حرام کر لیا تھا، اگر اس کو باطنیوں کے مقابلہ میں یہ فتح بین نہ حاصل ہوئی ہوتی تو دین و مذہب کا خاتمہ ہو جاتا،[1]

سلطان محمود | سلطان مرض الموت میں اپنے لڑکے محمود کو جانشین بنا گیا تھا، چنانچہ اس کی وفات کے بعد ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں وہ تخت نشین ہوا، مستظہر نے بھی اسکی حکومت کی تصدیق کر دی، اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری ہو گیا، سلطان محمود کی عمر اس وقت کل ۱۴ سال کی تھی، اس کا وزیر ابو منصور فرائض حکومت انجام دیتا تھا،

مستظہر کی وفات | سلطان محمد کی وفات کے چھ مہینہ بعد ربیع الثانی ۵۱۲ھ میں مستظہر نے انتقال کیا، اس کی عمر اس وقت ۴۲ سال سے زیادہ نہ تھی، مدت خلافت ۲۴ سال۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلسل تین خلفاء اور تین سلجوقی سلاطین کا انتقال قریب ہی قریب زمانہ میں ہوا، الپ ارسلان کی موت کے بعد ہی قائم نے انتقال کیا، مقتدی نے ملک شاہ کا ساتھ دیا، مستظہر نے سلطان محمد کی متابعت کی،

اوصاف | مستظہر بھی جامع اوصاف خلیفہ تھا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ نرم خو، پسندیدہ خصائل تھا، لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک اور نیکی اور ثواب کے کاموں میں بڑا مستعد اور تیز دست تھا، کسی عزت و شرف کے سوال کو رد نہیں کرتا تھا، اپنے عمال پر کامل اعتماد رکھتا تھا، انکے بارہ میں کسی کی چغلی اور شکایت پر کان نہ دھرتا تھا، خود غرض لوگوں کی باتوں سے اس کے

---

[1] راحۃ الصدور ص ۵۵۔

عزم میں فرق نہ آتا تھا، اور وہ اپنی رائے نہ بدلتا تھا[1]،

علمی اعتبار سے بھی فاضل تھا[2]، خط نہایت پاکیزہ تھا، ادب وانشاء کا بلند مذاق رکھتا تھا، اسکی مختصر توقیعات اسکے ذوق ادب کا نمونہ ہین[3]، علماء و مشائخ کو دوست رکھتا تھا[4]،

حسن انتظام اور رعایا کے سکون و راحت و فارغ البالی کے لحاظ سے بھی اس کا دور ممتاز تھا، گواس کے زمانہ میں سلجوقیون کی خانہ جنگی، باطنیون کی یورش اور جنگ صلیبی کی وجہ سے بڑے بڑے انقلابات ہوئے لیکن خلافت بغداد کے حسن انتظام سے خاص بغداد پر اس کا اثر بہت کم پڑا، اور یہاں پورا سکون قائم رہا، اس اعتبار سے اس کا دور عہد سرور تھا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس کا زمانہ رعایا کے لیے سرور و شادمانی کا دور اور اپنی گوناگوں خوبیوں کے اعتبار سے گویا ہر روز روز عید تھا[5]،

اس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف وایذا نہ پہنچتی تھی، اس بارہ میں وہ سلجوقی سلاطین اور ان کے نائبون کے احکام کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا[6]،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۹ [2] دول الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۲ [3] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۸۹
[4] تاریخ خلفاء ص ۴۳۶ [5] ابن اثیر ج ۱ ص ۱۸۹ [6] ایضاً

ابو منصور فضل بن مستظہر الملقب بہ مسترشد باللہ

۵۱۲ھ تا ۵۲۹ھ مطابق ۱۱۱۸ء تا ۱۱۳۴ء

مستظہر اپنی زندگی مین اپنے لڑکے ابو منصور فضل کو اپنا جانشین نامزد کر گیا تھا، مستظہر کی وفات کے بعد قاضی ابو الحسن دامغانی نے اس کی بیعت لی، اور ربیع الاول ۵۱۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا، اور مسترشد باللہ لقب اختیار کیا، اسوقت اس کا ستائیسوان سال تھا،

امیر ابو الحسن عباسی کا فرار اور اسکی بیعت

عباسی خاندان کے تمام ارکان نے مسترشد کی بیعت کر لی تھی لیکن اسکا ایک بھائی ابو الحسن جس کو مسترشد سے کچھ اختلاف تھا حلہ کے فتنہ انگیز والی دبیس بن صدقہ کے پاس بھاگ گیا تھا، دبیس بھی مسترشد کے خلاف تھا، اس نے ابو الحسن کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہرایا، اس سے مسترشد کو تشویش پیدا ہو گئی، اس نے نقیب النقبا شرف الدین علی بن طراد زینبی کو دبیس کے پاس ابو الحسن کو لانے کے لیے بھیجا، دبیس نے کہا میں خلیفہ کا خادم اور بندۂ فرمان ہون لیکن جس شخص نے میرے گھر میں پناہ لی ہے، اس کو میں اس کی مرضی کے خلاف حوالہ نہیں کر سکتا، یہ جواب سنکر نقیب النقبا نے خود ابو الحسن سے گفتگو کی، اور اس کو اطمینان دلایا کہ میرے ساتھ واپس چلو تم کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائیگا، اور تمھارے جو مطالبات ہوں گے وہ سب پورے کیے جائیں گے، ابو الحسن نے جواب دیا کہ میں کسی شر اور بدنیتی سے نہیں بلکہ بھائی کے

خوف سے بھاگ آیا تھا، اگر ان کی جانب سے اطمینان ہو جائے تو مجھے واپس جانے میں تامل نہیں ہے، نقیب النقباء نے واپس جا کر مسترشد سے یہ گفتگو بیان کی، اس نے ہر طریقہ سے اطمینان دلانے کے لیے تیار ہو گیا، لیکن پھر کچھ ایسے اسباب پیش آئے کہ ابوالحسن واپس نہ گیا، اور چند دنوں کے بعد حلہ سے جا کر واسطہ پر قبضہ کر لیا، مسترشد نے دبیس کو لکھا کہ ابوالحسن نے اب ملک پر ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا ہے، اس کا تدارک ضروری ہے، اس وقت ابوالحسن اس کے یہاں سے جا چکا تھا اس پر کوئی ذمہ داری باقی نہ رہ گئی تھی، اور مسترشد کو اپنی جانب سے بدگمان کرنا نہیں چاہتا تھا، اس لیے ابوالحسن کی گرفتاری کے لیے فوج روانہ کر دی، اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس نے واسط چھوڑ دیا، اس دوران میں دبیس کی فوجیں پہنچ گئیں، انھیں دیکھ کر ابوالحسن کے ساتھی اس سے الگ ہو گئے، ابوالحسن نے بھاگ کر نکل جانا چاہا لیکن پکڑ لیا گیا، دبیس نے اس کو مسترشد کے پاس بھجوا دیا، ابوالحسن اسے دیکھ کر اس کے قدم پر گر پڑا، مسترشد نے درگذر سے کام لیا، اور ابوالحسن کو گلے لگا کر خلعت سے سرفراز کیا،[۱]

سلطان سنجر کے ساتھ محمود کی مخالفت اور اس کے نتائج

سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد اس کا نامور فرزند سلطان سنجر والی خراسان جس کا ذکر برکیارق کے حالات میں گذر چکا ہے، سلجوقی خاندان کی عظمت و ناموس کا محافظ تھا، اور سارا خاندان اس کو اپنا سرپرست و مربی مانتا تھا، اس کی حکومت خراسان، غزنہ، خوارزم اور ماوراء النہر تک پھیلی ہوئی تھی،[۲] اور اران، آرمینیہ، آذربیجان، موصل، دیار ربیعہ، دیار بکر اور حرمین تک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اور "سلطان اعظم" کے لقب سے ملقب تھا،[۳]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۱۰ [۲] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۲۱۰ [۳] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۷

سلطان سنجر اور سلطان محمود کا باپ محمد حقیقی بھائی تھے، دونوں میں بڑی الفت و محبت تھی، سلطان محمد کی موت کا سنجر کو اتنا شدید قلق ہوا تھا کہ وہ کئی دن تک خاک پر بیٹھا رہا، اور سات دن تک حکومت کے سارے کاروبار بند کردیے تھے، اس محبت و اعتماد کی بنا پر سلطان محمد، محمود کو سنجر کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کی عزت و تکریم کی وصیت کرتا گیا تھا، سلطان سنجر کی لڑکی بھی سلطان محمود سے منسوب تھی، اس لیے چچا کے رشتہ کے علاوہ سلطان اس کا خسر بھی تھا،[۱]

لیکن ان گوناگوں تعلقات کے باوجود محمود کے مشیروں خصوصاً اسکے ناعاقبت اندیش وزیر و حاجب نے اس کو سلطان سنجر کی سلطنت کی طمع دلاکر اس کی مخالفت پر آمادہ کردیا،[۲] محمود کم سن اور ناتجربہ کار تھا، بھڑکانے میں آگیا، اور خان سمرقند کو لکھ بھیجا کہ ایک طرف سے میں بڑھتا ہوں دوسری طرف سے تم فوج کشی کرو، دونوں مل کر خراسان پر قبضہ کرلیں،[۳] محمود کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اور بھی بہت سی بے عنوانیاں اس سے سرزد ہوئیں، عماد الدین اصفہانی نے اس کی پوری تفصیل لکھی ہے،[۴] اس لیے سلطان سنجر نے محض اس کی تادیب و صلاح کے لیے اس پر فوج کشی کرکے اسکی سلطنت چھین لی، اور بغداد میں محمود کے بجائے سنجر کے نام کا خطبہ جاری ہوگیا، سنجر کی ماں یعنی محمود کی دادی زندہ تھی، اس کو قدرۃً اس سے تکلیف پہنچی، اس نے سنجر کو بلاکر اس سے کہا تم اتنی بڑی سلطنت کے مالک ہو، تم نے غیروں کو حکومت دی ہے، کیا محمود کا حق ان کے برابر بھی نہیں ہے، محمود کے امراء نے بھی اس کی جانب سے معذرت کی، ماں کے حکم کی تعمیل میں سلطان سنجر نے رے کے علاوہ باقی کل سلطنت محمود کو واپس کرکے اس کی حیثیت اپنے نائب کی کردی، محمود نے جاکر چند دنوں

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳۰۹ [۲] راحۃ الصدور ص ۱۶۹ [۳] دولت آل سلجوق ص ۱۱۱ [۴] ایضاً ص ۱۱۱ تا ۱۱۳

تک سنجر کے پاس قیام کیا، سنجر کے اولاد نرینہ نہ تھی، محمود بھتیجا بھی تھا اور داماد بھی، اس لیے سنجر اس سے بڑی محبت رکھتا تھا، چند دنوں کے بعد اس کو اپنا ولیعہد بنا کر تمام ممالک محروسہ میں اپنے نام کے بعد خطبہ میں اس کا نام داخل کرنے کا حکم دیا، اور بہت سے قیمتی ہدایا و تحائف دیگر شفقت و محبت کے ساتھ اس کو ہمدان واپس کیا[1]

محمود اور مسعود کی جنگ ۵۱۶ھ میں دبیس نے ایک نئی فتنہ انگیزی کی۔ سلطان محمود کے بھائی مسعود والی آذربیجان کے اتابک جیوش بک کے ساتھ مل کر مسعود کو سلطان محمود کے خلاف کھڑا کر دیا، لیکن محمود نے اسے فاش شکست دی، مسعود روپوش ہو گیا لیکن پھر چند دنوں کے بعد جان بخشی کرا کے محمود کے پاس چلا آیا، اس نے درگذر سے کام لیا، اپنی فوج اس کی پیشوائی کے لیے بھیجی، اور مسعود کو گلے لگا کر احسان و سلوک سے پیش آیا، اس کے اتابک جیوش بک ساتھ بھی جو اس فتنہ کے بانیوں میں تھا، احسانات کیے، لیکن اصل بانی فساد دبیس بھاگ گیا اور عراق میں لوٹ مار شروع کر دی، مسترشد اور سلطان محمود دونوں نے اس کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آیا، اور مسترشد کو نہایت گستاخانہ جواب دیا، اس لیے خود محمود کو فوج کشی کرنا پڑی، دبیس میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، بڑی زحمتوں کے بعد آخر میں اس نے اپنے بھائی منصور کو سلطان کے پاس بطور ضمانت کے بھیج کر اطاعت قبول کر لی، لیکن مسترشد نے اسے قبول نہ کیا[2]

اسلامی حدود پر کرج کی یورش اسی سنہ میں کرج، قفجاق اور خزر کے علاقہ کی دوسری قوموں نے اسلامی سرحد پر یورش کی، امیر ایلغازی، طغرل بن محمد اور امیر کنتغدی وغیرہ نے ان کو روکنے کی کوشش کی، لیکن ان کی غلطی سے ان کو شکست ہوئی، اور خزر نے

[1] ابن اثیر ج۱۰ ص ۱۹۵ و راحۃ الصدر ص ۱۷۰ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۰۰

ان کا تعاقب کرکے کئی ہزار مسلمان قتل و گرفتار کر لیے، ایلغازی وغیرہ امرا کسی طرح بچکر
نکل گئے اور کرج نے تفلیس کا محاصرہ کر لیا، اہل تفلیس نے چند دنوں تک مدافعت
کی، لیکن پھر محاصرہ کی سختیوں سے مجبور ہوکر تفلیس کے قاضی اور خطیب کو خزر کے پاس
حصول امان کے لیے بھیجا، انھوں نے ان کو زندہ آگ میں جلا دیا، اور تفلیس کو فتح کرکے
ویران کر ڈالا، اور مسلمانوں پر سخت مظالم ڈھائے، ان لوگوں نے بغداد اور ہمدان
جاکر مسترشد اور سلطان محمد سے فریاد کی،[۲]

ان کے مصائب سنکر سلطان خود آذربیجان گیا، اور خزر کے مقابلہ کے انتظامات
کرکے لوٹ آیا، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، اور خزر کی یورش اور بڑھ گئی، دوبارہ
شروان اور دربند کے مسلمانوں کا وفد سلطان کے پاس پہنچا اور کرج کے مقابلہ میں
اپنی بے بسی بیان کی، اس لیے سلطان نے ۵۱۷ھ میں دوبارہ فوج کشی کی، کرج
کی قوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ فوج کی ہمت چھوٹ گئی لیکن حسن اتفاق سے خود کرج
اور قفجی قبیلوں میں تلوار چل گئی اور وہ لوٹ گئے، اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور سلطان
چند دنوں شروان میں ٹھہر کر ہمدان واپس ہوا،[۲]

دبیس کی بغاوت اور ناکامی

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مسترشد نے دبیس کے پیام اطاعت
کو قبول نہیں کیا تھا، اور سلطان کے پاس کہلا بھیجا تھا کہ دبیس اپنے باپ کے خون کا
بدلہ لینا چاہتا ہے،[۳] اس کو عراق کے حدود سے باہر نکالنا ضروری ہے، اور امیر آقسنقر
برسقی والی موصل کو اس مہم پر مامور کیا تھا، دبیس نے اسے شکست دی، اور مسترشد کو

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۰۰ و ۲۰۱ [۲] ایضاً ص ۲۲۹ [۳] سلطان محمد کے حکم سے صدقہ پر فوج کشی
ہوئی تھی اس میں وہ قتل ہوا تھا۔

پھر رضامند کرنے کی کوشش کی، اور اس کے پاس کہلا بھیجا کہ میں امیرالمومنین کا تابع فرمان ہوں اور خالصہ شاہی کے محاصل کی تحصیل کے لیے ناظر کو بلا بھیجا، اس مرتبہ مسترشد رضامند ہو گیا،

لیکن اس کی یہ اطاعت کیشی بھی اس غرض سے تھی، کہ وہ اپنے سوتیلے بھائی ابو علی کو جو مسترشد کا وزیر تھا، گرفتار کرانا چاہتا تھا، چنانچہ مسترشد نے اس کے ایما سے ابو علی کو قید کرا دیا، اس کی گرفتاری سلطان کے مزاج کے خلاف ہوئی، اس نے دبیس کے دوسرے بھائی منصور کو جس کو اس نے اپنی ضمانت میں سلطان کے پاس بھیجا تھا، قید کر دیا، اس کے انتقام میں دبیس نے واسط پر فوج کشی کر دی، لیکن اہل واسط نے اسے نکال دیا، اس سے دبیس کا غصہ اور تیز ہو گیا، اس دوران میں اس کو معلوم ہوا کہ سلطان نے منصور کو اندھا کرا دیا، یہ سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا، اور عراق میں عام تاخت و تاراج شروع کر دی، نہرالملک کے خالصہ شاہی کو لوٹ لیا، یہاں کے باشندے گھربار چھوڑ کر بغداد بھاگ گئے، دبیس نے مسترشد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے اقسنقر برسقی کو میرے مقابلہ پر آمادہ کیا ہے، اور سلطان نے میرے بھائی کو اندھا کر دیا ہے، اس کے انتقام میں بغداد کو لوٹ کر ویران کر ڈالوں گا،

اس کے اس گستاخانہ پیام پر مسترشد نے خود اس کے مقابلہ میں جانے کا عزم کیا، اور تمام ممالک محروسہ کے امراء کو بغداد طلب کیا، اس حکم پر بغداد میں فوجوں کا سیلاب امنڈ آیا، دبیس کو اس کی خبر ملی تو اس نے مسترشد کو راضی کرنے کی کوشش کی، مگر اس نے اس کی معذرت قبول نہ کی، اور ذی الحجہ ۵۱۶ھ میں اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا،

بارگہ میں مقابلہ ہوا، مسترشد خود عام سپاہیوں کے دوش بدوش لڑا، اور ایک خونریز

جنگ کے بعد دبیس کو شکست ہوئی، اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا، اور ایک بڑی تعداد زندہ گرفتار ہوئی، اس میں دبیس کی بیویاں اور لونڈیاں بھی تھیں، مسترشد نے عورتوں کے علاوہ باقی تمام قیدیوں کو قتل کرا دیا اور محرم ۵۱۷ھ میں بغداد واپس گیا۔[1]

اس شکست کے بعد دبیس چند دنوں تک روپوش رہا، پھر قبیلہ منتفق کو ساتھ ملا کر بصرہ پر قبضہ کر لیا، اور یہاں کے فوجی افسروں کو قتل کر کے شہر کو لوٹ کر ویران کر ڈالا، مسترشد نے امیر اقسنقر برسقی کو لکھا کہ بصرہ پر دبیس کا قبضہ محض تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے، اس تحریر پر اقسنقر نے دبیس کے مقابلہ کی تیاریاں کیں، اس کو خبر ہوئی تو وہ بصرہ چھوڑ کر شام چلا گیا اور مسترشد اور سلطان محمود کی مخالفت میں صلیبیوں سے مل کر ان کو حلب پر قبضہ کے لیے آمادہ کیا، اور خود ان کے ساتھ حلب کے محاصرہ میں شریک ہوا، لیکن اس میں بھی ناکام رہا۔[2]

شام میں ناکامی کے بعد سلطان محمود کے بھائی طغرل والی سادہ کے پاس جو سلطان کے خلاف تھا، پہنچا اور اسے ورغلا کر ۵۱۹ھ میں عراق پر فوج کشی کرا دی، اسلیے مسترشد پھر مقابلہ کے لیے نکلا، دبیس نے لڑنے کے بجائے اس کی کوشش کی کہ نہروان کا پل توڑ کر مسترشد کو آگے بڑھنے سے روک دے، اور طغرل اس کے عقب سے جا کر بغداد پر قبضہ کر لے لیکن اتفاق سے طغرل بیمار ہو گیا، اور اسی دوران میں سخت طوفانی بارش شروع ہو گئی، اس لیے دبیس کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہو سکی، بغداد میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ دبیس حملہ کے لیے آ رہا ہے، دوسری طرف مسترشد کی فوج میں خبر اڑ گئی کہ دبیس نے بغداد پر قبضہ کر لیا، اس لیے وہ بدحواسی میں ساز و سامان چھوڑ کر بغداد لوٹ گئی، راستہ میں دبیس کا سامنا ہو گیا، اس کو فوج کی حالت کا علم نہ تھا، اس لیے گھبرا کر مسترشد کی خدمت میں حاضر ہو گیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۱۷ [2] ایضاً

اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی، مسترشد اس کی معذرت قبول کرنے پر تیار ہو گیا لیکن اسکے وزیر نے سخت مخالفت کی، اور دبیس مایوس ہو کر طغرل کے پاس ساوہ چلا گیا، پھر اسکے ساتھ سلطان سنجر کے پاس خراسان پہنچا اور مسترشد بغداد واپس گیا،

سلطان و مسترشد میں جنگ و مصالحت

مسترشد عالی دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ تھا خود لڑائیوں میں نکلتا تھا، ملکی معاملات میں ذاتی رائے رکھتا تھا، نظام مملکت میں دخل دیتا تھا، سلجوقی حکام و امراء کو ان کے حدود سے بڑھنے نہ دیتا تھا، اس لیے عراق میں سلجوقیوں کی مطلق العنانی اور ان کا اقتدار بہت گھٹ گیا تھا، سنہ ۵۲۰ھ میں بغداد کے سلجوقی شحنہ یرنقش زکوی اور عباسی عمال میں کچھ اختلاف ہو گیا، مسترشد نے یرنقش کو سخت تنبیہ کی، وہ اس کے خوف سے بغداد چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس پہنچا، اور اس سے کہا کہ مسترشد خود فوجوں کی قیادت کرتا ہے، اور لڑائیوں میں شریک ہوتا ہے، اگر آپنے بغداد جا کر اسکا تدارک نہ کیا تو اس کی قوت بہت بڑھ جائے گی، پھر اس پر قابو پانا دشوار ہو جائے گا، اور آپ کو عراق کی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے گا،

مسترشد کے تدبر، حوصلہ مندی اور شجاعت سے محمود بھی اس کی جانب سے مطمئن نہ تھا، اس لیے بغداد جانے کے بہانہ سے اس خطرہ کے انسداد کا ارادہ کیا، مسترشد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہلا بھیجا کہ دبیس کی شورش اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے عراق کی حالت بہت ابتر ہو رہی ہے، کاشتکار اجڑ گئے ہیں، غلہ کی کمی سے گرانی بہت بڑھ گئی ہے، تمھاری فوجوں کی آمد سے اخراجات کا بار اور بڑھ جائے گا، اس لیے اس وقت ارادہ ملتوی کر دو، حالات سدھرنے کے بعد بغداد کا قصد کرنا، اس ممانعت سے سلطان کا شک یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور اس نے ارادہ ملتوی نہ کیا،

مسترشد کو اس کی یہ عدول حکمی سخت ناگوار ہوئی، اس نے طے کر لیا کہ اگر محمود نے اپنا ارادہ نہ بدلا تو وہ بغداد چھوڑ دے گا، اور قصر خلافت سے بغداد کے مغربی حصہ مین منتقل ہو گیا، اس سے اہل بغداد میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی، محمود بھی اس کا عزم سنکر گھبرایا، اور قاصد بھیجکر اس کو راضی کرنے کی کوشش کی، مسترشد نے کہلا بھیجا کہ اگر سلطان چاہتا ہے کہ میں بغداد نہ چھوڑون تو اس کو اپنا ارادہ فسخ کرنا پڑے گا، لوگ گرانی کی شدت سے ہلاک ہو رہے ہیں، ملک ویران ہو رہا ہے، میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کی مصیبت بڑھتی جائے اور میں اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھتا رہوں، اگر سلطان واپس نہ گیا تو میں قطعی عراق چھوڑ دوں گا، تاکہ کم سے کم اپنی آنکھوں اہل عراق کے مصائب کو نہ دیکھوں، یہ جواب سن کر سلطان کا غصہ اور بڑھ گیا، اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کرنے پر آمادہ نہ ہوا،

سلطان کی ضد اور اس کے اصرار کو دیکھ کر مسترشد نے اس کے حکام کو روکنے کے لیے عفیف خادم کو واسط بھیجا، سلطان نے امیر اقسنقر برسقی والی موصل کے لڑکے عماد الدین زنگی کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا، اس نے عفیف خادم کو شکست دیکر عراق کو انقلاب سے بچالیا،

عفیف خادم کی شکست کے بعد ذی الحجہ سنہ ۵۲۰ھ میں سلطان بغداد پہنچ گیا، اور مسترشد نے قصر خلافت واپس لیجانے کی کوشش کی لیکن وہ آمادہ نہ ہوا، اس لیے سلطانی فوج نے قصر خلافت پر حملہ کر دیا، اس سے اہل بغداد میں بڑا جوش پیدا ہو گیا، اور انھوں نے بھی اعلان جنگ کر دیا، اور مسترشد سلطانی فوج کے مقابلہ کے لیے بغداد کے مشرقی حصہ میں چلا گیا، اور اس کی حفاظت کے لیے خندق کھدوائی، اسی دوران میں شہر پناہ

کے پھاٹک پر جھڑپ ہوتی رہی، جس سے بغداد میں بڑی بدامنی پیدا ہو گئی، بہت سے آدمی قتل و گرفتار ہوئے، عباسی فوج نے سلطانی فوج پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا، مگر اس درمیان میں امیر ابوالہیجا کردی والی اربل مسترشد کا ساتھ چھوڑ کر سلطان سے مل گیا، اس لیے یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا،

اس درمیان میں عماد الدین زنگی جسے سلطان نے بغداد بلا بھیجا تھا، بصرہ اور واسط وغیرہ کی حفاظت کا انتظام کر کے بہت بڑی بری و بحری فوج لے کر پہنچ گیا، اور دجلہ کو جنگی کشتیوں سے پاٹ دیا، یہ صورت دیکھ کر بغدادی فوج کی ہمت پست ہو گئی، امیر ابوالہیجا کردی ساتھ چھوڑ چکا تھا، اور مسترشد کی قوت کمزور ہو گئی تھی، اس لیے اس نے مجبور ہو کر سلطان کے پیام مصالحت کو قبول کر لیا، سلطان اپنی جسارت پر معافی کا خواستگار ہوا، مسترشد نے درگذر سے کام لیا، اور بغداد ایک بڑے انقلاب سے بچ گیا، سلطان کے بعض بدنفس مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ مسترشد کو زیر کرنے کا یہی موقع ہے، بغداد کو جلا کر ویران کر دیجیے، لیکن اس نے انکار کیا، اور کہا کل دنیا بغداد کے برابر نہیں ہو سکتی،[1]

عراق میں سلجوقیوں کی حکومت کا دار و مدار بڑی حد تک بغداد کے سلجوقی شحنہ پر تھا، مسترشد کی عالی دماغی اور قوت سے اس کے زمانہ میں یہ مسئلہ بہت اہم ہو گیا تھا، اور کوئی امیر اسکو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا، عراق پر فوج کشی اور اس کی حفاظت میں عماد الدین زنگی نے غیر معمولی کارگذاری دکھائی تھی، اس لیے سلطان نے تمام امراء کے اتفاق رائے سے اس کو اس جلیل القدر منصب پر مقرر کیا اور ربیع الثانی ۵۲۱ھ میں ہمدان واپس گیا،[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۲۷ [2] ایضاً ص ۲۲۹

دبیس کی فتنہ انگیزی	یاد ہو گا کہ ۵۱۹ھ میں دبیس بن صدقہ طغرل کے ہمراہ سلطان سنجر کے پاس

خراسان چلا گیا تھا، وہاں بھی وہ خاموش نہ بیٹھا اور سنجر کو بھڑکایا کہ مسترشد اور محمود آپ کے خلاف متحد ہو گئے ہیں، سلطان کو اس کے ماننے میں تامل ہوا، لیکن دبیس نے اس وثوق اور اصرار سے کہا کہ اسے بھی شبہہ پیدا ہو گیا، اور اس کی تصدیق کے لیے رستے جا کر سلطان محمود کو بلا بھیجا، دبیس کے بیان کی کوئی اصلیت نہ تھی، محمود بلا تامل سلطان سنجر کے پاس چلا گیا، اسلیے سنجر کا شک جاتا رہا، اور وہ بڑے لطف و مدارات کے ساتھ محمود سے پیش آیا، اسے اپنے ساتھ تخت شاہی پر بیٹھایا، لیکن سلطان خود بڑا عالی ظرف تھا، اور اس کی لڑکی یعنی سلطان محمود کی بیوی دبیس کو بہت مانتی تھی، اس لیے سنجر نے دبیس کو یہ کہکر محمود کے سپرد کر دیا کہ اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہونے پائے، اور خلیفہ سے سفارش کر کے اس کا ملک اسے واپس کرا دو،

اس کی ہدایت کے مطابق سلطان محمود ۵۲۳ھ میں دبیس کو لے کر بغداد گیا، مسترشد کو اس کی عہد شکنی کا بارہا تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے وہ اسے ملک کا کوئی حصہ دینے پر آمادہ نہ ہوا، اور حلہ کی حکومت امیر بہروز کو دیدی، اور سلطان محمود نے امیر احمد یلی اور امیر قزل کی ضمانت پر دبیس کو آزاد کر دیا،

دبیس کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں محمود کی بیوی کا جو آڑے وقتوں میں دبیس کے کام آتی تھی انتقال ہو گیا، اس سے اس کا بڑا اسہارا جاتا رہا، اس کی موت کے چند ہی دنوں کے بعد سلطان محمود سخت بیمار پڑ گیا، اس کی بیماری سے دبیس کو پھر فتنہ انگیزی کا موقع مل گیا، اور وہ سلطان کے صغیر السن بچے کو لے کر عراق چلا گیا، بہروز حلہ چھوڑ کر بھاگ گیا، اور دبیس نے حلہ پر قبضہ کر لیا، مسترشد کو اطلاع ہوئی تو اس نے اس کے مقابلہ کا حکم دیا، اس دوران میں سلطان محمود کی حالت بھی سنبھل گئی، اس نے دبیس کے ضامن امیر احمد یلی اور امیر قزل

کو بلا کر دبیس کے روکنے کے لیے عراق بھیجا، سلطان اور مسترشد دونوں کی برہمی دیکھکر اس نے مسترشد سے معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ آیندہ ہمیشہ اس کا بندۂ فرمان رہے گا، اور ایک رقم سالانہ پیش کرنے کا وعدہ کیا، سلطان کی خدمت میں بھی قیمتی ہدایا بھیجے لیکن سلطان نے اس کی درخواست رد کر دی، وہ مایوس ہو کر بصرہ چلا گیا اور مسترشد کے محاصل پر قبضہ کر لیا، سلطان نے فوراً بصرہ فوجیں روانہ کیں، اس لیے دبیس نے بصرہ چھوڑ دیا اور چند دنوں کے بعد پھر شام چلا گیا،[1]

سلطان محمود کی وفات

شوال ۵۲۵ھ میں سلطان محمود کا انتقال ہو گیا، اس وقت کل ستائیس سال کی عمر تھی، وہ بیدار مغز اور باخبر حکمران تھا، حکومت کے تمام شعبہ جات کی خود دیکھ بھال کرتا تھا، دفاتر اور امراء کی جاگیروں کے حالات معلوم کرتا، اور وزیر اور مستوفی کے کاغذات کی جانچ پڑتال کرتا تھا، کوئی چیز اس کی نگاہ سے مخفی نہ رہنے پاتی تھی،[2]

ذاتی حیثیت سے وہ شریف النفس اور متحمل مزاج تھا، خلافِ طبع باتوں میں چشم پوشی سے کام لیتا تھا، خود بھی رعایا کے مال کے بارہ میں بڑی حد تک محتاط اور پاک دامن تھا، اور امراء اور وابستگانِ دولت کو بھی دست درازی سے روکتا تھا،[3]

راوندی کا بیان ہے کہ وہ نیک سیرت، خندہ جبین، ہنس مکھ، خوش مزاج، شیریں زبان، بذلہ سنج اور عفیف و پاکدامن تھا،[4]

لیکن کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ بڑی کمزوری تھی کہ امراء و وزراء اس پر حاوی تھے جس سے اس کی حکومت کے وقار کو صدمہ پہنچا،

سلطان داؤد

سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کے وزیر ابو القاسم اور اتابک اقسنقر

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۳۳ [2] راحۃ الصدور ص ۲۰۵ [3] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۳۹ [4] راحۃ الصدور ص ۲۰۳

نے شوال ۵۲۵ھ میں اس کے صغیر السن بچہ داؤد کو تخت نشین کیا، یہ بہت کم سن تھا، اور اس کے کئی چچا طغرل، مسعود اور سلجوق شاہ موجود تھے، ان میں سے کسی نے بھی داؤد کی حکومت تسلیم نہیں کی، داؤد کے نانا سنجر نے بھی اتنے صغیر السن بچے کی جانشینی کو مناسب نہ سمجھا، اور داؤد کے بجائے اپنے بھتیجے طغرل کو نامزد کیا، چنانچہ فارسی مورخین نے محمود کے بعد طغرل ہی کو بادشاہ لکھا ہے، لیکن محمود کے خود غرض امراء نے سنجر کے فیصلہ کو نہ مانا، اسلیے داؤد کے تینوں چچا طغرل، مسعود اور سلجوق شاہ اٹھ کھڑے ہوئے، سب سے اول مسعود نے پایہ تخت ہمدان پر فوج کشی کی اور مسترشد سے بغداد میں اپنے خطبہ کی درخواست کی، داؤد کی درخواست بھی پہنچ چکی تھی، مسترشد نے اس کا فیصلہ سنجر پر چھوڑ دیا، اور اس کو لکھ بھیجا کہ سب سے زیادہ تم خود خطبہ کے مستحق ہو، ان دونوں میں سے کسی کو اجازت نہ دینا[۱]،

ابھی مسعود اور داؤد کی کشمکش کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ سلجوق شاہ اتابک قراجہ ساقی کے ہمراہ فوجیں لیکر بغداد پہنچ گیا، مسترشد بڑی عزت و توقیر کے ساتھ پیش آیا، اور اس کے باب کے محل میں ٹھہرایا، اور اس سے اپنی امداد و حمایت کا وعدہ لے لیا، مسعود کو اسکی اطلاع ہو گئی، اس نے مسترشد کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری نہ کیا گیا تو وہ قوت کے زور سے پڑھوائے گا، مسترشد نے اس دھمکی کی پروا نہ کی، اس لیے مسعود نے عماد الدین زنگی کے ساتھ بغداد پر فوج کشی کر دی، عماد الدین آگے تھا، مسترشد اور قراجہ ساقی نے بغداد سے نکل کر اس کو فاش شکست دی، اس کے بعد مسعود جو پیچھے سے آرہا تھا، بغداد پہنچا، اسے عماد الدین کی شکست کی خبر نہ تھی، دو دن تک اس میں اور مسعود میں چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی، اس کے بعد اسے عماد الدین کی شکست کی اطلاع ملی، اس لیے وہ لوٹ گیا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۴۱

اس دوران میں سلطان سنجر، طغرل کو تاج و تخت دلانے کے لیے ہمدان روانہ ہو گیا تھا، اس کا مقابلہ مسعود اور سلجوق شاہ دونوں کے بس سے باہر تھا، مسترشد بھی سنجر کی زیادہ مداخلت پسند نہ کرتا تھا، اس لیے سنجر کے مقابلہ کے لیے تینوں اس شرط پر متحد ہو گئے کہ عراق مسترشد کے وکیل کے ماتحت رہے گا، اور ایران میں وہ مسعود کی حکومت تسلیم کر لے گا، اور سلجوق شاہ اسکا ولیعہد ہوگا،

اس معاہدہ کے بعد مسترشد نے مسعود، سلجوق شاہ اور قراجہ ساقی کو سنجر کے مقابلہ کیلیے آگے بھیجدیا، اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوا، خانقین پہنچکر اسے اطلاع ملی کہ سلطان سنجر کے حکم سے عمادالدین زنگی اور دبیس بن صدقہ دوسری سمت سے بغداد روانہ ہو گئے ہیں، اس لیے مسترشد بغداد کی حفاظت کے لیے لوٹ گیا، اور ان کے مقابلہ کے لیے انتظامات کیے، اس دوران میں عمادالدین اور دبیس قریب پہنچ گئے، مسترشد نے آگے بڑھ کر حصن برامکہ میں انھیں فاش شکست دی،

دوسری جانب دینور کے قریب مسعود، سلجوق شاہ اور سلطان سنجر میں معرکہ آرائی ہوئی، قراجہ ساقی نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا لیکن آخر میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا، اور مسعود کو شکست ہوئی، قراجہ ساقی سلطان سنجر کے سامنے پیش کیا گیا، اس نے اس سے سوال کیا کہ میرے مقابلہ میں آنے سے تیرا کیا مقصد تھا، قراجہ نے کہا تم کو قتل کر کے ایسے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا، جس پر حکومت کر سکوں، سنجر نے اسے قتل کر دیا،

طغرل بن محمد سلطان سنجر اپنے سب بھتیجوں سے محبت کرتا تھا، چنانچہ مسعود کو شکست دینے کے بعد اسے واپس بلا کر تنبیہ کر کے گنجہ کی حکومت پر بحال کر دیا اور ۵۲۶ھ میں طغرل کو ہمدان میں تخت نشین کر کے ابوالقاسم انساباذی کو اس کا وزیر بنایا اور داؤد کو آذربیجان

کا علاقہ دے کر خراسان واپس گیا[1]،

طغرل اور اسکے بھائیوں کی کشمکش

سلطان سنجر کی واپسی کے بعد سلطان داؤد نے امراء کے مشورے سے طغرل پر فوج کشی کر دی لیکن ان کی نااتفاقی کی وجہ سے ناکامی ہوئی، اور داؤد ذی الحجہ ۵۲۶ھ میں بغداد چلا گیا، مسترشد نے اسے بھی عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا، مسعود کو داؤد کی شکست کی خبر ہوئی تو وہ طغرل کے مقابلہ میں اس کو ملانے کے لیے بغداد پہنچا، مسترشد نے اسے بھی ٹھہرایا، اور چچا بھتیجوں کو خلعت دیکر بغداد میں دونوں کا خطبہ جاری کر دیا، اور تینوں سلطان سنجر کے خلاف متحد ہو گئے، اور مسترشد کی مدد سے مسعود اور داؤد نے پہلے آذربیجان پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد مسعود نے طغرل کو ہمدان سے نکالا۔

اس دوران میں داؤد نے آذربیجان میں مسعود کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، اس لیے مسعود کو آذربیجان لوٹ جانا پڑا۔ اس کی واپسی کے بعد طغرل نے ہمدان واپس لے لیا، اور مسعود کے فوجی افسروں کو ملا کر اسے آذربیجان سے بھی نکال دیا، اور وہ بغداد لوٹ گیا۔ اس کا دوسرا بھائی سلجوق شاہ بھی بغداد پہنچ گیا، مسترشد نے حسب معمول دونوں کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور انکی راحت و آسائش کے جملہ سامان مہیا کر دیے[2]۔

موصل پر مسترشد کی فوج کشی اور واپسی

سلجوقی امراء میں اس زمانہ میں سب سے زیادہ شجاع و نامور عماد الدین زنگی تھا۔ وہ سلجوقی حکومت کا رکن رکین تھا، اس لیے مسترشد اسے پسند نہ کرتا تھا، طغرل اور اس کے بھائیوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں بہت سے سلجوقی امراء بغداد جا کر مسترشد سے متوسل ہو گئے تھے، اس سے فائدہ اٹھا کر مسترشد نے عماد الدین زنگی کو دبانے کی کوشش کی، چنانچہ بغداد کے واعظ شیخ بہاء الدین اسفرائنی کے ہاتھ اس کے پاس ایک سخت تحریر

۱؎ ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۳ و ۲۴ ۲؎ ایضاً ج ۱۱ ص ۴

بھیجی، انھوں نے عماد الدین سے بڑی تلخ گفتگو کی، اس کے جواب میں اس نے بھی بہاء الدین کو گرفتار کرکے ان کی تذلیل و تحقیر کی، اس سے مسترشد کا غصہ اور تیز ہوگیا، اس نے موصل پر فوج کشی کرکے اس کا محاصرہ کرلیا، عماد الدین اپنے نائب نصیر الدین کو شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود نکل گیا، اور عباسی فوجوں پر شبخون مار کر اور سامان رسد کی بندش کرکے اسے پریشان کر ڈالا اور چند مہینوں کے بعد مسترشد کو ناکام لوٹ جانا پڑا،[1]

سلطان طغرل کا انتقال | سلطان مسعود اور سلجوق شاہ دونوں ایک سال سے زیادہ بغداد میں مقیم رہے، مسترشد ہر چند اس کو طغرل پر فوج کشی کے لیے ابھارتا رہا، لیکن ان کی ہمت نہ پڑی اور وہ برابر ٹالتے رہے، تاآنکہ محرم ۵۲۹ھ میں طغرل کا انتقال ہوگیا، اس وقت کل پچیس سال کی عمر تھی، اس کی مدت حکومت کل تین سال تھی،

طغرل صالح اور نیک سیرت فرماں روا تھا، راوندی کا بیان ہے کہ عدل و سیاست حیا و حمیت، کرم و شجاعت تمام اوصاف سے متصف تھا، فواحش اور رذائل سے اس کا دامن پاک تھا،[2]

ابن اثیر لکھتا ہے کہ وہ سراپا خیر و خوبی اور عادل و رعایا پرور تھا، ایک مرتبہ جب وہ مسعود کے مقابلہ میں جا رہا تھا، لوگوں نے اس کی کامیابی کے لیے دعا کی، طغرل نے ان سے کہا میرے لیے دعا کرنے کے بجائے یہ دعا کرو کہ ہم میں سے مسلمانوں کے لیے جو بہتر ہو خدا اس کو کامیاب کرے،[3]

علم و تعلیم سے بھی دلچسپی تھی، ہمدان میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اور اس کے اخراجات کے لیے ایک بڑی جائداد وقف کی تھی،[4]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۳ [2] راحۃ الصدور ص ۲۰۸ [3] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱، [4] راحۃ الصدور ص ۲۰۹

سلطان مسعود طغرل کی وفات کے وقت مسعود بغداد میں تھا، طغرل کے سب بھائیوں مین حکومت کی سب سے زیادہ اہلیت مسعود ہی میں تھی، اس لیے سلجوقی امراء نے اسے بغداد سے بلاکر تاج و تخت اس کے حوالہ کر دیا، بعض امراء نے داؤد کو بھی دعوت دی تھی، لیکن وہ دیر مین پہنچا، سلطان مسعود نے اس سے اپنی لڑکی بیاہ کر اسے اپنا ولیعہد بنا دیا[1]،

سلطان مسعود کی تخت نشینی کے بعد ہی مسترشد نے اس پر فوج کشی کر دی، جس کا نیتجہ اس کی گرفتاری اور قتل کی صورت میں ظاہر ہوا، اس کی تفصیل سے پہلے اس دور کے ایک قابل ذکر واقعہ دولت اتابکیہ موصل کے قیام کے حالات سن لینے چاہئیں،

دولت اتابکیہ موصل کا قیام یہ نامور حکومت ۵۲۱ھ میں قائم ہوئی، جنگ صلیبی میں اسکے غیر معمولی کارناموں کی وجہ سے تاریخ اسلام میں اس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، ابتدائی صلیبی لڑائیوں میں اس کے فرماں روا عماد الدین زنگی اور نور الدین محمود زنگی نے وہی کارنامے انجام دیے، جو آخری لڑائیوں میں صلاح الدین ایوبی سے ظاہر ہوئے،

اس حکومت کا بانی امیر عماد الدین زنگی ہے، اس کا باپ امیر قسیم الدولہ آقسنقر ترکی ملکشاہ سلجوقی کا بچپن کا ساتھی اور اس کا معتمد علیہ امیر تھا، ملک شاہی دور میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا، سلطان نے اس کو قسیم الدولہ کے معزز لقب سے ملقب کیا، سلطان کے مزاج مین اسکو اتنا رسوخ حاصل تھا کہ وزیر نظام الملک تک اس سے ڈرتا تھا، ملک شاہ کے زمانہ مین وہ متعدد ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہا، اور بڑے کارنامے انجام دیے، سلطان نے اسکو حلب، حماۃ، منبج وغیرہ شام کے سلجوقی مقبوضات کا حاکم بنایا تھا، اس نے شام میں سلجوقی حکومت استوار کی تھی،

[1] راحۃ الصدور، ص ۲۰۹،

ملک شاہ کی وفات کے بعد جب برکیارق اور اس کے بھائیوں اور چچا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تو قسیم الدولہ کے شامی مقبوضات کو بچانے کے لیے ملک شاہ کے بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان کی اطاعت قبول کر لی، موصل کے عرب فرمانروا ناصر الدولہ ابراہیم بن ہمدان نے اسکو زیر کرنے کی کوشش کی لیکن قسیم الدین نے اسے شکست دیکر موصل اور دیار بکر وغیرہ پر قبضہ کر لیا، پھر جب برکیارق تاج الدولہ کے مقابلہ میں اٹھا تو قسیم الدولہ اپنے آقا زادے کے ساتھ ہوگیا، اور تاج الدولہ کو ناکام ہونا پڑا، اس کے انتقام میں تاج الدولہ نے حلب پر فوج کشی کر دی تھی، اس معرکہ میں قسیم الدولہ شکست کھا کر گرفتار ہوا، اور تاج الدولہ نے اسے قتل کرا دیا، قسیم الدولہ بڑا مدبر، عالی دماغ، بہادر، عادل اور رعایا پرور امیر تھا، اس کے دور امارت میں اسکے رقبۂ حکومت میں اتنا امن وامان تھا کہ کوئی شخص کسی کے مال کی جانب آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کرتا تھا، قافلوں کی گذرگاہیں اتنی محفوظ تھیں کہ جن مقاموں سے وہ گذرتے تھے خود وہاں کے باشندے قافلہ کی حفاظت ونگرانی کرتے تھے،

قسیم الدولہ نے اپنی یادگار ایک صغیر السن لڑکا عماد الدین چھوڑا، اس کی عمر کل دس برس تھی، قسیم الدولہ کے وفادار امراء، قوام الدولہ کربوغا، موسیٰ ترکمانی، جکرمش اور جاولی سقاؤ وغیرہ یکے بعد دیگرے اس بچہ کی تربیت کی خدمت انجام دیتے رہے، اور اس کے خدم وحشم کے مصارف کے لیے جاگیر مقرر کی، عماد الدین جوہر قابل تھا، سن شعور کو پہنچکر اس کے جوہر چمکنے لگے اور وہ سلجوقی امراء کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہونے لگا، اور نوجوانی ہی میں اسکی شجاعت وشہامت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا، صلیبی لڑائیوں میں اس نے بڑے کارنامے انجام دیے، سلطان محمود نے بڑی بڑی مہمیں اس کے سپرد کیں جنھیں اس نے کامیابی کیساتھ انجام دیا، چند دنوں میں وہ سلجوقی حکومت کا بڑا معتمد علیہ امیر اور اسکا رکن رکین بن گیا، سنہ ۵۲۱

میں سلطان محمود نے اس کو بغداد کی شحنگی کے جلیل القدر منصب پر مامور کیا،

امیر قسیم الدولہ کی وفات کے بعد موصل کا علاقہ مختلف امراء سے متعلق رہا، سلطان محمود کے زمانہ میں وہ قسیم الدولہ کے ایک ہم نام امیر اقسنقر برسقی سے متعلق تھا، یہ بھی بڑا شجاع و بہادر تھا، اس نے نہ صرف موصل اور جزیرہ کو صلیبیوں سے بچائے رکھا، بلکہ جب تک زندہ رہا، ان کے مقابلہ میں سینہ سپر رہا، اور سرزمین شام میں بڑے نمایاں کارنامے انجام دیئے، اس کے بعد اس کے جانشینوں میں یہ صلاحیت نہ تھی، امیر برسقی کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عزالدین مسعود اس کا جانشین ہوا، یہ چند ہی دنوں میں مرگیا، اس کے بعد امراء نے اس کے صغیر السن بھائی کو جانشین بنانا چاہا، اس زمانہ میں صلیبی سارے شام اور جزیرہ پر چھا گئے تھے، اور کردستان کا علاقہ بھی خطرہ میں پڑگیا تھا، اس لیے بعض عاقبت اندیش لوگوں نے اقسنقر برسقی کے صغیر السن لڑکے کی حکومت کی مخالفت کی اور رائے دی کہ موصل کا والی کسی ایسے شخص کو بنانا چاہیے، جو صلیبیوں کی مدافعت کر سکے، امیر عماد الدین زنگی ان کے مقابلہ میں نام پیدا کرچکا تھا، اس لئے ۵۲۱ھ میں سلطان نے اس کو موصل اور اس کے متعلقہ علاقوں کا والی بنادیا، اس طرح اتابکی حکومت کی بنیاد پڑی،

یہ وہ زمانہ تھا جب نہ صرف شام بلکہ جزیرہ کی سرحد تک صلیبیوں کا زور بڑھ گیا تھا اور وہ مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھارہے تھے، مسلمانوں کے پاس صرف حلب، حمص، حماۃ و دمشق رہ گئے تھے، اور ماردین سے لے کر مصر کی سرحد تک صلیبی قابض تھے، اور آس پاس کے چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمرانوں سے خراج وصول کرتے تھے، کوئی ان کا روکنے والا نہ تھا،

عماد الدین زنگی نے سب سے پہلے موصل کا بگڑا ہوا نظام درست کیا، اس وقت شام جزیرہ اور کردستان میں متعدد چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمراں تھے، ان کی آپس کی خانہ جنگی و

کشمکش سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچ رہا تھا، ان کو ختم کیے بغیر صلیبیوں کا پورا مقابلہ ممکن نہ تھا، اس لیے موصل کے انتظام سے فراغت کے بعد عماد الدین نے انکی طرف توجہ کی اور بوازیج نصیبین، سنجار، خابور اور حران وغیرہ کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر شام کا راستہ صاف کیا اور ۵۲۳ھ میں فرات کو عبور کر کے سرزمین شام کی طرف بڑھا، یہاں بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں، عماد الدین نے سب سے اول بنج حصن بزاعہ، حلب، حماۃ حمص، وغیرہ کو انکے ہاتھوں سے چھڑا کر راستہ صاف کیا،

شام کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان قلعہ اثارب کے عیسائیوں سے پہنچ رہا تھا اس لیے عماد الدین نے سب سے پہلے ۵۲۴ھ میں اسی پر فوج کشی کی، صلیبیوں نے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن عماد الدین نے انہیں بڑی فاش شکست دی، بے شمار عیسائی مارے گئے، اور حصن اثارب پر قبضہ کر کے اسے مسمار کر دیا، حصن اثارب کے بعد حصن حارم کا محاصرہ کیا، اثارب کی شکست کے بعد عیسائیوں میں مدافعت کا دم باقی نہ رہ گیا تھا، اس لیے انھوں نے حارم کی نصف آمدنی دیکر صلح کر لی، عماد الدین تھکی ہوئی فوجوں کو آرام دینا چاہتا تھا، اس لیے ان کی پیش کش قبول کر لی، حصن اثارب کی شکست کے بعد حلب کے نواح میں صلیبیوں کی قوت ٹوٹ گئی، اور یہاں کے مسلمانوں کو ان کے مظالم سے نجات مل گئی، اس فتح سے ساری دنیائے اسلام کو مسرت ہوئی، اور عماد الدین زنگی فوجوں کو آرام دینے کے لیے موصل لوٹ گیا، واپسی میں سرحی، دارا وغیرہ کو مسلمان امرا کے قبضہ سے نکالا،

اس کی واپسی کے بعد ہی سلطان محمود کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بھائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی جس کا سلسلہ کئی سال تک قائم رہا، اس لیے عماد الدین زنگی کو

مسترشد کے دور میں دوبارہ صلیبیوں کے مقابلہ میں نکلنے کا موقع نہ مل سکا، اور اس درمیان میں وہ کردستان کو صاف کرتا رہا، چنانچہ ۵۲۸ھ میں اس نے کردوں کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا، ۵۲۹ھ میں دمشق پر فوج کشی کی، لیکن عین موقع پر مسترشد کا حکم صلح کے لیے آگیا اس لیے عماد الدین نے محاصرہ اٹھالیا،[1]

دولت موحدیہ مغرب کا قیام

مسترشد کے دور کا دوسرا قابل ذکر واقعہ مہدی مغربی کا ظہور اور مراکش کی دولت موحدیہ کا قیام ہے، مہدی مغربی کا نام ابو عبد اللہ محمد بن تومرت ہے، انکے نسب کے بارہ میں مورخین کا اختلاف ہے، بعض مورخین ان کو حضرت امام حسنؑ کی اولاد بتلاتے ہیں اور بعض مغرب کے قبیلہ مصمودی سے تعلق ظاہر کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ وہ اصل میں اسی قبیلہ سے تھے لیکن مہدی کے ظہور کی پیشین گوئیاں چونکہ اہل بیت سے تھیں اسلیے دعوی مہدیت کے بعد ابن تومرت نے اپنا نسب نامہ اہل بیت نبوی سے ملادیا،

باختلاف روایت وہ ۴۷۱ھ تا ۴۸۶ھ میں سوس کے ایک گانوں میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم قرطبہ میں حاصل کی، اور مہدیہ میں امام مازری سے اور اسکندریہ میں امام ابوبکر طرطوسی سے مستفید ہوئے،[2] اسکندریہ سے عراق گئے، اور امام غزالی اور کیا ہراسی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، اور مکہ میں حدیث و اصول فقہ وغیرہ دینی علوم کی تکمیل کی،

ان کی زندگی ابتدا سے زاہدانہ تھی، ایک عصا اور پانی پینے کے پیالہ کے سوا اور کوئی سامان نہ رکھتے تھے، شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے،

۱؎ عماد الدین زندگی کے تمام حالات تاریخ دولت اتابکیہ موصل اور کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین ابوشامہ سے ملخصاً ماخوذ ہیں ۲؎ تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ زرکشی ص ۲،

اتباع شریعت میں بڑے سخت تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زندگی کا مشن تھا، خلاف شرع باتون کی مخالفت میں کسی کی رعایت و پروا نہ کرتے تھے، اس راہ میں انھون نے بڑی سختیان جھیلیں، مکہ چھوڑنا پڑا، یہان سے مصر گئے، وہان بھی ان کی شہرت کی بدولت مصر کی حکومت نے اپنے یہان سے نکالدیا، اور ابن تومرت بحری راستہ سے اسکندریہ ہوتے ہوئے مغرب روانہ ہوگئے، جہاز پر بھی تعلیم وارشاد کا کام برابر جاری رہا، ۵۰۵ھ میں افریقیہ کے شہر مہدیہ میں اترے، اور ایک مسجد میں قیام کیا، شارع عام پر راہرون کی دیکھ بھال کرتے تھے، جسے خلاف شرع لہو ولعب کے آلات یا شراب کے برتن وغیرہ لیجاتے ہوئے دیکھتے توڑ ڈالتے، چند دنون میں یہان بھی ان کی شہرت ہوگئی، اور لوگ دینی علوم کی تحصیل کے لیے ان کے پاس آنے لگے، مہدیہ کے والی یحیٰی بن تمیم کو ان کا حال معلوم ہوا، تو انھین بلاکر ان سے ملا، اور بڑی عزت وتکریم سے پیش آیا، دعا کا طالب ہوا، انھون نے دعا کی "خدا تم کو تمھاری رعایا کے لیے بہتر بنائے" پھر چند دنون کے بعد مہدیہ سے بجایہ چلے گئے، یہان بھی ان کا مشن جاری رہا، بجایہ کے ایک گاؤن ملارہ میں ان کی ملاقات عبد المومن نامی ایک شخص سے ہوئی، وہ انھین اپنے کام کے لیے موزون نظر آیا، مورخین کا بیان ہے کہ ابن تومرت نے رمل اور جفر کے ذریعہ اس کے مستقبل کا پتہ چلایا تھا، بہرحال عبد المومن کو انھون نے اپنا شریک کار بنا لیا، عبد المومن کے علاوہ ایک شخص اور عبد الواحد بھی ان کا معاون تھا، چند دنون کے بعد یہ تینون بجایہ سے تلمسان پہنچے اور شہر کے باہر ایک مسجد مین قیام کیا، ابن تومرت کی شخصیت مین ایک خاص رعب واثر تھا جس سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا، اس لیے تلمسان کے چھوٹے سے لیکر بڑے طبقات تک سب ان کے گرویدہ ہوگئے،

۱؎ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۰۵ و ۶۳

چند دنوں تلمسان میں قیام کرنے کے بعد فاس پہنچے، یہاں بھی تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ برابر جاری تھا، وہ اپنے عقیدت مندوں کو اشعری عقائد کی تعلیم دیتے تھے، اہل مغرب عموماً اشعری مسالک کے خلاف بلکہ اس کے دشمن تھے، اس لیے فاس کے والی کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے یہاں کے علماء سے ان کا مناظرہ کرایا، لیکن وہ ان کے مقابلہ میں نہ ٹک سکے، اور انھوں نے والی شہر سے کہا کہ اس شخص کے خیالات سے لوگوں کے عقائد میں فتور پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کو شہر بدر کر دینا چاہیے، چنانچہ ابن تومرتؒ فاس نکال دیے گئے،

فاس سے نکل کر وہ مراکش پہنچے، یہاں کے فرمانروا علی بن یوسف مرابطی کو پہلے سے ان کے حالات کی اطلاع مل چکی تھی، اس نے بھی اپنے یہاں کے علماء سے مناظرہ کرایا، لیکن ان میں ابن تومرت کے خیالات اور تقریر تک کو سمجھنے کی اہلیت نہ تھی، صرف ایک شخص مالک ابن وہیب اندلسی کو ان کی ذہانت و ذکاوت اور وسعت علم کا اندازہ ہو سکا، اس نے انھیں حکومت کے لیے خطرہ سمجھ کر علی بن یوسف سے کہا کہ یہ شخص فسادی ہے، اس کے مکر و فریب سے خطرہ ہے کہ لوگ اس کی باتوں کو سن کر اس کے گرویدہ ہو جائیں گے، مصامدہ کے قبائل میں ایسے شخص کا رہنا ہمارے لیے سخت خطرناک ہے، اس کو قتل کر دینا چاہیے، لیکن علی بن یوسف خود دیندار آدمی تھا، اس لیے قتل پر آمادہ نہ ہوا، اور صرف شہر بدر کر دینے پر اکتفا کی،[1]

مراکش سے نکل کر ابن تومرت سوس پہنچے، اور چند دنوں قیام کرکے پہاڑی علاقہ کے باشندوں کی درخواست پر تنملل منتقل ہو گئے، ان کی آمد کی خبر سنکر مصامدہ کے سرداران کے پاس جمع ہو گئے، اور ابن تومرت کے وعظ و تبلیغ سے ان کے عقیدت مند بنگئے، ابن تومرت

---

[1] یہ حالات المعجب فی تلخیص اخبار المغرب عبد الواحد مراکشی سے ماخوذ ہیں، ص ۱۳۸ تا ۱۴۳، اس میں اور ابن خلدون کے بیانات میں جزوی اختلاف بھی ہے،

نے ان میں سے چند معتمد علیہ اشخاص کو مغربی قبائل میں تبلیغ واشاعت اور ان کے رؤسا کو مائل کرنے پر مامور کیا، یہ مبلغین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کیساتھ ساتھ مہدی موعود کی حدیثیں بیان کرکے لوگوں کو مہدی کے عقیدہ سے روشناس کرتے تھے، جب ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہوگیا اور مہدی موعود کی عظمت قائم ہوگئی، اس وقت ابن تومرت نے مہدویت کا دعویٰ کیا، زمین پہلے سے تیار ہوچکی تھی، اس لیے لوگوں نے بلا تامل اس دعویٰ کو مان لیا، اور ابن تومرت نے ان الفاظ میں ان سے بیعت لی کہ "میں اس چیز پر بیعت لیتا ہوں کہ جس پر صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی"۔

ان کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص نصاب مقرر کیا اور اس کا نظام قائم کیا جس کے خدمت و عقیدت کے اعتبار سے کئی درجے تھے، اور ان کا لقب "مومن" رکھا، اور ان کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ کردیا کہ روئے زمین پر ان مومنین کی جیسی سچی اور ایمان دار جماعت دوسری نہیں ہے، یہی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی مصداق ہے کہ سرزمین مغرب میں حق کی حمایت میں ایک جماعت برابر ظاہر ہوتی رہے گی، اسے کوئی شخص جو اس جماعت سے نکل جائے نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہانتک کہ خدا کا کام پورا ہوکر رہے گا، اللہ تعالیٰ اس جماعت کے ذریعہ فارس و روم کو فتح کرکے دجال کو قتل کرائیگا، اور اسی جماعت میں وہ امیر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز ادا کرتا ہے، اور قیامت تک یہ امر اسی جماعت میں رہے گا"۔[1]

مہدویت کے دعویٰ کے چند دنوں بعد تک ابن تومرت کی تعلیم و تلقین اور تبلیغ و اشاعت جہاد من اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک محدود رہی اور مغرب کے بڑے بڑے

---

[1] المعجب ص ۱۳۴ و ۱۳۵

قبائل ہرغہ اور تنیملتہ وغیرہ میں انھوں نے فدویت وجان نثاری کی ایسی روح پھونک دی کہ وہ ان کے حکم پر باپ بیٹے اور بھائی کو بے تامل قتل کر دیتے تھے، اس وقت انھوں نے اپنے متبعین کو تعلیم دی کہ آج کل کی تمام حکومتیں باطل کی پیرو ہیں، ان سے قتال واجب ہے،[1]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ ان کے دعوی مہدویت کی خبر سن کر علی بن یوسف نے اس تحریک کو دبانے کے لیے فوج بھیجی، مہدی نے اپنے پیرووں سے کہا کہ یہ فوج صرف میری تلاش میں آئی ہے، میری وجہ سے تم کو بھی نقصان پہنچ جائے گا، اس لیے مجھے کہیں نکل جانے دو،[2] یہ سن کر قبیلہ ہرغہ کے شیخ ابن تفیان نے کہا کیا آپ کو آسمانی قوت کی جانب سے کوئی خوف ہے؟ مہدی نے کہا نہیں، آسمان سے تو ہماری مدد ہوگی، ابن تفیان بولا تو پھر مجھے ساری روے زمین کی طاقت سے بھی خوف نہیں، اس کی جان نثاری دیکھ کر مہدی نے کہا میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم کامیاب ہوگے اور تھوڑے ہی دنوں میں اس حکومت کو مٹا کر اس کے وارث ہوگے، اس دوران میں مرابطی فوجیں پہنچ گئیں، اور مہدی کے پیرووں نے ان کا مقابلہ کر کے شکست دی،[3]

اس کامیابی سے لوگوں کو مہدی کی صداقت کا اور زیادہ یقین ہوگیا، اور مغرب کے قبائل جوق در جوق ان کی بیعت میں داخل ہونے لگے،

لیکن عبد الواحد مراکشی کا بیان ہے کہ سب سے اول خود مہدی نے ۵۱۷ھ میں عبد المومن کی ماتحتی میں ایک فوج مرابطین کے مقابلہ کے لیے بھیجی اور یہ ہدایت کر دی کہ پہلے ان کو منکرات وبدعات کے ازالہ اور معروف کے احیاء، اور امام مہدی معصوم کے اقرار کی دعوت دینا، اگر وہ اس کو مان لیں تو تمھارے بھائی ہیں، اور انکار کریں تو جنگ کرنا، مراکش کے قریب مقام بحیرہ

---

[1] المعجب ص ۱۳۷، و ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۰۲ [2] یہ انھوں نے امتحاناً کہا تھا [3] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۰۲

مین مرابطین کا سامنا ہوا، موحدین نے مہدی کی ہدایت کے مطابق ان کو دعوت دی اور علی ابن یوسف کے پاس بھی تحریری دعوت بھیجی، اس نے اس کے جواب مین عبدالمومن کو فتنہ انگیزی اور مسلمانون مین تفریق واختلاف پیدا کرنے اور ان کی خونریزی کے انجام سے ڈرایا، عبدالمومن نے اس جواب کو علی بن یوسف کی کمزوری پر محمول کر کے جنگ شروع کر دی، اس جنگ مین موحدین کو بڑی فاش شکست ہوئی، اور ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی، عبدالمومن چند آدمیون کے ساتھ جان بچا کر نکل گیا، ابن تومرت کو اس شکست اور عبدالمومن کے بچنے کی خبر ملی، تو انھون نے کہا، اگر عبدالمومن محفوظ ہے تو پھر گویا ہمارا کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا، اور شکست خوردہ مصاحبن کو ان الفاظ مین تسلی دی کہ "تمھارے آدمی خدا کے دین کی حمایت و مدافعت اور احیاے سنت مین کام آئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، ان کا غم نہ کرنا چاہیے، اس سے ان کے دل مضبوط ہو گئے، اور مخالفین کے مقابلہ کا جذبہ اور زیادہ بڑھ گیا، اور انھون نے نواحِ مراکش مین عام تاخت و تاراج شروع کر دی،[1]

اس کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا اور مہدی کے پیروون کی تعداد اور انکی قوت روز بروز بڑھتی گئی اور انکے مقابلہ مین مرابطین کی حالت زوال پذیر ہوتی گئی، ان دونون کی کشمکش کا سلسلہ جاری تھا کہ رمضان ۵۲۴ھ مین مہدی کا انتقال ہو گیا، وہ اپنے گھر کے قریب ایک مسجد مین دفن کیے گئے،[2]

مہدی بڑے عابد و زاہد تھے، دنیاوی ساز و سامان سے بے نیاز، اپنے افعال و اعمال مین سلف صالحین کا نمونہ تھے، حدود کے اجرا مین بڑے سخت تھے،[3]

عورتون سے ہمیشہ مجتنب رہے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، زرکشی کا بیان ہے کہ زہد و تقشف اور عبادت و ریاضت مین ان کا پایہ بہت اونچا تھا، امام معصوم کے

---

[1] المعجب ص ۱۴۹، ۱۵۰ [2] ایضاً ص ۱۵۹، و تاریخ الدولتین زرکشی ص ۶ [3] المعجب ص ۱۳۸

عقیدہ کے علاوہ ان میں بدعت کا اور کوئی شائبہ نہ تھا،[1]

عبدالمومن

مہدی نے اپنی زندگی میں عبدالمومن کو جانشین نامزد کر دیا تھا، چنانچہ ان کی وفات کے بعد موحدین نے ان کو جانشین بنایا، پورا نام ابو محمد عبدالمومن بن علی ہے، نسبی تعلق قبیلہ بنی مجبر سے تھا، لیکن وہ خود اپنے کو عرب قبیلہ قیس عیلان سے بتاتے تھے، ۴۸۷ھ میں تلمسان کے علاقہ تاجرا میں پیدا ہوئے،[2]

ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ ان کا باپ علی بڑھئی تھا، لیکن عبدالمومن میں بچپن ہی سے تحصیلِ علم کا شوق تھا، اور ان کا زیادہ وقت مساجد میں گذرتا تھا،[3]

مہدی سے ان کی ملاقات بھی اس وقت ہوئی تھی، جب وہ تحصیلِ علم کے لیے مشرق جا رہے تھے،[4]

مہدی کی طرح عبدالمومن کی شخصیت میں بھی بڑی کشش و تاثیر تھی، صورۃً بھی حسین و جمیل تھے، آواز نہایت بلند، گفتگو پُرزور اور فصیح ہوتی تھی، انھیں دیکھکر اور ان کی گفتگو سنکر لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے،[5]

عبدالمومن کے زمانہ میں ان میں اور مرابطین میں بڑے بڑے معرکے ہوئے، اور انھوں نے مغرب سے ان کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کر لی،[6]

مسترشد اور مسعود کی جنگ اور مسترشد کی شکست و گرفتاری

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان مسعود کی تخت نشینی کے بعد ہی مسترشد نے اس پر فوج کشی کر دی تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ طغرل کی موت اور مسعود کی تخت نشینی کے بعد چند سلجوقی امراء جنھوں نے طغرل کی حمایت میں مسعود کی

---

۱ تاریخ الدولتین ص ۵ ۲ المعجب ص ۱۴۲ ۳ کتاب المونس ص ۱۱۰ ۴ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۰ ۵ المعجب ص ۱۴۳

۶ یہ حکومت ۵۲۴ھ میں قائم ہوئی اور ۶۶۸ھ میں بنی مرین کے ہاتھوں اسکا خاتمہ ہوا، اس میں گیارہ فرمانروا ہوئے،

زیادہ مخالفت کی تھی، اس کے خوف سے ہمدان چھوڑ کر بغداد چلے گئے تھے۔ مسترشد سلجوقی سلاطین کو دبانے کے لیے ایسے مواقع کا منتظر ہی رہا کرتا تھا، اس نے ان امرا کی بڑی پذیرائی کی، انھیں خلعتیں عطا کیں، اور مسعود کا خطبہ بند کرکے رجب ۵۲۹ھ میں اس پر فوج کشی کردی، سلطان مسعود بھی مقابلہ کے لیے نکلا، مراغ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، عین موقع پر مسترشد کی فوج کا میسرہ سلطان مسعود سے مل گیا، میمنہ نے مقابلہ کیا، لیکن اسے شکست ہوئی، مسترشد خود میدان جنگ میں موجود تھا، سلجوقی فوجوں نے اسے گھیر کر گرفتار کرلیا، اس کے ساتھ قاضی القضاۃ بغداد اور بہت سے علماء و فقہاء اور عباسی امراء اور عمائد گرفتار ہوئے، سلطان نے ان سب کو سرجہان کے قلعہ میں بھجوا دیا، اور مسترشد کو ایک خاص خیمہ میں ٹھہرا کر پہرہ مقرر کردیا، اور اس کی راحت و آرائش کے جملہ سامان فراہم کردیے، پھر چند دنوں کے بعد اسے اپنے ہمراہ ہمدان لے گیا،

مسترشد کی گرفتاری کے بعد مسعود نے امیر آخر بک محمودی کو بغداد کا شحنہ مقرر کیا تھا، اس کے غلاموں نے مسترشد کی کل املاک پر قبضہ کرلیا، اس سے اہل بغداد میں بڑی برہمی پیدا ہوگئی، انھوں نے جامع سلطان کا منبر توڑ ڈالا اور امام کو خطبہ سے روک دیا، عوام کے جم غفیر نے خاک بہ سر فریاد و فغاں کرتے ہوئے بازاروں کا گشت لگایا، عورتیں سر و پا برہنہ منہ پیٹتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں، آخر بک کے آدمیوں اور اہل بغداد میں تصادم ہوگیا، فریقین کے بہت آدمی مارے گئے، اور بغداد میں ایک عام ہنگامہ برپا ہوگیا[۱]

رہائی اور قتل | مسترشد اور مسعود کی جنگ کے زمانہ میں سلطان مسعود کے بھتیجے اور داماد سلطان داؤد نے اس کے خلاف آذربیجان میں علم بغاوت بلند کردیا تھا، اس لیے ہمدان کی واپسی

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۰۵

کے بعد ہی مسعود کو آذربیجان جانا پڑا، مسترشد ساتھ ساتھ تھا، اور دونوں میں مصالحت کی گفتگو جاری تھی، سلطان کا مقصد صرف اس کی قوت اور اس کی فوجی سرگرمی کا انسداد تھا، اس لیے حسب ذیل شرائط پر صلح ہو گئی،

(۱) مسترشد سلطان کو سالانہ ایک مقرر رقم ادا کرے گا (۲) فوجیں نہ جمع کرے گا،

(۳) قصر خلافت سے باہر قدم نہ نکالے گا،

گو یہ شرطیں مسترشد جیسے خلیفہ کے لیے بڑی توہین آمیز تھیں، لیکن بدرجۂ مجبوری اسے ماننا پڑا،[1]

ایک بیان یہ ہے کہ سلطان سنجر نے مسعود کو حکم دیا کہ وہ مسترشد کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ بغداد واپس پہنچا دے اور اس کا جس قدر ساز و سامان لوٹا گیا ہے، سب واپس کیا جائے، اور پہلے سے زیادہ خیمہ و خرگاہ، خدم و حشم جملہ لوازم شاہی اس کیلیے مہیا کئے جائیں، مسعود کے لیے اس کا حکم ٹالنا ممکن نہ تھا، اس لیے اس کی پوری تعمیل کی،[2]

لیکن مسترشد کی بدقسمتی سے عین موقع پر جبکہ اس کی روانگی کے جملہ سامان مکمل ہو چکے تھے، پہرہ داروں کی غفلت سے باطنیوں کی ایک جماعت اس کے خیمہ میں گھس گئی، اور ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں اس کو قتل کر دیا، یہ واقعہ مراغہ میں پیش آیا۔

واقعۂ قتل کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک جو اوپر مذکور ہوئی، دوسرا بیان یہ ہے کہ اس قتل میں درپردہ سلطان مسعود کا ہاتھ تھا، اس کو مسترشد کی جانب سے اطمینان نہ تھا، اسکی قوت کو وہ خوف و خطرہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اس لیے ظاہر میں تو بدنامی سے بچنے کے لیے رہا کر دیا، لیکن درپردہ باطنیوں کے ذریعہ قتل کرا دیا،[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۰ [2] الفخری ص ۱۷ [3] ایضاً

قتل کے وقت مسترشد کی عمر ۴۴ سال تھی، مدت خلافت سترہ برس چھ مہینے،

اس حادثہ کی خبر بغداد پہنچی تو وہاں صف ماتم بچھ گئی، مرد گریباں چاک پابرہنہ اور عورتیں پریشان مو سر پیٹتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں، خود سلطان مسعود نے بڑا غم والم ظاہر کیا،

اوصاف و کمالات | مسترشد شجاعت و شہامت، تدبیر و سیاست، فضل و کمال، زہد و ورع ہر وصف میں کامل تھا، اس نے اپنے شجاعانہ کارناموں سے اپنے نامور اسلاف کی یاد تازہ کر دی، اور عباسی خلافت کی مردہ رگوں میں خون زندگی دوڑا دیا،

سیوطی کا بیان ہے کہ وہ ایک عالی ہمت، بہادر، جری، صائب الرائے اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا، اس نے خلافت کے پراگندہ نظام کو از سر نو مرتب و منظم اور اس کا نشان زندہ کیا، اس کی بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالی، ارکان شریعت کو استوار کیا، لڑائیوں میں بنفس نفیس نکلتا تھا،[1]

ابن اثیر لکھتا ہے کہ وہ شجاع، بہادر، جری، آگے بڑھنے والا اور عالی ہمت خلیفہ تھا،[2]

سبکی کا بیان ہے کہ اس کی شجاعت و شہامت، ہیبت و اقدام آفتاب سے زیادہ روشن اور بدر کامل سے زیادہ نمایاں ہے،[3]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے بنی عباس کے وقار و عظمت کو زندہ اور امور مملکت کو منظم کیا، وہ خود لڑائیوں میں نکلتا تھا،[4]

اس کے پیشرو صرف تخت کی زینت تھے، تلوار ہاتھ میں لینا بھول گئے تھے، مسترشد خود میدان جنگ میں نکلتا تھا، فوجوں کی قیادت کرتا تھا اور عام سپاہیوں کے دوش بدوش لڑتا تھا، اپنی شجاعت سے اس نے عباسی خلافت کو سلجوقیوں کے پنجۂ استبداد

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۲ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۱ [3] طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۹۹ [4] دول الاسلام ج ۲ ص ۰

سے آزاد کرایا، اور عراق میں ان کا اثر و اقتدار ختم کر دیا،

علمی حیثیت سے وہ نہ صرف اپنے بہت سے پیشرو خلفاء بلکہ علماء کی جماعت میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا، اس کی علمی سند کے لیے یہ کافی ہے کہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں علماء کے زمرہ میں اس کا شمار کیا ہے، ابو القاسم بن بیان اور عبد الوہاب ہبۃ اللہ سے سماع حدیث کیا تھا، خود اس سے متعدد اہل علم نے حدیث روایت کی ہے[1]، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ فصیح و بلیغ تھا، خط نہایت پاکیزہ تھا، میں نے اس کی تحریر دیکھی ہے، خط کی پاکیزگی اور فصاحت دونوں حیثیتوں سے بہترین تھی[2]،

انشاء کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ وہ زبان آور خطیب بھی تھا، سیوطی نے اسکی ایک مختصر تقریر نقل کی ہے جو ادب و انشاء اور بلاغت کا بہت اچھا نمونہ ہے[3]،

شاعری کا نہایت ستھرا مذاق رکھتا تھا، خود بھی شاعر تھا، اس کی شاعری میں اسکی شجاعت کے اثرات نمایاں ہیں، نمونہ کلام یہ ہے،

انا الاشقر الموعود بی فی الملاحم ومن یملک الدنیا بغیر مزاحم

ستبلغ ارض الروم خیلی وتنتضی باقصی بلاد الصین بیض صوارمی

اس کی گرفتاری کے وقت خود اس کے حسب ذیل اشعار اس کی زبان پر تھے،

ولا عجبا للاسد ان ظفرت بها کلاب الاعادی من فصیح واعجم

فحربۃ وحشی سقت حمزۃ الردی وموت علی من حسام ابن ملجم

اس کی علم نوازی کی بنا پر علماء نے اسکے نام پر کتابیں تصنیف کیں، چنانچہ امام ابو بکر شاشی نے کتاب العمدہ اسی کے نام پر لکھی تھی، اس کا لقب "عمدۃ الدنیا والدین" تھا[4]،

[1] تاریخ الخلفاء، ص ۴۴۲ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۱ [3] تاریخ الخلفاء، ص ۴۴۴ [4] ایضاً

علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا، ایوان عیش مین بھی اسکی زندگی زاہدانہ تھی صوف کے لباس مین گوشۂ عزلت مین عبادت و ریاضت مین مشغول رہتا تھا،

اسکے اوقات کا بڑا حصہ عبادت و تلاوت قرآن مین بسر ہوتا تھا جس دن شہید ہوا اس دن بھی روزے سے تھا، اور تلاوت قرآن مین مشغول تھا،[1]

ملک کا خیرخواہ اور رعایا کے لیے شفیق تھا، ظلم و جور کے انسداد مین اتنا اہتمام تھا کہ تخت خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی ۵۱۲ھ مین اپنی خاص جاگیر کے علاقوں میں یکقلم ظلم و زیادتی کو موقوف کر دیا، اور عام حکم جاری کر دیا کہ کسی کاشتکار و اجارہ دار سے مقررہ محاصل کے علاوہ کوئی چیز نہ لیجائے، ممزج، سقلاطون اور دوسرے قیمتی کپڑون کے بنانے والون اور زربافون سے ٹیکس وصول کرنے مین سرکاری محصل بڑی زیادتیان کرتے تھے، مسترشد نے یہ ٹیکس ہی سرے سے موقوف کر دیے[2]

بغداد کی شہرپناہ انقلابات و حوادث سے بہت بوسیدہ ہوگئی تھی، مسترشد نے ۵۱۸ھ مین از سر نو اس کی تعمیر شروع کی اور اس کے مصارف کا بار تمام اہل بغداد پر ڈالا، یہ ان پر گران گذرا، مسترشد کو معلوم ہوا تو اس نے کل وصول شدہ رقم واپس کر دی، اور عوام کے بجائے عمائد سلطنت سے یہ رقم وصول کی گئی، مسترشد کے وزیر احمد بن نظام الملک نے پندرہ ہزار دینار دیے، اس سے اہل بغداد کو بڑی مسرت ہوئی،[3]

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۲۹۱ و ۲۹۲ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۹۲، سقلاطون اور ممزج اعلیٰ قسم کے کپڑے تھے، اس کی صنعت بغداد مین بڑے فروغ پر تھی [3] تاریخ الخلفاء ص ۴۴۴

ابوجعفر منصور بن مسترشد الملقب بہ راشد باللہ

۵۲۹ھ تا ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۴ء تا ۱۱۳۵ء

مسترشد اپنی زندگی مین اپنے لڑکے ابوجعفر منصور الملقب بہ راشد کی ولیعہدی کی بیعت لے چکا تھا، اس کے قتل کے بعد راشد کی بیعت خلافت ہوئی، اکیس خلفاء زادون نے بیعت کی، اور رمضان ۵۲۹ھ مین وہ تخت خلافت پر بیٹھا، اس وقت اسکا بیسوان سال تھا،

دبیس کا قتل دبیس کی فتنہ انگیزی سے گذشتہ خلفاء اور سلجوقی سلاطین سب تنگ تھے، گو اس مین اور سلطان مسعود مین صلح ہوگئی تھی لیکن سلطان کو اس پر اعتماد نہ تھا، چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ سلطان سے ملنے کے لیے گیا، سلطان نے موقع پاکر اس کو قتل کرادیا[۱]، دبیس کے قتل کے بعد اس کی فوج اس کے لڑکے صدقہ کے پاس جمع ہوگئی، سلطان نے اس پر فوجکشی کرنے کا ارادہ کیا، مگر پھر دونون مین صلح ہوگئی،

سلجوقی شحنہ اور اہل بغداد مین جنگ راشد کی تخت نشینی کے بعد ہی، اس مین اور سلطان مسعود مین مخالفت شروع ہوگئی، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ مسعود اور مسترشد کے شرائط صلح کی رو سے خلافت بغداد کے ذمہ جو سالانہ مقررہ رقم واجب الادا تھی، ۵۳۰ھ مین سلطان مسعود نے اسکی وصولی کے لیے برنقش زکوی کو بغداد بھیجا، مسترشد کی گرفتاری کے وقت خزانہ لٹ چکا تھا،

---

[۱] تاریخ آل سلجوق ص ۱۶۳

لیکن برنقش کو اس کا یقین نہ تھا، اس نے تلاشی لینے کا ارادہ کیا، راشد اس میں مزاحم ہوا، برنقش اور بغداد کے سلجوقی شحنہ بک آبہ نے مل کر قصر خلافت پر حملہ کر دیا لیکن عباسی فوجوں نے انھیں پسپا کر دیا، وہ مقابلہ کی طاقت نہ پا کر لوٹ گئے، ان کی واپسی کے بعد بغداد کے عوام نے قصر سلطانی کو لوٹ لیا۔[1]

مسترشد اور سلطان کے درمیان جو واقعات پیش آئے تھے، اسی کے اثر سے راشد سلطان سے کشیدہ تھا، قصر خلافت پر حملہ نے اس کو اور زیادہ برہم کر دیا۔ اور وہ مسعود سے مسترشد کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

سلطان مسعود اور سلجوقی امرا میں مخالفت

اتفاق سے اسی زمانہ میں چند سلجوقی امرا سلطان مسعود کو چھوڑ کر راشد سے مل گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ امیر برنقش بازدار سلطان پر بہت حاوی تھا، اس کے سامنے اور کسی امیر کا چراغ نہ جلتا تھا، اس کے اقتدار کو دیکھ کر ایک اور ممتاز امیر قراسنقر نے سلطان کی بیوی کو ہدایا و تحائف دے کر اپنا ہمدرد بنانے کی کوشش کی، ملکہ سلطان کے مزاج میں بہت دخیل تھی، اس لیے برنقش زکوی کو سلطان کی جانب سے خطرہ پیدا ہو گیا، طغرل کے دور میں متعدد امرا، برسقی، قزل، امیر آخر سنقر اور حیدر وغیرہ جو سلطان مسعود سے خوف زدہ تھے، برنقش کے ساتھ ہو گئے اور وہ انھیں لے کر سلطان سے الگ ہو گیا، سلطان نے ان پر فوج کشی کر کے شکست دی اور طغرل کے بہت سے امرا کو گرفتار کر لیا۔[2]

اس شکست سے برنقش بازدار کی مخالفت اور بڑھ گئی، اور وہ راشد کے پاس بغداد چلا گیا، اور عماد الدین زنگی، برنقش کبیر والی اصفہان، صدقہ بن دبیس، ابن برسق اور ابن احمد یلی وغیرہ نے اس کا ساتھ دیا۔ مسعود کا داماد اور بھتیجا داؤد والی آذربیجان پہنچ گیا، راشد کے

[1] ابن اثیر ج ۱۱ص ۱۳و ۱۴ [2] تاریخ آل سلجوق ۱۶۰ [3] ابن اثیر ج ۱۱ص ۱۴

ول مین پہلے سے سلطان سے انتقام لینے کے جذبات پرورش پارہے تھے، ان امراء نے اس کو اور زیادہ آمادہ کردیا[1]

سلطان مسعود اور راشد کی مخالفت

ان امراء مین عماد الدین زنگی اور داؤد کی شخصیت زیادہ اہم تھی، داؤد سلطان محمود کا لڑکا اور سلجوقی تخت کا اعلی وارث تھا، اور عماد الدین اپنی شجاعت و ناموری کی بنا پر امراء مین امتیازی درجہ رکھتا تھا، راشد نے ان دونون سے وفاداری کا عہد و پیمان لیکر بغداد مین سلطان مسعود کا خطبہ بند کرکے داؤد کا خطبہ جاری کردیا، اور عماد الدین کو دو لاکھ دینار فوجی انتظامات کیلیے عطا کیے۔ اس نے خراسان جاکر ضروری انتظامات کیے، بغداد مین خود مسترشد نے تیاریان کین، مسعود کو اس کا علم ہوا، تو اس نے قاصد بھیجکر راشد کو راضی کرنے کی کوشش کی، اس نے امراء سے مشورہ کیا، ان سب نے مخالفت کی اور مسعود کا قاصد ناکام واپس گیا،[2]

بغداد پر سلطان کی فوج کشی

اس کوشش مین ناکامی کے بعد مسعود نے بغداد پر فوج کشی کرکے اس کا محاصرہ کرلیا، لیکن اس مین کامیابی نہ ہوئی، اور دو مہینے کے بعد لوٹ گیا، چند دنون کے بعد امیر طرنطاے والی واسط کی مدد سے دوبارہ فوج کشی کی، راشد بھی مقابلہ کے لیے نکلا، اس مرتبہ اس کے مددگار امراء مین پھوٹ پڑگئی، اور انھون نے اپنا اپنا راستہ لیا، صرف عماد الدین زنگی ساتھ رہ گیا، راشد اس کے ساتھ موصل چلا گیا، اور ذیقعدہ ۵۳۰ھ مین بغداد پر سلطان کا قبضہ ہو گیا

بغداد مین داخلہ کے بعد اس نے یہان کے علماء، فقہاء، اور قضاۃ وشہود کو جمع کرکے ان کے سامنے راشد کا ایک تحریری حلف نامہ جو اس کے اور راشد کے درمیان ہوا تھا، پیش کیا، جس مین اس نے اقرار کیا تھا کہ اگر مین کسی وقت بھی فوجی اجتماع کرون یا بغداد سے باہر نکلون یا وابستگان سلطانی پر تلوار اٹھاؤن تو معزول سمجھا جاؤن، یہ حلف نامہ دیکھکر فقہاء نے

[1] دول الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۶ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۴

معزولی کا فتویٰ دیدیا[1]،

راشد کی معزولی | دوسری روایت یہ ہے کہ مسعود نے راشد کے مظالم غصب اموال، خونریزی اور شراب نوشی کا ثبوت فراہم کرکے علماء سے استفسار کیا کہ جس شخص میں یہ عیوب پائے جاتے ہوں کیا اسکی امامت جائز ہے؟ اور فسق کے ثبوت کے بعد سلطان وقت کو اسکا حق حاصل ہے کہ وہ ایسے شخص کو معزول کرکے کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے، اور قاضی بغداد ابو طاہر بن کرخی کے سامنے راشد کے فسق کی شہادتیں پیش کرکے ان سے اسکی معزولی کا فتویٰ حاصل کرلیا اور ذیقعدہ ۵۳۰ھ میں اسکو معزول کردیا، اسکی مدت خلافت ۱۱ مہینے تھی،

راشد کو مسترشد کے اوصاف سے کوئی مناسبت نہ تھی لیکن وہ ان سے یکسر محروم بھی نہ تھا، سیوطی کا بیان ہے کہ راشد فصیح و بلیغ تھا، ادیب و شاعر تھا، شجاع و بہادر تھا، فیاض و سیر چشم تھا، نیک سیرت تھا، برائیوں کو ناپسند کرتا تھا[2]،

سلطان مسعود کے محضر اور اسکی پیش کردہ شہادتوں سے راشد کی جو تصویر ذہن میں آتی ہے وہ صحیح نہیں ہے مسعود اور راشد کی مخالفت، راشد کی شجاعت و حوصلہ مندی کا ثبوت ہے، کوئی معمولی حوصلہ وہمت کا خلیفہ سلطان کی مخالفت کی جرأت نہ کرسکتا تھا، اور نہ سلطان کو کسی بے ضرر خلیفہ کو معزولی کرنے کی ضرورت پیش آتی، پھر سلاطین کو خلفاء کی دینی و اخلاقی حیثیت سے بحث ہی نہ تھی، وہ صرف اپنے مصالح کی بنا پر ان کے سیاسی حالات پر نگاہ رکھتے تھے، اور خلافت کی اہلیت و نااہلیت کے بارہ میں انکا معیار سیاست تھا نہ کہ مذہب، مسترشد کے ساتھ جو مسلمہ طور پر بڑا دیندار اور عابد و زاہد تھا سلطان مسعود نے جو کچھ کیا اسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، باقی سلطان مسعود جیسے بادشاہ کے لیے راشد کے خلاف شہادتیں فراہم کرلینا کوئی دشوار کام نہ تھا، یہ بھی قابل غور ہے کہ راشد کو کل دس گیارہ مہینے حکومت کا موقع ملا، اس قلیل مدت میں وہ عقلاً بھی اتنی بے عنوانیاں نہیں کرسکتا تھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۴ [2] تاریخ الخلفاء ص ۴۴۶ [3] ایضاً

ابوعبداللہ محمد بن مستظہر الملقب بہ مقتفی لامر اللہ

۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ مطابق ۱۱۳۵ء تا ۱۱۶۰ء

راشد کی معزولی کا واقعہ بالکل غیر متوقع پیش آیا تھا، اس وقت تک اس نے کسی کو ولیعہد نہین بنایا تھا، سلطان مسعود نے اس کی معزولی کے بعد امراء کے مشورہ سے اسکے چچا ابوعبداللہ محمد بن مستظہر کو جو خاندان مین سب مین ممتاز تھا، عہد و پیمان لیکر خلیفہ بنایا، اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کی بھی تعیین کردی[1]، سلطان کو مسترشد اور راشد کی آزادی کا تجربہ ہوچکا تھا اس لیے آیندہ اس قسم کے خطرات سے بچنے کے لیے یہ شرط بھی کرلی کہ ابوعبداللہ دار الخلافہ مین سفر اور نقل و حرکت کا کوئی سامان نہ رکھے گا[2]، ذی الحجہ ۵۳۰ھ مین ابوعبداللہ تخت خلافت پر بیٹھا اور مقتفی لامر اللہ لقب اختیار کیا، اس وقت چالیس سال کی عمر تھی،

سیوطی کا بیان ہے کہ مسعود نے دار الخلافہ کے تمام جانورون، اثاث البیت، طلائی و نقرئی سامانون، خیمہ و خرگاہ، سراپردۂ شاہی وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اور چار گھوڑون، آٹھ خچرون اور مقتفی کے خالصہ کے علاوہ کوئی چیز اس کے پاس نہ رہنے دی، پھر چند دنون کے بعد اس سے ایک لاکھ دینار کا مطالبہ کیا، مقتفی نے اس کے جواب مین کہلا بھیجا کہ تمھارا یہ مطالبہ کس قدر حیرت انگیز ہے، تم کو معلوم ہے کہ مسترشد تمھارے مقابلہ مین جاتے وقت خزانہ لیتا گیا تھا۔ اس کے ساتھ

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۷، [2] دول الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۳۷

جو پیش آیا وہ معلوم ہے، اس سے جو بچ رہا تھا وہ راشد ساتھ لے گیا تھا، اس کا حشر بھی نگاہوں کے سامنے ہے، اس کے بعد دار الخلافہ میں صرف ساز وسامان باقی رہ گیا تھا، اس پر تم نے قبضہ کر لیا، ٹکسال، تبرکات اور جوالی کی آمدنی تک تم نے لے لی، اب میرے پاس کیا ہے جو تمھاری فرمائش پوری کی جائے، صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہے کہ دار الخلافہ تمھارے حوالہ کر کے کہیں چلا جاؤں، یہ میں نے عہد کر لیا ہے، کہ مسلمانوں سے ایک حبہ بھی ظلم و جور سے نہ لوں گا، یہ جواب سنکر سلطان نے اسے چھوڑ دیا، اور اس کے بجائے بغداد کے صاحب جائداد امراء اور تاجروں سے روپیہ وصول کیا۔[1]

مقتفی نہایت دلیر، عالی دماغ اور باجبروت خلیفہ تھا، اس لیے سلطان نے اس پر جو پابندیاں عائد کی تھیں وہ اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں، اور رفتہ رفتہ اس نے اپنے تدبر سے خلافت بغداد میں سلجوقیوں کی مداخلت بالکل ختم کر دی، اور اس کی تخت نشینی کے چند ہی دنوں بعد سلطان مسعود کو خلافت کا نظام اور تبرکات کی آمدنی اس کے حوالہ کر دینی پڑی،[2] اسکی تفصیل آیندہ آئے گی،

راشد کی واپسی کی کوشش اور اس کا قتل اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ راشد عماد الدین زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا تھا، ۵۳۱ھ میں وہاں سے سلطان داؤد کے پاس مراغہ چلا گیا، مراغہ جانے کے بعد امیر منکبرس والی فارس اس کا نائب بوزابہ، سلطان مسعود کا حاجب عبد الرحمٰن طغایرک وغیرہ بہت سے امراء جو سلطان کے خلاف تھے مراغہ پہنچے، اور سلطان کے مقابلہ میں راشد کی مدد کے لیے تیار ہو گئے، ان میں اور سلطان میں جو جنگ ہوئی، سلطان نے ان کو شکست دیکر منکبرس کو قتل کر دیا، اور اس کی فوجیں لوٹ میں مشغول ہو گئیں، امیر بوزابہ اور عبد الرحمٰن نے پلٹ کر حملہ کر دیا، سلجوقی فوجیں منتشر تھیں، اس لیے مسعود شکست کھا گیا، اور بوزابہ نے اس کے بہت سے امراء کو گرفتار کر کے قتل کر دیا،[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۴۸ [2] ایضاً [3] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۱۶۸ و ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۳

سلطان مسعود کی شکست کے بعد بوزابہ فارس چلاگیا، اور راشد و داؤد، اتسز بن محمد خوارزم
شاہ کو ساتھ لیکر ہمدان ہوتے ہوئے عراق کی طرف بڑھے، سلطان مسعود انھیں روکنے کے لیے
پہنچا، اسے دیکھ کر اتسز خوارزم چلاگیا، اور داؤد نے فارس کی راہ لی، راشد مایوس ہوکر اصفہان
چلاگیا، اور چند دنون کے بعد رمضان ۵۳۲ھ مین خود اس کے خراسانی غلامون نے اس کو
قتل کردیا، اور وہ اصفہان مین سپرد خاک کیا گیا،[1]

خوارزمی حکومت کا قیام

آئندہ جابجا خوارزمی حکومت اور اس کے فرمانرواؤن کے حوالے آئینگے
اس لیے اس کے قیام کے مختصر حالات سن لینے چاہیئن، یہ حکومت صوبہ خوارزم مین قائم ہوئی،
اس کی ابتدائی داغ بیل مستظہر کے عہد مین پڑچکی تھی، لیکن حکومت کی شکل اس نے مقتفی کے زمانہ
مین اختیار کی، اس کا بانی اتسز بن محمد الملقب بہ خوارزم شاہ ہے، اس کا دادا انوشتگین غراجہ ملک
شاہی امیر بلکاتگین کا غلام تھا، انوشتگین عاقل و فہیم تھا، اس لیے بلکاتگین کی موت کے بعد ملک شاہ
نے اس کو خوارزم کا شحنہ بنایا تھا، انوشتگین کے بعد سلطان برکیارق نے سلطان سنجر کے مشورہ
سے ۴۹۱ھ مین اس کے ہونہار اور لایق فرزند محمد کو اس منصب پر مامور کیا، اور خوارزم شاہ
لقب دیا، اس نے تیس سال تک بڑی وفاداری اور دلسوزی سے اپنے فرائض انجام دیے،
اور سلجوقی سلاطین کا وفادار رہا،[2]

اس زمانہ مین خراسان مین سلطان سنجر کی حکومت قائم ہوچکی تھی، محمد نے اپنی کارگذاری
اور حسن خدمت سے سلطان سنجر کے مزاج مین بڑا رسوخ اور اعتماد حاصل کرلیا تھا،[3] ۵۲۱ھ
مین اس کا انتقال ہوگیا،

اتسز بن محمد خوارزم شاہ

امیر محمد کی وفاداری اور حسن خدمات کی بنا پر سلطان سنجر اس کے لڑکے

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۴ [2] تاریخ گزیدہ ج ۱ ص ۴۸۶ و ۴۸۷ [3] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۹۳

اتسز کو بھی بہت مانتا تھا، چنانچہ محمد کی موت کے بعد اتسز کو خوارزم کی حکومت عطا کی، اسے بھی شروع میں سلطان کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل رہا، اس کے دربار میں کسی امیر کو اتنا اعزاز حاصل نہ تھا، اس سے دوسرے امراء کو رشک پیدا ہوا، انھون نے سلطان اور اتسز کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر بدگمان کردیا، اور ۵۳۳ھ میں اتسز نے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا،[1]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ اپنی حکومت قائم کرنے کے منصوبے ہی میں تھا کہ سلطان کو اطلاع ہوگئی، اس نے فوج کشی کرکے اس کو خوارزم سے نکال دیا، اور اپنے بھتیجے سلیمان شاہ کو وہاں کا حاکم بنایا، اس میں حکومت سنبھالنے کی اہلیت ہی نہ تھی، اس لیے اتسز نے دو سال بعد ۵۳۵ھ میں پھر خوارزم پر قبضہ کر لیا،[2]

اتسز اور سلطان سنجر کی جنگ میں اتسز کا ایک لڑکا مارا گیا تھا، اس کے انتقام میں اس نے ترکستان کے غیر مسلم خطائیون کو سلطان سنجر کے خلاف کھڑا کر دیا، اور ۵۳۶ھ میں کئی لاکھ وحشی خطائی ماوراء النہر کے علاقہ پر ٹوٹ پڑے، سلطان کو بڑی فاش شکست ہوئی، اور اس کے بے شمار آدمی قتل و گرفتار ہوئے جن میں بہت سے علماء و فقہاء تھے، خود سلطان کی حرم اسیر ہوئی، اور اس کا کل خزانہ برباد ہوگیا، اور ماوراء النہر کا علاقہ اس کے ہاتھون سے نکل گیا،

دوسری طرف سلطان کی شکست کے بعد خود اتسز خراسان پہنچا، اور وحشیانہ قتل و غارت سے اس کو ویران کر ڈالا، اور وہان کے بڑے بڑے علماء اور ارباب کمال کو خوارزم لے گیا، البتہ نیشاپور علماء و مشائخ کی سفارش سے قتل و غارت کی مصیبت سے بچ گیا، لیکن اتسز نے سلجوقی حکومت کے تمام متعلقین کی املاک پر قبضہ کر لیا، اور سلطان سنجر کا خطبہ بند کرکے اپنے نام کا خطبہ جاری کیا، مگر چند دنون کے بعد اہل نیشاپور کی مخالفت سے ڈر کر سلطان سنجر کا خطبہ جاری کر دیا،[3]

---

[1] تاریخ گزیدہ ج۱ ص ۴۸۷ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۶ و تاریخ گزیدہ ص ۴۸۷ [3] ابن اثیر اور تاریخ گزیدہ وغیرہ نے اس کی بڑی تفصیلات لکھی ہیں، ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے،

گو اس وقت سلطان سنجر کی شکست سے اتسز کو آزادی مل گئی تھی لیکن خراسان میں اس کا مستقل قیام ممکن نہ تھا، اس لیے سنجر کی واپسی کے بعد اس نے خراسان چھوڑ دیا، اور سلطان سے تعلق منقطع کر کے خوارزم میں مستقل حکومت قائم کرلی،

سلطان اپنی شکست کے اثرات سے دو سال تک اتسز کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرسکا، ۵۳۸ھ میں اس نے خوارزم پر فوج کشی کی، مگر کامیاب نہ ہوئی، اور وہ لوٹنے کا قصد کر رہا تھا کہ خود اتسز نے آیندہ فوج کشی کے خطرہ سے بچنے کے لیے اطاعت قبول کرلی، سلطان نے بھی درگذر سے کام لیا،[۱] لیکن چند دنوں کے بعد پھر باغی ہوگیا، اس لیے ۵۴۲ھ میں پھر سلطان نے فوجکشی کی، اتسز میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس نے خوارزم کے علماء اور مشائخ کو درمیان میں ڈالا، سلطان ہر چند اس کی بار بار کی بغاوت سے تنگ آچکا تھا، لیکن علماء و مشائخ کی سفارش کو رد نہ کرسکا، اور آیندہ خطرہ کے انسداد کے لیے تیس ہزار سالانہ فوجی اخراجات کے لیے مقرر کر کے لوٹ گیا، اس کے بعد پھر اتسز کی جانب سے بغاوت کا ظہور نہ ہوا،[۲]

اس کے چند برسوں کے بعد ۵۴۸ھ میں خراسان پر غزوں کا ایسا سخت حملہ ہوا کہ خراسان بالکل زیر و زبر ہوگیا، اور اتسز کو اپنی حکومت مضبوط کرنے کا موقع مل گیا، اور ۵۵۱ھ میں تیس سال کی حکومت کے بعد اتسز کا انتقال ہوگیا،

ایل ارسلان خوارزم شاہ

اتسز کے انتقال کے بعد ۵۵۱ھ میں اس کا لڑکا ایل ارسلان جانشین ہوا، اس کے زمانہ میں سلطان سنجر کا انتقال ہوگیا، اور خراسان کا نظام درہم برہم ہوگیا، اس لیے ایل ارسلان نے مستقل حکومت قائم کرلی،[۳] جو ساتویں ہجری کے وسط تک قائم رہی،

---

۱ ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۷ ۲ تاریخ گزیدہ ص ۹۵ ۳ ایضاً ص ۱۹۰، اس میں ۶ فرمانروا ہوئے، اتسز بن محمد، ایل ارسلان بن اتسز، محمود بن ایل ارسلان، علاء الدین تکش بن ایل ارسلان، علاء الدین بن تکش، جلال الدین بن علاء الدین،

اور تاتاریون کے ہاتھون اس کا خاتمہ ہوا،

سلطان مسعود کے خلاف امراء کی بغاوت و اطاعت

سلطان مسعود کے خلاف امیر بوزابہ اور عبد الرحمن طغائرک حاجب کی بغاوت کا حال اوپر گذر چکا ہے، ایک اور امیر عباس والی رے بھی ان کے ساتھ ہو گیا، اور انھون نے سلطان کے بھائی سلیمان اور اس کے بھتیجون ملک محمد اور ملک شاہ کو ملا کر ۵۴۱ھ مین ہمدان پر فوج کشی کر دی، سلطان اس وقت بغداد مین تھا، اطلاع پاتے ہی فوراً واپس آیا، اور امیر جاولی والی آذربیجان کو ساتھ لیکر مقابلہ کیلئے نکلا، جاولی نے حسن تدبیر سے سلیمان شاہ کو الگ کر لیا، اس کے علٰحدہ ہو جانے کے بعد بوزابہ نے ہمدان چھوڑ دیا، اور عبد الرحمن و عباس نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی، اس خدمت کے صلہ مین سلطان نے امیر جاولی کی بڑی عزت افزائی کی، اس کے مراتب بڑھائے اور باغی امرا کو بھی مخالفت سے روکنے کے لیے ان کی تالیف قلب کی،[1]

ان کا قتل

اس کے تھوڑے ہی دنون کے بعد امیر جاولی کا انتقال ہو گیا، اسکی موت کے بعد امیر عبد الرحمن نے آذربیجان اور ایران کی حکومت حاصل کر لی، سلطان کو امیر جاولی سے بڑی تقویت حاصل تھی، اس کی موت سے اس کا بازو ٹوٹ گیا، اور عبد الرحمن عباس اور بوزابہ سلجوقی حکومت پر حاوی ہو گئے، اور اس کا انتظام اپنے ہاتھون مین لے لیا، سلطان ان کی مخالفت نہین کر سکتا تھا، اس لیے چار و ناچار اسے ماننا پڑا، انھون نے سلطان کے وزیر جمال الدین کو معزول کر کے تاج الدین کو جو ان کے اغراض کے لیے زیادہ مفید تھا، وزیر بنایا،[2]

گو عبد الرحمن، عباس اور بوزابہ بظاہر سلطان کے مطیع ہو گئے تھے، لیکن دل مین سب اسکے

[1] راوندی نے اسکی پوری تفصیل لکھی ہے، ہم نے خلاصہ نقل کیا ہے، دیکھو ص ۲۳۲ و ۲۳۴ [2] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۱۹۵

خلاف تھے، سلطان اس سے خوب واقف تھا، لیکن بے بسی کی وجہ سے خاموش رہا، لیکن پھر چند دنون مین مختلف تدبیرون سے تینون کا خاتمہ کرا دیا، اور اپنے معتمد علیہ غلام خاص بک کو جس نے ان لوگون کے قتل مین مدد کی تھی امیر الامراء بنا دیا،[1]

بغداد پر سلجوقی امراء کا حملہ

امیر خاص بک کی ترقی اور اس کا اعزاز ایک نئے فتنہ کا سامان بن گیا، دوسرے سلجوقی امراء سلطان کے خلاف ہوگئے، چنانچہ امیر شمس الدین ایلدکز والی گنجہ، امیر قیصر، امیر بزنقش، تاتار حاجب وغیرہ سلطان کو چھوڑ کر ۵۴۳ھ مین بغداد چلے گئے، ان کی آمد سے عراق مین بڑا اضطراب پیدا ہوگیا، مقتفی نے انھین روکنے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئے اور بغداد پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا، اہل بغداد نے عباسی فوجون کے ساتھ مل کر مدافعت کی، سلجوقی امراء انھین دھوکا دینے کے لیے ایک دن پیچھے ہٹ گئے، بغدادی ان کے تعاقب مین دور تک نکل گئے، اس وقت سلجوقیون نے پلٹ کر حملہ کر دیا، بغدادی اس حملہ کو نہ سنبھال سکے، اور سلجوقیون نے انھین بیدریغ قتل وگرفتار کیا، ہزارون بغدادی مارے گئے، اور سلجوقیون نے بغداد مین گھس کر دولتمندون سے زبردستی روپیہ وصول کیا، عورتون کو قید کیا، اور دجیل کو لوٹ لیا،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ قتل وغارت کرنے کے بعد مقتفی سے معذرت کر کے لوٹ گئے،[2] عماد الدین اصفہانی لکھتا ہے کہ مقتفی کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر انھین تیس ہزار اشرفیان دیدی جائین تو وہ لوٹ جائیں گے، مقتفی نے ارکانِ دولت کے مشورہ سے انھین روپیہ دینے کے بجائے اسکے صرف سے ایک نئی فوج تیار کر کے بزور شمشیر ان کو بغداد سے نکالا،[3]

سلطان مسعود کے چچا سنجر کو ان واقعات کا علم ہوا، تو اس نے خاص بک کو سر چڑھانے پر مسعود کو بڑی ملامت کی، اور اس کی تادیب کے لیے خود رے گیا، مسعود نے اس موقع پر

[1] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۱۹۵ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۵۰ [3] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۲۰۳

دانشمندی سے کام لیا، اور سلطان کی خدمت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، خاص بک نے علیحدہ سلطان سنجر کے لیے قیمتی ہدایا اور لوازم میزبانی بھیجے، سلطان سنجر مسعود کی اس سعادتمندی سے بہت خوش ہوا، اور اس کی سفارش سے خاص بک سے بھی رضی ہوگیا، اور اٹھارہ دن رے میں قیام کر کے خراسان واپس ہوگیا،

مسعود کی وفات | ایک مختصر علالت کے بعد رجب ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود نے وفات پائی، اس وقت کل ۴۵ سال کی عمر تھی، مدت حکومت اٹھارہ سال،

گو سلطان مسعود کا قریب پورا زمانہ شورش و انقلاب میں گذرا، لیکن وہ سلجوقی روایات کا آخری پاسبان و محافظ تھا، اس کے بعد اس جلیل القدر خاندان کی عظمت و شان ختم ہوگئی، راوندی کا بیان ہے کہ وہ بڑا قوی ہیکل اور توانا تھا، اس قد و قامت اور جسمانی قوت کا کوئی فرمانروا سلجوقی خاندان میں نہ گذرا تھا، وہ تخت سلطنت اور میدان جنگ دونوں میں مبارک قدم تھا، طبعاً خوش مزاج، خوش باش اور ظریف الطبع تھا، اس کے زمانہ میں نعمتوں کی فراوانی اور خلق آسودہ حال تھی، رعایا کو راحت و امن حاصل تھا، وہ علم دوست درویش نواز، عدل پرور، ظلم و جور سے دور، اور جہل اور نادانی کی باتوں سے نفور تھا، اسکی زندگی سادہ اور سپاہیانہ تھی، عیش و تنعم کے سامانوں سے ہمیشہ مجتنب رہا، سیر و شکار سے زیادہ دلچسپی تھی، شیر کے شکار میں بڑی مہارت رکھتا تھا، میدان جنگ میں خود دست بدست لڑتا تھا، فیاض و سیر چشم ایسا تھا کہ ہمیشہ خزانہ خالی رہا[1]،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ سلطان خوش خلق، ظریف الطبع، رعایا پرور اور اسکے مال کے بارہ میں محتاط تھا، اپنی سیرت، نرمی اور خوش اخلاقی کے لحاظ سے صالح ترین حکمرانوں میں تھا، اس کے

---

[1] راحۃ الصدور ص ۲۵ و ۲۶

مناقب بہت ہین،[1]

عماد الدین اصفہانی لکھتا ہے کہ اس کو اپنی اقبال مندی پر بڑا اعتماد تھا، سیاسی چال بازیون کی طرف کم توجہ کرتا تھا، برائیون پر بھی چشم پوشی سے کام لیتا تھا کسی جانب سے کینہ نہین رکھتا تھا، اپنے خواص اور معتمد علیہ اشخاص کے بارہ مین کسی کی شکایت کی جانب کان نہین دھرتا تھا، لیکن ان اوصاف کے ساتھ سفلہ پرور تھا،[2]

سلطان ملک شاہ بن محمود	سلطان مسعود کے بعد سلجوقی امرار نے رجب ۵۴۷ھ مین اس کے

بھتیجے، ملک شاہ بن محمود کو تخت نشین کیا، یہ بڑا عیش پرست اور غافل فرمانروا تھا، شراب وکباب مین مست رہتا تھا، جمال نام ایک عورت پر فریفتہ تھا، اسی کے اشارون پر چلتا تھا، اس لیے اس کی حکومت زیادہ دنون قائم نہ رہ سکی،

سلطان مسعود کی وفات کی خبر سنکر بغداد کا سلجوقی شحنہ مسعود بلال مقتفی کے خوف سے تکریت بھاگ گیا تھا، مقتفی نے بغداد کے تمام سلجوقی امرار کے گھرون کی تلاشی لیکر ان کے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا، اور ان کو شراب سے پاک وصاف کیا،

مسعود بلال نے تکریت جانے کے بعد حلہ پر قبضہ کر لیا، مقتفی نے عون الدین ہبیرہ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے مسعود کو حلہ سے نکال کر کوفہ اور واسط پر قبضہ کر لیا، اس درمیان مین سلجوقی فوجین عباسی فوجون کے مقابلہ کے لیے پہنچ گئین، ان کے آنے کے بعد عباسی فوجون نے واسط چھوڑ دیا، مقتفی کو خبر ہوئی تو وہ خود سلجوقیون کے مقابلہ کے لیے نکلا، اسے دیکھکر وہ لوٹ گئے، اور مقتفی حلہ ہوتا ہوا بغداد واپس گیا،[3]

ملک شاہ کی گرفتاری اور معزولی،	ملک شاہ بدستور اپنی رنگ رلیون مین منہمک تھا، امرار کو بھی باریابی

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۰، [2] تاریخ دولت آل سلجوق ص ۲۱۷، [3] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۷۰،

کا کم موقع ملتا تھا، حکومت پر خاص بک حاوی ہو گیا تھا، اس کے استبداد سے سلجوقی امراء سخت نالان تھے، ملک شاہ بھی اس سے خوش نہ تھا، اور اس کو گرفتار کرنے کی فکر مین تھا، اس لیے خاص بک نے اس کی نااہلی کی وجہ سے امراء کو اس کی معزولی پر آمادہ کر لیا، اور اسکو دعوت کے بہانہ سے ایک امیر جاندار کے گھر بلا کر مع اس کی محبوبہ جمایل کے گرفتار کر لیا، اور مرج ہمدان مین قید کر دیا،[1]

اس کی مدت حکومت کل سات مہینہ تھی،

سلطان محمد بن محمود اس کو معزول کرنے کے بعد امیر خاص بک کی نیت مین فتور آگیا، اس نے خود تاج و تخت پر قبضہ کرنا چاہا، مگر اس راہ مین ملک شاہ کا بھائی سلطان محمد جو خوزستان مین موجود تھا، حائل تھا، اس لیے خاص بک نے اس کو تخت نشین کرنے کے بہانہ سے بلا بھیجا، مگر امیر جمال الدین نے جس کو وہ لانے کے لیے بھیجا تھا، سلطان محمد کو خاص بک کی نیت سے آگاہ کر کے تاکید کر دی کہ اگر وہ ہمدان پہنچنے کے ساتھ ہی خاص بک کو نہ گرفتار کرے گا تو اس کا بھی وہی حشر ہو گا، جو اس کے بھائی ملک شاہ کا ہو چکا ہی، چنانچہ ہمدان پہنچنے کے دوسرے ہی دن جب امراء سلطان محمد کے سامنے باریاب ہو رہے تھے، خاص بک اور امیر جاندار جس کے گھر مین سلطان ملک شاہ کو گرفتار کیا گیا تھا، دونوں پکڑ کر قتل کر دیے گئے،[2]

خاص بک ترکی غلام تھا، سلطان مسعود کی نظر توجہ نے اسے امیر الامرائی کے درجہ تک پہنچا دیا، سلطان محمد کے زمانہ مین حکومت کا مختار کل بن گیا، اس نے بے اندازہ دولت اور مختلف قسم کے ساز و سامان جمع کیے تھے، اس کے بعد اس کے توشہ خانہ مین ایک ہزار معمولی اور سات سو اطلس کی پوشاکین نکلی تھین، لیکن قتل کے وقت کفن تک میسر نہ آیا،

---

[1] راحۃ الصدور ص ۲۵۴ و ۲۵۵ و تاریخ دولت آل سلجوق ص ۲۰۸، [2] راحۃ الصدور ص ۲۵۹ و ۲۶۰

خراسان پر غزوں کی یورش اور اسکی تباہی

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ہی ۵۴۸ھ مین وحشی غزوں کے ہاتھون سلطان سنجر کی شکست و گرفتاری اور خراسان کی تباہی کا واقعہ پیش آیا،

غز ترکستان کے نو مسلم وحشی قبائل تھے، خطائیون نے ماوراء النہر پر قبضہ کے بعد ان کو وہان سے نکال دیا تھا اور وہ بلخ مین سلطان سنجر کے زیر سایہ آباد ہو گئے تھے، اور اس کے معاوضہ شاہی مطبخ کے لیے چار ہزار بکریان سالانہ بطور خراج دیتے تھے، سلطانی تحصیلدار رشوت لینے کے لیے انھین بہت ستاتے تھے، اور ان کی بڑی تذلیل و تحقیر کرتے تھے، انھون نے تنگ آکر ایک تحصیلدار کو مار ڈالا،

بلخ کے سلجوقی حاکم امیر اسفہسلار قماج نے سلطان سے شکایت کی کہ غزوں کی قوت بہت بڑھ گئی ہے، اگر ان کا انتظام میرے متعلق کر دیا جائے تو مین ان کی قوت توڑ کر ان سے چار ہزار بکریون کے بجائے تیس ہزار وصول کیا کرون، قماج کی خواہش پر سلطان نے غزون کا انتظام اس کے متعلق کر دیا، اس نے ان سے مقتول تحصیلدار کا خونبہا طلب کیا، انھون نے جواب دیا کہ ہم براہ راست سلطان کی رعایا ہین، اس کے علاوہ اور کسی کی حکومت قبول نہین کر سکتے، اور قماج کو ذلت کے ساتھ واپس کر دیا، اس کی سزا مین قماج نے ان پر حملہ کر دیا، غزوں نے اسے شکست دی اور قماج اور اس کا لڑکا دونون قتل ہوئے[1]،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ قماج کو شکست ہوئی لیکن وہ خود زندہ بچ گیا، اور غزوں نے بلخ کی آبادی کو بے دریغ قتل و گرفتار کیا، اور لوٹ کر اس کو ویران کر ڈالا، بہت سے علماء و فقہاء قتل کیے اور مدرسے ویران ہو گئے[2]،

غزون کی اس وحشت و درندگی پر خود سلطان ان کی تنبیہ کے لیے نکلا، اس وقت

---

[1] راحۃ الصدور ص ۱۷۷ و ۱۷۸، [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۷۶

غزون کو ندامت ہوئی اور انھون نے سلطان کو اپنی بے گناہی کا یقین دلایا، اور کہا کہ وہ قماج کی زیادتیون سے تنگ آکر اپنی حفاظت کے لیے جنگ کرنے پر مجبور ہوگئے تھے، ورنہ وہ بدستور سلطان کی اطاعت پر قائم ہین، ان کی تاخت و تاراج سے جو نقصان پہنچا تھا، اس کے تاوان مین چاندی پیش کرنے کا وعدہ کیا، سلطان ان کی معذرت قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا، لیکن اس کے امراء نے اس کو مجبور کیا اور کہا اگر اس وقت ان کی پوری تنبیہ نہ کی گئی تو ان کی خیرہ سری اور بڑہ جائے گی، ان کے اصرار پر سلطان نے غزون کی اطاعت قبول نہ کی، دونون مین بڑی خونریز جنگ ہوئی، سلطان نے بڑی فاش شکست کھائی، اور مع امراء کے گرفتار ہوا، غزون نے امراء کو اسی وقت قتل کردیا، اور سلطان کو نام کے لیے تخت پر قائم رکھا، لیکن اختیارات تمام اپنے ہاتھون مین لے لیے، اور سلطان کی حیثیت ایک معزز قیدی کی ہوگئی،

سلطان کو شکست دینے کے بعد غزون کا ٹڈی دل خراسان پر ٹوٹ پڑا، اور مرو، طوس نیشاپور وغیرہ تمام بڑے بڑے شہرون کو لوٹ کر ویران کر ڈالا، اور ان کی ساری دولت پر قبضہ کرلیا، اصحاب ثروت کو طرح طرح کی اذیتین دیکر ان سے دولت وصول کی، بلا امتیاز مرد، عورت، بچے، علماء، مشائخ اور عام آبادی کو بے دریغ قتل کیا، عوام کے علاوہ ہزارون علماء، ومشائخ مارے گئے، مدرسے اور کتب خانے تباہ ہوگئے، اور سارے خراسان مین خاک اڑنے لگی، مورخین نے اسکی بڑی طویل تفصیلات لکھی ہین[1]،

سلطان سنجر غزون کے ہاتھون مین اسیر تھا، خراسان کے سلجوقیون کا کوئی مرکز نہ رہ گیا تھا، اس لیے بقیۃ السیف سلجوقی امراء نے غزون کے مقابلہ کے لیے سلطان کے بھتیجے سلیمان شاہ کو بادشاہ بنایا، اس مین کوئی اہلیت نہ تھی، اس لیے غزون کا طوفان نہ رکا، سلیمان شاہ کا

۱؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راحۃ الصدور ص ۱۸۰ و ۱۸۱ و ابن اثیر ج ۱۱ ص ۶۷ و ۶۸

سہارا تمامتر اس کے وزیر ابو علی بن طاہر تھا، اس کا انتقال ہوگیا، اس لیے سلیمان شاہ خراسان چھوڑکر جرجان چلا گیا،

سلیمان شاہ کے بعد سلجوقیوں نے محمود بن محمد بن بغرا خان فرمانروائے ترکستان کو جو سلطان سنجر کا حقیقی بھانجا تھا، بادشاہ بنایا، سلطان سنجر کے ایک بہادر غلام المویّد نے غزون کا نہایت پرزور مقابلہ کیا، اور انھیں شکست دیکر نیشاپور، طوس، ابیورد اور شہرستان وغیرہ سے نکال دیا، اور ۵۵۰ھ میں وہ صلح کرنے پر مجبور ہوگئے، اور المویّد نے خراسان کا بگڑا ہوا نظام از سر نو قائم کیا، اور چند دنوں میں اپنے عدل و انصاف اور شریفانہ سلوک سے اہل خراسان کو اپنا گرویدہ بنا لیا، انھوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی، اس وقت المویّد نے خراسان محمود کو حوالہ کر دینا چاہا، لیکن اس نے خراج مقرر کرکے اسی کے ہاتھوں میں انتظام رہنے دیا،[1] ۵۵۱ھ میں سلطان سنجر غزون کی قید سے چھوٹ کر مرو پہنچ گیا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد ربیع الاول ۵۵۲ھ میں اس کا انتقال ہوگیا، اس وقت ۷۲ سال کی عمر تھی،

سلطان سنجر اپنے نامور اسلاف کی روایات کا حامل اور جہانگیری و جہانداری میں الپ ارسلان اور ملک شاہ اول کا صحیح وارث و جانشین تھا، سلجوقی خاندان کی عظمت اسی کے دم سے قائم تھی، اپنے قوت بازو سے اس نے خراسان کی حکومت کو جو سلجوقیۂ ایران کی ایک چھوٹی سی شاخ تھی، نہایت طاقتور حکومت بنا دیا، اس کے نام کا خطبہ کاشغر سے لیکر عرب تک پڑھا جاتا تھا، وہ جب تک زندہ رہا سلجوقی خاندان کے ناموس کا محافظ رہا، اور اس کا شیرازہ نہ بکھرنے دیا، اس کے بعد اس خاندان عالی پر زوال آگیا،

راوندی کا بیان ہے کہ اس میں خسروانِ عجم اور سلاطینِ کیانی کی ہیبت و عظمت تھی، وہ

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۹

آئینِ جہانداری، قوانینِ شہریاری، قواعدِ بادشاہی اور ناموسِ ملک داری کا ماہر تھا، اس کو شہرت و ناموری، مال و دولت، فتح و فیروزمندی، ساری نعمتیں حاصل تھیں، گو معمولی باتوں میں سادہ دل تھا لیکن جنگی امور میں صائب الرائے اور مستقل مزاج تھا، عدل، تقویٰ اور پاکدامنی سے آراستہ تھا، چالیس سال میں انیس فتوحات حاصل کیں، کسی مہم میں ناکام نہ ہوا، اس نے غزنویوں کے پائے تخت کو فتح کر لیا جس کی ہمت کسی سلجوقی فرماں روا نے نہ کی تھی، اس کا خطبہ کاشغر سے لے کر یمن، طائف، مکہ، عمان اور آذربیجان تک جاری تھا، وہ مبارک سایہ اور خدا ترس تھا، اس کے زمانہ میں خراسان مرجعِ انام اور علم و ہنر کا مرکز و مخزن بنگیا علماء کا احترام کرتا تھا، زہاد اور مشائخ سے عقیدت رکھتا تھا، اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا، اسکے زمانہ میں خراسان کا علاقہ دارالعلم بنگیا تھا، اسکے بڑے بڑے شہر مدارس و کتب اور علماء و اربابِ کمال سے معمور تھے، یہ سارے مدارس غزوں کی یورش سے ویران ہو گئے،

سلطان سنجر کے بعد اس کا بھانجا سلطان محمود بن محمد باقاعدہ اس کا جانشین تسلیم کر لیا گیا، لیکن اس کی حکومت برائے نام تھی، اصل حکمران المؤید تھا، چند دنوں کے بعد المؤید نے پھر غزوں کو چھیڑ دیا، اور دونوں میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی جس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے،

تکریت پر مقتفی کی فوج کشی اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ۵۴۲ھ میں مقتفی نے مسعود بلال کو تکریت سے نکال دیا تھا، اسکی واپسی کے بعد پھر مسعود تکریت پہنچ گیا تھا، اور دونوں میں کئی سال تک کشمکش جاری رہی، مقتفی نے کئی مرتبہ فوجیں بھیجیں لیکن مستقل قبضہ نہ ہو سکا، اس لیے ۵۴۹ھ میں وہ خود بنفس نفیس گیا، بکمزا میں بڑا زبردست معرکہ ہوا، مقتفی نے خود دست بدست جنگ کی، اٹھارہ دن کی خونریز جنگ

۱؎ راحۃ الصدور ص ۱۲۸ و ۱۷۱، ۲؎ ابن اثیر ج ۱۱ ص ۶۶ و ۶۷

کے بعد مسعود بلال کو شکست ہوئی، اور اس کا کل سامان مقتفی کے قبضہ میں آیا، اسکی واپسی کے بعد مسعود نے واسط کو لوٹ لیا، اس مرتبہ مقتفی نے وزیر عون الدین ابن ہبیرہ کو بھیجا، اس نے بھی مسعود کو بڑی فاش شکست دی، اس شکست سے عجمیون کی قوت بالکل ٹوٹ گئی، اس کے بعد پھر مسعود نے سر اٹھانے کی ہمت نہ کی، مقتفی نے اس خدمت کے صلہ میں ابن ہبیرہ کو "سلطان العراق وملک الجیوش" کے معزز لقب سے ملقب کیا[1]،

ہمدان پر سلیمان شاہ کا قبضہ اور اس کا فرار

سلطان مسعود نے اپنے بھائی سلیمان شاہ کو قید کر دیا تھا، اس کی موت کے بعد وہ چھوٹ کر آذربیجان پہنچا، اور آس پاس کے امراء اور اپنے سالے خوارزم شاہ کی مدد سے سلطان محمد کو ہمدان سے نکال کر اسکے تاج وتخت پر قبضہ کر لیا اور فخر الدین کو وزارت اور خوارزم کو حجابت کے عہدون پر ممتاز کیا، یہ تقرر دوسرے امراء پر گراں گذرا، اور وہ اس کے خلاف ہوگئے، اور سلیمان شاہ کو گرفتار کرکے پھر سلطان محمد کو بادشاہ بنانا چاہا، سلیمان کو اس کی خبر ہوگئی، اس میں امراء کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے راتوں رات ہمدان سے نکل گیا، اور پھر سلطان محمد واپس آگیا[2]،

ہمدان پر دوبارہ سلیمان شاہ کی فوج کشی اور ناکامی

مقتفی نے سلطان محمد کی پیہم درخواستون کے باوجود اب تک بغداد میں اس کے نام کا خطبہ نہ جاری کیا تھا[3]، سلیمان شاہ ہمدان سے نکلنے کے بعد پھرتا پھراتا ۵۵۱ھ میں بغداد پہنچا، مقتفی کو ایک مہرہ ہاتھ آیا، اس نے اس کی بڑی پذیرائی کی اور اس کو ایران کی حکومت دیکر سلطان محمد کے خلاف کھڑا کر دیا، سلیمان شاہ نے آذربیجان کے امراء کو ساتھ لیکر پھر ہمدان پر فوج کشی کی، لیکن اس مرتبہ سلطان محمد نے اسے فاش شکست دی اور وہ شکست کھا کر موصل چلا گیا، یہاں عماد الدین زنگی کے نائب

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۶۳ و ۶۴، [2] راحۃ الصدور ص ۲۵۲ تا ۲۶۵ ملخصاً، [3] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۰

نے اس کو قید کر دیا،[۱]

سلیمان شاہ کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد سلطان محمد نے بغداد کا محاصرہ کیا، ابھی اس کا سلسلہ جاری تھا کہ سلطان محمد کا دوسرا بھائی ملک شاہ ہمدان پہنچ گیا، اسلیے اس کو لوٹ جانا پڑا، لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ملک شاہ نے ہمدان چھوڑ دیا،[۲]

سلطان محمد کی وفات بغداد سے واپسی کے بعد ہی سلطان محمد سل میں مبتلا ہو گیا، اور ڈیڑھ سال کی علالت کے بعد ذی الحجہ ۵۵۴ھ میں انتقال کر گیا، اس کے صرف ایک صغیر السن بچہ تھا، اس کو وہ مرتے وقت امیر اقسنقر احمد یلی کے سپرد کر گیا تھا، سلطان کی وفات کے بعد امیر اقسنقر اس کو ساتھ لے کر مراغہ چلا گیا، سلطان محمد کی عمر کل ۳۲ سال کی تھی، مدت حکومت آٹھ سال،

گو سلطان ناکام فرمانروا تھا، لیکن اس میں ذاتی اوصاف و محامد موجود تھے، راوندی لکھتا ہے کہ سلطان محمد خوش جمال، زیبا شمائل، صائب الرائے، نیک سیرت، پابند عہد، دیندار، علم دوست، علما نواز، شیریں زبان، دقیق النظر اور معانی شناس فرمانروا تھا،[۳]

عماد الدین زنگی کے صلیبی محاربات سلیمان شاہ کی تخت نشینی کے بعد ہی مقتفی کا زمانہ ختم ہو گیا، اسی دور میں دوسری جنگ صلیبی ہوئی اور عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کے مقابلہ میں بڑے کارنامے انجام دیے، اس کا مختصر حال یہ ہے:

مسترشد کے زمانہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ عماد الدین زنگی نے ۵۲۴ھ میں قلعہ اثارب پر قبضہ کر کے نواح حلب میں عیسائیوں کی قوت کمزور کر دی تھی، اس کے بعد سلجوقیوں کی خانہ جنگی اور موصل کے حالات کی وجہ سے اس کو آٹھ دس سال تک شام کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا، اور اس درمیان میں وہ کردستان کو مسلمان امرا کے اثر سے صاف کرتا رہا،

۱؎ راحۃ الصدور ص ۲۷۶ ۲؎ ایضاً ۲۷۰ تا ۲۷۹ ۳؎ ایضاً ص ۲۷۵

اس سے فراغت کے بعد ۵۳۱ھ میں پھر وہ شام کی جانب متوجہ ہوا، اس کی راہ میں سب سے زیادہ حائل دمشق کی پوری حکومت تھی، اس کے کمزور فرمانروا اپنی زوال پذیر حکومت کو عماد الدین سے بچانے کے لیے فرنگیوں سے مل گئے تھے، وہ بھی ایک بڑے حریف کے مقابلہ میں اس مہرہ کو غنیمت سمجھتے تھے، اس لیے ۵۳۱ھ میں عماد الدین نے دمشق کے علاقہ حمص پر فوج کشی کی لیکن فرنگی اس کی مدد پر تھے[1]، اس لیے عماد الدین کو کامیابی نہ ہوئی، اور وہ چند دنوں کے محاصرہ کے بعد وہ لوٹ گیا[2]،

چند دنوں کے بعد فرنگیوں کو حکومت دمشق سے الگ کرنے کے لیے حصن بارین پر جو ان کا بڑا مستحکم قلعہ اور اہم مرکز تھا، فوج کشی کی، شام کے تمام فرنگی فرمانرواؤں نے مل کر مقابلہ کیا، عماد الدین نے انھیں شکست دیکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا، چند دنوں کے بعد فرنگی محاصرہ کی سختی سے گھبرا کر اس شرط پر قلعہ حوالہ کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ انھیں جان بچا کر نکل جانے دیا جائے، عماد الدین نے انکار کر دیا، اسی دوران میں عماد الدین کو اطلاع ملی کہ فرنگیوں کی تازہ دم فوجیں بارین کے محصورین کی مدد کے لیے آ رہی ہیں، بارین کے فرنگیوں کو اس کا علم نہ تھا، اس لیے انھوں نے پھر درخواست کی، اس مرتبہ عماد الدین نے منظور کر لی اور فرنگی بارین چھوڑ کر نکل گئے، راستہ میں ان کو امدادی فوجیں ملیں، لیکن اب قلعہ ہاتھوں سے نکل چکا تھا، بارین کے فرنگیوں سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچ رہا تھا، انھوں نے حماۃ اور حلب کا علاقہ ویران کر ڈالا تھا، اور تمام راستے بند ہو گئے تھے، بارین پر قبضہ کے بعد امن وامان قائم ہو گیا،

لین پول لکھتا ہے کہ بارین پر قبضہ کے بعد عماد الدین نے اس کے فرمانروا افاکس کیساتھ

---

[1] صلاح الدین لین پول ترجمہ اردو ص ۱۷، [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۹

بڑا شریفانہ برتاؤ کیا، اور اسے شاہی خلعت عطا کیا۔[1]

بارین فرنگیوں کا اہم مرکز تھا، اس لئے اس کے محاصرہ کے دوران ہی ین قیصر کی مدد حاصل کرنے کے لیے شام کے راہبوں کی ایک جماعت قسطنطنیہ پہنچ گئی تھی، اور قیصر کمنی نس کو یقین دلایا کہ اگر بارین عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گیا تو مسلمان پورے شام پر قابض ہو جائیں گے،[2] چنانچہ قیصر ایک لشکر جرار لیکر شام پہنچا، حسب معمول دمشق کی حکومت نے اس کا ساتھ دیا، عماد الدین زنگی اس وقت موصل واپس جاچکا تھا، قیصر نے اس کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، اور اس کے پاس دوستانہ پیام اور عقاب اور شکاری چیتے ہدیہ بھیج کر اس سے وعدہ کیا کہ وہ زنگی حکومت کے علاقہ حلب سے کوئی تعرض نہ کرے گا،[3] اور شام کے فرنگیوں کی مدد سے بزاعہ اور کفرتاب پر قبضہ کرکے اس کی پوری مصافی آبادی کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرکے شیزر کا محاصرہ کرلیا، اس کے فرمانروا علی بن منقذ نے عماد الدین سے مدد طلب کی، وہ فوراً آیا اور بزاعہ کے قریب حماۃ میں ٹھہرا، قیصر کی فوجیں پہاڑ کی آڑ میں تھیں، عماد الدین نے اس سے کہلا بھیجا کہ کھل کر میدان میں آؤ، تو ہمارا تمہارا فیصلہ ہو جائے، لیکن عماد الدین کے خوف سے اس کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی، عماد الدین نے اس کو واپس کرنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ایک طرف شام کے فرنگی فرمانرواؤں کو یقین دلایا کہ اگر قیصر ایک قلعہ پر بھی قابض ہو گیا تو پھر شام کا کوئی حصہ ان کے قبضہ میں نہ رہنے دیگا، دوسری طرف قیصر کو یہ گمان کرا دیا کہ شام کے فرنگی اس سے ملے ہوئے ہیں، اس تدبیر سے دونوں میں بدگمانی پیدا ہو گئی، اور قیصر چوبیس دن کے بعد اپنے تمام قلعہ شکن آلات و اسلحہ چھوڑ کر لوٹ گیا،[4]

لین پول لکھتا ہے کہ عماد الدین کی چند سیاسی چالوں اور معتدبہ رقم نے قیصر کی نیت

۱؎ صلاح الدین ص ۴۴ ۲؎ ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۰ ۳؎ صلاح الدین ص ۴۷ ۴؎ دولت اتابکیہ ص ۹۸ تا ۱۰۰

بدل دی، لاطینی شہزادوں کی بے پروائی اور لہو ولعب سے بھی اسے نفرت ہو چلی تھی، اس لیے چوبیس دن کے بعد بھاگ کھڑا ہوا، اور منجنیقین اور دیگر آلات چھوڑتا گیا، جو عماد الدین کے قبضہ میں آئے، اور یورپ کی یہ لشکر کشی بے کار ثابت ہوئی،[1]

قیصر کی واپسی کے بعد ۵۳۳ھ میں عماد الدین نے دمشق کا محاصرہ کیا اور یہاں کے قبیلہ زناطہ اور احداث کو بلاکر انھیں شہر حوالہ کرنے پر آمادہ کرلیا، لیکن پھر بعض حالات کی بنا پر دمشق چھوڑ کر مجیر الدین آبق والی دمشق کے کارپرداز سلطنت معین الدین انز کے علاقہ بعلبک پہنچا اور معین الدین کو شکست دیکر بزور شمشیر بعلبک پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد دمشق کی واپسی کا ارادہ کررہا تھا کہ مجیر الدین آبق نے اس کی اطاعت قبول کرلی،[2] لین پول کا بیان ہے کہ بعلبک پر قبضہ اور یہاں کی فوج کے قتل عام سے معین الدین عماد الدین سے اتنا برہم ہوگیا کہ اس نے عیسائیوں سے معاہدہ کرلیا کہ وہ یروشلم کی حکومت کو بیس ہزار اشرفی سالانہ دیا کرے گا، اور بانیاس پر اس کا قبضہ کرادے گا، اس کے معاوضے میں عیسائیوں نے عماد الدین کو شام سے نکال دینے کا وعدہ کیا،[3]

بعلبک پر قبضہ کے بعد عماد الدین زنگی موصل لوٹ گیا اور کئی سال تک وہاں کے اندرونی معاملات میں مشغول رہا، پھر ۵۳۹ھ میں شام کا رخ کیا،

شام میں یروشلم اور انطاکیہ کے بعد عیسائیوں کا سب سے بڑا مرکز رہا کی حکومت تھی، اس کے حدود دیار بکر تک وسیع تھے، اس کا فرمانروا کورنٹی جوسلن نہایت متعصب عیسائی اور مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا، اس کی تاخت وتاراج سے کردستان اور دیار بکر کے سارے مسلمان نالاں تھے،[4]

---

[1] صلاح الدین ص ۴۸ [2] دولت اتابکیۂ موصل ص ۱۰۴ و ۱۰۵ [3] صلاح الدین ص ۴۹

[4] دولت اتابکیۂ موصل ص ۱۱۸ و ۱۲۰

لین پول کا بیان ہے کہ جب تک اتابک زنگی کا پرانا دشمن کونٹ جوسلن اول رہا پر جو اسقف کا مستقر تھا، قابض و متصرف رہا، زنگی اس کے قریب تک نہ آسکا، جوسلن ایک بے قرار اور بے چین آدمی تھا، دیار بکر اور شام میں وہ ہمیشہ قہر کی صورت بنا رہا، عیسائیوں کی ریاست رہا سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم مقام تھا، لیکن جوسلن اب مرچکا تھا، اس کا جانشین جوسلن ثانی گو باپ ہی کی طرح بہادر تھا، لیکن بہادری کا دورہ کبھی کبھی اٹھتا تھا، ویسے وہ کاہل، سست اور عیش پسند تھا،[1]

اس لیے عماد الدین نے رہا پر فوج کشی کا ارادہ کیا، لیکن اگر وہ براہ راست اور علانیہ رہا کا قصد کرتا تو شام کی کل عیسائی حکومتیں مقابلہ میں اٹھ کھڑی ہو جاتیں، اس لیے جوسلن کو غافل کرنے کے لیے پہلے وہ دیار بکر کے مسلمان امرا سے جنگ میں مشغول ہو گیا، جوسلن اسے مشغول دیکھ کر شامی مقبوضات کے معائنہ کے لیے چلا گیا،[2] لین پول کا بیان ہے کہ رہا کی حفاظت کالدی اور ارمنی تاجروں کے سپرد کر کے اپنی جاگیر تل باشر چلا گیا، عماد الدین کے جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی، وہ اطلاع پاتے ہی رہا پہنچ گیا، اور شہر کے باشندوں سے کہلا بھیجا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر کے شہر حوالہ کر دیں، تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، لیکن انھوں نے انکار کیا، ان کے انکار پر شہر کا محاصرہ کر لیا، رہا بڑا مضبوط و مستحکم شہر تھا، چاروں طرف سنگین شہر پناہ تھی، اتابک زنگی نے قلعہ شکن آلات کے ذریعہ اس کو توڑ دیا، شہر کی آبادی زنگی فوجوں کو روکنے میں ناکام رہی، اور جمادی الثانی ۵۳۹ھ میں رہا میں داخل ہو گیا،[3]

لین پول لکھتا ہے کہ عیسائیوں نے رہا پر قبضہ کے زمانہ میں مسلمانوں پر جو مظالم نشانہ کیے تھے، اور جس طرح بالڈون کے شہسوار اور جوسلن ان کے لیے قہر خدا بنے ہوئے تھے، اس کے

---

[1] صلاح الدین ص ۵۰ [2] اتابکیۂ موصل ص ۱۱۹ [3] ایضاً ص ۱۲۲

انتقام کا وقت آگیا تھا چنانچہ رہا پر قبضہ کے بعد اتابکی فوجوں نے عیسائی آبادی کو بے دریغ قتل وگرفتار کیا، ہزاروں عیسائیوں کو لونڈی غلام بنا ڈالا صلیبیں توڑ دیں، راہبوں کو قتل کیا اور شہر کی ساری دولت پر قبضہ کر لیا،

لیکن اس کے بعد جب خود عماد الدین شہر میں داخل ہوا اور اس کی شان و عظمت اور خوشنما عمارتوں کو دیکھا تو ایسے خوبصورت شہر کو برباد کرنا مناسب نہ معلوم ہوا، اور اپنی سپاہ کو غارتگری سے روک دیا، اور عام حکم دیدیا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے، جتنے عیسائی لونڈی غلام بنائے گئے ہیں اور جس قدر زر و مال لوٹا گیا ہے سب واپس کر دیا جائے، اور جو لوگ زندہ بچ گئے تھے انھیں ان کے گھروں میں آباد کیا تاکہ شہر کی رونق اور مرفہ الحالی میں کمی نہ ہو، اور شروع میں جو غارتگری ہوئی تھی اس کی تلافی میں کوئی دقیقہ محنت اور توجہ کا فروگذاشت نہ کیا،[1]

رہا فرنگیوں کا نہایت اہم مرکز تھا، اس کے نکل جانے سے ساری عیسائی دنیا میں اضطراب پیدا ہوگیا[2] سینٹ برناڈ نے ایک نئی جنگ صلیبی کے لیے وعظ کہنا شروع کیا، لوئی ہفتم اور شہنشاہ کونراڈ نے اس کا بیڑا اٹھایا، مگر اس کی کوشش بیکار ثابت ہوئی،[3]

رہا پر قبضہ کے بعد امیر زنگی نے جعبر سان کے ایک قلعہ حصن برہ کا محاصرہ کیا، لیکن اسی دوران میں اس کے نائب نصیر الدین جعفر کے قتل کی خبر آگئی، اس لیے وہ موصل لوٹ گیا،[4]

امیر زنگی کا واقعۂ قتل

ربیع الاول ۵۴۱ھ میں امیر زنگی کے قتل کا اندوہناک واقعہ پیش آیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زنگی حکومت کے عین وسط میں جعبر کے قلعہ پر بنی مروان قابض تھے،

---

[1] صلاح الدین ص ۵۲ و دولت اتابکیہ ص ۱۲۳ [2] تاریخ یورپ اکیو تھیر ج اول ص ۲۸۸
[3] تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۳۵۹ [4] تاریخ اتابکیہ موصل ص ۱۲۶

۵۴۱ھ میں امیر زنگی نے اس کا محاصرہ کیا،

ارمنی، رومی اور ترک غلاموں کے بارہ میں امیر سخت گیر واقع ہوا تھا، اس کی سختی کی وجہ سے بعض غلام اس کے دشمن ہو گئے تھے[1]، چنانچہ جعبر کے محاصرہ کے درمیان مین ایک شب کو جبکہ امیر سویا ہوا تھا، ان غلامون نے موقع پاکر قتل کر دیا، قتل کے وقت ساٹھ سال سے اوپر عمر تھی، مدت حکومت بیس سال،

مسلمانون کے دور عروج میں صدیون تک ان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ جب کسی اسلامی حکومت پر سیاسی زوال یا مسلمانون پر کوئی نازک وقت آیا تو کوئی نہ کوئی شخصیت ایسی پیدا ہو گئی جس نے مسلمانون کی گرتی ہوئی عمارت سنبھال لی، ایک زمانہ تک مسلمانون میں نئی نئی قوتون کے ابھرنے کا سلسلہ ایسا قائم رہا کہ ایک خاندان کے زوال کے بعد ہی فوراً دوسرا خاندان اس کی جگہ لے لیتا تھا، چنانچہ سلجوقیوں کے زوال کے بعد اتابکی خاندان پیدا ہو گیا جس نے شام و جزیرہ اور کردستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستون کو ختم کر کے ایک متحدہ حکومت قائم کر دی، اور شام میں صلیبیون کی بڑھتی ہوئی قوت کو روک دیا،

صلیبی لڑائیون کا سلسلہ اتابکی خاندان کے وجود میں آنے سے بہت پہلے چھڑ چکا تھا، اور شام، مصر اور جزیرہ وغیرہ کے مسلمان فرمانرواؤن نے اپنے مقدور بھر صلیبیون کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان میں سے کسی میں تنہا مقابلہ کی قوت نہ تھی، اور آپس مین ایسا اختلاف تھا اور ان کے اغراض ایک دوسرے سے اتنے مختلف تھے کہ وہ مل کر مقابلہ نہ کر سکتے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ شام میں صلیبیون کا زور بڑھتا جاتا تھا، صرف چند چھوٹے چھوٹے مقامات مسلمانون کے پاس رہ گئے تھے، اور وہ صلیبیون کے زیر اثر ہوتے

[1] دولت آل سلجوق ص ۱۸۹

جاتے تھے عین ان حالات میں عماد الدین کا ظہور ہوا، سب سے اول اسی نے صلیبیوں کی قوت پر کاری ضرب لگائی اور آیندہ آنے والوں کے لیے راستہ صاف کر گیا، ایوبی خاندان اسی کا ساختہ پرداختہ تھا، جس نے بیت المقدس کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا، اس طرح اس مقدس جہاد کا پہلا ہیرو اور اس قافلہ کا پہلا قافلہ سالار عماد الدین ہی تھا،

اس پہلو سے قطع نظر وہ ذاتی اوصاف و محامد اور جہانبانی اور حکمرانی کے نقطۂ نظر سے بھی ایک بہترین فرماں روا تھا شجاعت و شہامت، تدبیر و سیاست، عدل و انصاف و دینداری تمام اوصاف میں کامل تھا، موصل کی ایک معمولی ریاست کو بیس برس کے عرصہ میں ایک طاقتور حکومت بنا دیا، اس کا دفتری نظام نہایت وسیع تھا، اتابکی حکومت کے دفاتر عظمت و شان اور مصارف کی کثرت میں سلجوقیہ عظمیٰ کے دفاتر کی ہمسری کرتے تھے اور ان میں کاموں کی اتنی کثرت اور اتنا تنوع تھا کہ کوئی صاحب کمال موصل میں آنے کے بعد بیکار نہ رہنے پاتا تھا، اور کسی نہ کسی شعبہ میں لگ جاتا تھا، جاسوسی اور خبر رسانی کا محکمہ اتنا وسیع تھا کہ ملک کی چھوٹی سی چھوٹی خبر اور وابستگان دولت کی پرائیویٹ صحبتوں کے حالات تک سے عماد الدین باخبر رہتا تھا، آس پاس کی تمام حکومتوں میں اس کے جاسوس مقرر تھے، جو وہاں خبریں پہنچاتے رہتے تھے، امیر زنگی مہمات امور سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے معاملات تک کی خود نگرانی کرتا تھا، اس کا قول تھا کہ اگر چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو وہی بڑھ کر بڑی بن جائیں گی،

عدل و انصاف کے قیام اور ظلم و جور کے انسداد میں اس کو بڑا اہتمام تھا، ملک میں کوئی قوی کسی کمزور پر زیادتی کی جرأت نہ کر سکتا تھا، بلا امتیاز مسلم اور غیر مسلم سب کے ساتھ انصاف ہوتا تھا، شخصی حکومتوں میں رعایا پر ظلم و زیادتی کا ایک بڑا سبب، امراء و عمائد سلطنت کی حرص دولت رہا کی ہے، امیر زنگی نے انھیں قانوناً زمین و املاک حاصل کرنے کی ممانعت کر دی تھی، وہ کہا کرتا

تھا کہ جب تک حکومت ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس وقت تک امراء کو املاک حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اور جب حکومت جاتی رہے گی، تو اس کے ساتھ املاک بھی نکل جائے گی، اور جب ملک کی املاک سلطانی امراء کے ہاتھوں میں چلی جائے گی تو وہ لازمی طور پر رعایا پر زیادتی کریں گے اور ان کی ملک غصب کریں گے،

ملک کی آبادی اور سرسبزی و شادابی کی جانب خاص توجہ تھی، موصل کا علاقہ بالکل بنجر اور ایسا ویران تھا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر دشوار تھا، آبادی اور عمارتیں بہت کم، اور باغات اور میووں کا نام و نشان نہ تھا، عماد الدین نے بکثرت عمارتیں بنوائیں، باغات لگوائے اور آبادیاں قائم کیں، موصل کے امن و امان اور عدل و انصاف کو دیکھکر دوسرے مقامات کے لوگ بکثرت یہاں آکر متوطن ہو گئے، اور چند دنوں میں موصل کا پورا علاقہ نہایت آباد اور سرسبز و شاداب ہو گیا،

امرائے دولت کی پوری نگرانی رکھتا تھا کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھنے دیتا تھا، اور نہ بلا وجہ کسی کو گراتا تھا، ان پر اعتماد بھی رکھتا تھا لیکن ان کی حد سے آگے بھی نہ بڑھنے دیتا تھا، اس سے اس کی حکومت میں ہمیشہ توازن قائم رہا، مورخین نے اس کے بہت سے اوصاف و کمالات لکھے ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے،

نور الدین محمود زنگی	امیر زنگی کے کئی لڑکے تھے، سیف الدین غازی سب میں بڑا تھا، عماد الدین

کی وفات کے بعد اس کے نائب زین الدین علی کوچک نے سیف الدین غازی کو تخت نشین کیا، دوسرا لڑکا نور الدین جعبر کے محاصرہ میں باپ کے ساتھ تھا، اس نے امیر کی وفات کے بعد حلب پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی، اس طرح اتابکی حکومت کی دو شاخیں ہو گئیں، موصل اور

لہ یہ تمام واقعات دولت اتابکیہ سے ملخصاً ماخوذ ہیں، ص ۱۳۶ تا ۱۵۰

حلب میں گو اصل حکومت موصل کی تھی، لیکن نور الدین نے اپنے کارناموں سے حلب کی حکومت کو مرکزی حکومت بنا دیا اور صلیبی جہاد میں بھی اسی نے عماد الدین کی نیابت کی اور ہمارا تعلق صرف مجاہدات صلیبی کی حد تک اتابکی حکومت سے ہے، اس لیے آیندہ سطور میں صرف نور الدین کے حالات لکھے جائینگے۔

نور الدین کی ساری زندگی میدان جہاد میں گذری اور امیر کی وفات کے بعد ۵۴۱ھ سے لیکر اپنی موت ۵۶۹ھ تک برابر صلیبی مجاہدات میں مشغول رہا، اس مدت میں سیکڑوں معرکے پیش آئے، ان سب کی تفصیل بہت طویل ہے، اس لیے صرف اہم واقعات کو مختصراً لکھنے پر اکتفا کی جائے گی،

رہا پر جوسلن کی فوج کشی اور ناکامی رہا جوسلن کی قوت کا مرکز تھا، اس لیے وہ آسانی کے ساتھ اس کو چھوڑنے والا نہ تھا، لیکن عماد الدین کی زندگی میں اس کی ہمت نہ ہوئی، اس کی وفات کے بعد جوسلن نے رہا کی آبادی سے جو زیادہ تر عیسائی ارمنوں پر مشتمل تھی، سازباز کرکے فوج کشی کر دی، اور ارمنوں نے شہر اس کے حوالہ کر دیا، قلعہ کے محافظ مسلمانوں نے روکنے کی کوشش کی، اس دوران میں نور الدین فوجیں لیکر پہنچ گیا، جوسلن اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا اور نور الدین نے دوبارہ رہا پر قبضہ کر لیا، اور ارمنوں کی بغاوت کے انتقام میں اس کو بالکل ویران کر ڈالا،

رہا پر قبضہ کے بعد نور الدین کا بھائی سیف الدین غازی شام آیا، اس کے خوف سے نور الدین کو اس سے ملنے میں تامل ہوا، سیف الدین نے اسے بلا بھیجا، وہ ڈرتے ڈرتے گیا، سیف الدین نے اسے گلے لگا کر اطمینان دلایا کہ میرے دل میں تمھارے لیے کبھی کوئی برا خیال نہیں پیدا ہوا، تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، تمھارے ساتھ برائی کرکے مجھے زندگی میں کیا لطف حاصل ہوگا، اور اسے مطمئن کرکے یہ کہکر حلب واپس کر دیا کہ میں نے صرف اس لیے تم کو بلایا تھا، کہ فرنگیوں اور دوسرے فرمانرواؤں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم دونوں میں پورا اتحاد و اتفاق ہے،

اگر کوئی ایک کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کریگا تو دوسرا اس کا پورا معاون و مددگار رہے گا۔[1]

رہا کی پہلی فتح کے بعد ہی سے یورپ میں دوسری جنگ صلیبی کے لیے کوشش جاری تھی لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے دو سال تک اس میں کامیابی نہ ہو سکی تھی، بالآخر سینٹ برناڈ لوئی ہفتم بادشاہ فرانس اور کونریڈ سوم بادشاہ جرمنی کی پیہم کوششوں سے ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۸ء میں لوئی ہفتم کی قیادت میں کئی لاکھ فرانسیسی اور جرمن فوجیں ایشیائے کوچک ہوتی ہوئی شام پہنچیں، عماد الدین کی وفات کے بعد اتابکی حکومت کے ساتھ دمشق کی حکومت کی مخاصمت ختم ہو گئی تھی، اور اس کو فرنگیوں کی ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، اس لیے اس مرتبہ معین الدین انز نے صلیبیوں کا ساتھ نہیں دیا، اور ان کو پاس تک نہ پھٹکنے دیا،[2] اس لیے صلیبیوں نے سب سے پہلے اسی کو زیر کرنے کی کوشش کی معین الدین انز نے پامردی سے مدافعت کی لیکن متحدہ جرمن اور فرانسیسی فوجوں کا مقابلہ تنہا اس کے بس سے باہر تھا، اس لیے وہ سیف الدین غازی سے مدد کا طالب ہوا، وہ دونوں بھائی فوجیں لیکر پہنچے معین الدین انز نے یورپ کے صلیبیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ شہنشاہ مشرق پہنچ گیا ہے، اگر تم لوگ واپس نہ گئے تو میں دمشق اس کے حوالہ کر دوں گا، اس وقت تم اس سے بچ کر نہ جا سکو گے، اور شام کے عیسائیوں کے پاس پیام کہلایا کہ تم لوگ بھی ان پردیسیوں کی مدد کر کے کیسی حماقت کر رہے ہو، یاد رکھو اگر انھوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا تو پھر تمھارے شامی مقبوضات کی خیر نہیں، وہ ان کو تم سے چھین لیں گے، اور اگر میں نے دمشق سیف الدین کے حوالہ کر دیا تو پھر کوئی قوت بیت المقدس کو اس کے قبضہ سے نہیں بچا سکتی، اس لیے تم ان کو واپس کر دو، میں اس کے صلہ میں بانیاس کا قلعہ تم کو دیدوں گا، ان لوگوں میں خود باہم اعتماد نہ تھا، اسلیے شام کے فرنگیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، ان کی علحدگی کے بعد جرمن اور فرانسیسی فوجیں

---

[1] دولت اتابکیہ ص ۸۰ [2] صلاح الدین ص ۵۹

محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوگئیں، اور بقول لین پول ۱۱۴۹ء میں یورپ کے یہ بہادر سورما جو دوسری جنگ صلیبی لڑنے آئے تھے، اپنے اپنے وطن واپس جاتے نظر آئے،[1] اور نورالدین و سیف الدین بھی اپنے اپنے مقامون پر لوٹ گئے،

اس سلسلہ میں یہ سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے کہ اس جنگ میں دمشق کے ایک ممتاز ضعیف العمر عالم اور شیخ وقت حجۃ الدین یوسف مغربی بھی شریک تھے معین الدین انز نے ہر چند ان سے درخواست کی کہ آپ ضعف پیری کی وجہ سے معذور ہیں، آپ میں لڑنے کی طاقت باقی نہیں ہے، ہم لوگ اس فرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہین، لیکن شیخ نے کلام مجید کی اس آیت اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں خدا کے ہاتھ جان و مال بیچ چکا ہون اور میدان جنگ میں لڑکر شہادت حاصل کی،[2]

سیف الدین غازی کا انتقال

دمشق سے واپسی میں نورالدین نے طرابلس الشام کے قلعہ عریمہ پر قبضہ کیا، جمادی الثانی ۵۴۴ھ میں سیف الدین غازی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد اس کا تیسرا بھائی قطب الدین مودود زنگی تخت نشین ہوا،

اسی سنہ میں نورالدین نے قلعہ انب پر فوج کشی کی، ریمنڈ دی پواٹرس فرمانروائے انطاکیہ مقابلہ کے لیے آیا اور شکست کھاکر مقتول ہوا، اسکے قتل کے بعد اسکا صغیر السن بچہ بوہیمنڈ جانشین ہوا،

۵۴۶ھ میں نورالدین نے شمالی حلب کے فرنگی علاقے تل باشر عین تاب اور عزاز پر فوج کشی کی، جوسلن نے اس کو شکست دیکر اس کے سلاحدار کو گرفتار کرکے نورالدین کے خسر مسعود بن قلج ارسلان سلجوقی والی قونیہ کے پاس بھجوادیا، اور یہ پیام کہلا بھیجا کہ "تمہارے پاس تمہارے داماد کے سلاحدار کو بھیجتا ہوں، اس کے بعد اس سے بڑا تحفہ (نورالدین) پہنچے گا" نورالدین پر یہ بہت

[1] دولت اتابکیہ موصل ص ۱۶۰ و ۱۶۱ و صلاح الدین ص ۷۰، [2] دولت اتابکیہ موصل ص ۱۶۰